

# چہرے کا پردہ

واجب، مستحب یا بدعت

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

مقدمہ : ڈاکٹر اسرار احمدؒ باقی تنظیم اسلامی

پیش لفظ : حافظ عارف سعید اہم تنظیم اسلامی

مؤلف : حافظ محمد زبیر شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی  
ریسرچ انسٹیٹیوٹ

مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ  
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ  
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزُوجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْكُمْ

مِنْ جَلَابِئِهِمْ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ فَلَآ يُوَفِّينَ﴾ (الاحزاب: ۵۹)

”اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو کہ وہ اپنے جلاب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اوپر لٹکا لیا کریں۔ ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔“

چہرے کا پردہ

واجب،  
مستحب  
یا بدعت

www.kitabosunnat.com

مقدمہ: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

پیش لفظ: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

مؤلف: حافظ محمد زبیر ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی

ریسرچ اسکالر، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور

پی ایچ ڈی ریسرچ فیلو، شیخ زید اسلامک سنٹر

مکتبہ رحمة للعالمین

نذیر پارک، غازی روڈ، لاہور۔ 0301-4870097



## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں!

نام کتاب :	چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟
مصنف :	حافظ محمد زبیر ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی ☆ ریسرچ اسکالر، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور ☆ پی ایچ ڈی ریسرچ فیلو، شیخ زید اسلامک سنٹر
ترتیب و تہذیب :	محمد خلیق
کمپوزنگ :	حافظ محبوب احمد
ڈیزائننگ :	علی رضا
ناشر :	مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور
صفحات :	224
قیمت :	175 روپے
تعداد اشاعت :	550
سن اشاعت طبع اول :	صفر المظفر 1431ھ (برمطابق جنوری 2010ء)
سن اشاعت طبع دوم :	ذوالحجہ 1431ھ (برمطابق نومبر 2010ء)

## لے گے

- ☆ لاہور: (i) عبدالتین مجاہد: معرفت 36- کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 0300-4199099
- (ii) مکتبہ رحمۃ للعالمین، نذیر پارک، غازی روڈ، لاہور۔ 0301-4870097
- ☆ کراچی: قرآن اکیڈمی: DM-55، درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس، کراچی
- ☆ ملتان: قرآن اکیڈمی: 25- آفسرز کالونی، ملتان
- ☆ فیصل آباد: دفتر تنظیم اسلامی: P-157، صادق مارکیٹ، ریلوے روڈ، فیصل آباد

چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟

## فہرست مضامین

05	مقدمہ
07	پیش لفظ
10	”دار التذکیر“ کی خدمت میں
12	تمہید

### باب اول

21	چہرے کا پردہ: آیات قرآنیہ کی روشنی میں
23	فصل اول: آیتِ جلاب
37	فصل دوم: آیتِ زینت
53	فصل سوم: آیتِ حجاب
65	فصل چہارم: آیتِ قواعد

### باب دوم

73	چہرے کا پردہ: احادیث مبارکہ کی روشنی میں
75	فصل اول: مثبتین حجاب کے دلائل
94	فصل دوم: قائلین استحباب حجاب اور احادیث مبارکہ

### باب سوم

125	چہرے کا پردہ: آثار صحابہؓ اور تابعینؓ کی روشنی میں
127	فصل اول: آثار صحابہؓ و تابعینؓ
130	فصل دوم: قائلین استحباب حجاب اور آثار صحابہؓ و تابعینؓ

چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟

## باب چہارم

- 139 ————— چہرے کا پردہ: مذاہب اربعہ کی روشنی میں
- 141 فصل اول: احناف کا مذہب
- 145 فصل دوم: مالکیہ کا مذہب
- 150 فصل سوم: شوافع کا مذہب
- 154 فصل چہارم: حنابلہ کا مذہب
- 160 فصل پنجم: مسلمان علماء کا اتفاق

## باب پنجم

- 165 ————— چہرے کا پردہ اور تو اتر عملی
- 167 فصل اول: چہرے کا پردہ اور تو اتر عملی

## باب ششم

- 171 ————— چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب
- 173 فصل اول: پہلا شبہ
- 178 فصل دوم: دوسرا شبہ
- 180 فصل سوم: تیسرا شبہ
- 186 فصل چہارم: چوتھا شبہ
- 197 فصل پنجم: پانچواں شبہ
- 200 فصل ششم: چھٹا شبہ
- 205 فصل ہفتم: ساتواں شبہ

211

## تبصرہ جات

## مقدمہ

خاندان کا ادارہ انسانی معاشرے کا ایک بنیادی یونٹ ہے۔ یہ ادارہ مستحکم اور صحیح بنیادوں پر استوار ہوگا تو پورا معاشرہ بھی مستحکم اور صحت مند ہوگا اور اس میں اگر کبھی ضعف اور اضمحلال آگیا تو پورے معاشرے پر اس کے نہایت دورس اثرات مرتب ہوں گے۔ خاندان کے ادارے کی تین بنیادی جہات ہیں: والدین اور اولاد کا تعلق، بھائی بہنوں کا باہمی رشتہ اخوت اور میاں بیوی کا تعلق۔ شوہر اور بیوی کے تعلق میں سب سے زیادہ نازک معاملہ باہمی اعتماد کا ہے۔ اگر بیوی یہ محسوس کرے کہ میرا شوہر ادھر ادھر متوجہ ہے یا گندگی میں منہ مارتا ہے، تو ظاہر ہے اب شوہر کے لیے اس کے دہلیز میں وہ جذبات و احساسات نہیں ہو سکتے، جو اس رشتے کی مضبوطی کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح اگر شوہر کو بیوی کے بارے میں یہ گمان ہو جائے تو سمجھئے خاندان کا ادارہ ہی منہدم ہو گیا۔

خاندان کے اس ادارے کو مضبوط کرنے اور اس کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے قرآن نے دو قسم کے احکامات جاری کیے ہیں۔ ایک طرف تو زنا اور اس سے متعلقہ جرائم پر حدود و تعزیرات کے نام سے سخت ترین سزائیں متعین کر دی ہیں جبکہ دوسری طرف مرد و عورت کے باہمی میل جول اور ان کے مابین نفسانی خواہشات کو ابھارنے والے محرکات پر قدغنیں لگا دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں پردے کے احکامات کئی ایک مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ نور میں گھر میں مسلمان خواتین کے پردے کے احکامات بیان ہوئے ہیں جبکہ سورۃ احزاب میں گھر سے باہر کے پردے کا بیان ہے۔ عرب معاشرے میں خواتین جب اپنے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو ایک بڑی سی چادر کو اپنے پورے جسم پر اچھی طرح لپیٹ لیتی تھیں، جس کو قرآن نے 'جلباب' کا نام دیا ہے۔ گویا کہ اس دور میں بھی شریف خواتین میں چادر اوڑھنے کا رواج پہلے ہی سے چلا آرہا تھا۔ قرآن نے اس میں اتنا اضافہ کر دیا کہ ﴿یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ یعنی جب وہ باہر نکلیں تو اس جلباب کا گھونگھٹ اپنے چہروں پر بھی ڈال لیا کریں۔ یہ وہ پہلی شکل ہے جو گھر سے باہر نکلتے وقت خواتین کے ایک بڑی چادر لینے کی صورت میں ہماری تہذیب کا حصہ بنی جبکہ مروجہ برقع اسی 'جلباب' ہی کی ایک ارتقائی شکل ہے۔

مرد کا لازمی ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے جبکہ عورت کا ستر اس کا سارا جسم ہے سوائے اس کے ہاتھوں، پاؤں اور چہرے کے۔ جبکہ اجنبی اور نامحرم مردوں کے سامنے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا بھی فرض ہے۔ عورت اور مرد کے لیے ستر و حجاب کے بنیادی احکامات میں اس فرق کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ پہلی وجہ تو دونوں کی جسمانی ساخت کا فرق ہے۔ عورتوں میں مردوں کے لیے ایک حسن اور کشش رکھی گئی ہے۔ دونوں کی شکل و شبہت میں فرق ہے۔ عورت کی آواز میں بھی مرد کے لیے دلچسپی کا سامان ہے۔ دوسری بات یہ ہے مرد و عورت کی نفسیاتی کیفیات میں بھی فرق ہے۔ مرد کی فطرت میں اقدام اور فعل ہے جبکہ عورت کی سرشت میں گریز اور انفعال ہے۔ مرد کی حیثیت طالب کی سی ہے اور عورت کی مطلوب کی۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے مرد و عورت کے ایک دوسرے کے لیے باہمی ضرورت ہونے کے باوجود دونوں کے لیے ستر و حجاب کے احکامات میں فرق رکھا ہے۔ عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا گیا ہے جبکہ مردوں کو عورتوں سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح دونوں کے ستر میں بھی فرق ہے۔

آخر میں، میں تمام قارئین کو دعوت غور و فکر دیتا ہوں۔ طرز معاشرت کے لیے ایک طرف تو وہ ضوابط و ہدایات ہیں جو قرآن و سنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ مادر پدر آزاد روش ہے جسے مغربی تہذیب اور ہندو ثقافت کے زیر اثر جملہ ذرائع کے ذریعہ فروغ دیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔ البتہ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ عنقریب ہمیں روز قیامت عدالت خداوندی میں پیش ہونا ہوگا اور وہاں ہمیں یہ جتلا دیا جائے گا کہ ہم نے دنیا میں کسی شیء کو مقدم کیا اور کس کو مؤخر رکھا۔

عزیزم! حافظ محمد زبیر کی یہ کتاب چہرے کے پردے کے وجوب پر ایک بہت ہی مدلل اور محقق تحریر ہے۔ اس موضوع پر یہ ایک اچھی اور عمدہ کاوش ہے۔ میں نے سرسری نگاہ سے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس کو طالبان دین کے لیے بہت ہی مفید پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی

صدر مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور

## پیش لفظ

انسانی تمدن کی شیرازہ بندی اور صحت و پاکیزگی کے لیے لازم ہے کہ صنفی میلانات کو انتشارِ عمل سے روک کر قاعدے ضابطے میں لایا جائے۔ اس اصول کو اپنائے بغیر نوعِ انسانی کو شدید ذہنی و اخلاقی انحطاط سے بچانا ممکن نہیں۔ یہ وہ اعلیٰ مقصود ہے کہ جس کے حصول کے لیے جہاں ایک طرف اسلام نے رہبانیت کی شدت کے ساتھ تردید کرتے ہوئے نکاح کے بغیر زندگی کی حوصلہ شکنی کی اور بلوغت کے ساتھ ہی اولاد کے نکاح اور خاندانی زندگی کے استحکام پر زور دیا وہاں ستر و حجاب کے احکامات کے عملی نفاذ اور مردوزن کے آزادانہ اختلاط کی نفی پر خصوصی زور دیا گیا۔ اسلام کا عطا کردہ یہ معاشرتی نظام فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

لیکن آج کی دنیا کی ”مہذب ترین“ قوموں اور مغربی تمدن کے دلدادہ مشرقی معاشروں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں زندگی کے ہر شعبے میں مردوزن کی شانہ بشانہ شرکت، ہر نوع کی محافل میں اختلاطِ مردوزن کا اہتمام اور غیر مردوں کے سامنے خواتین کا بے حجابی سے بڑھ کر اپنے نسوانی حسن کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی دوڑ کو عین تقاضائے تہذیب اور ثبوتِ روشن خیالی گردانا جاتا ہے۔ اس تناظر میں چہرے کے پردے کا اہتمام اعلیٰ معاشرتی قدر نہیں بلکہ نری جہالت اور دقیانوسیت کا مصداق ٹھہرا۔ اقبال کے اس مشہور مصرعے میں اسی عالمی صورت حال کی طرف اشارہ ملتا ہے: ”زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ عام ہوگا“۔ حیا کی دھجیاں بکھیرنے والی اسی غیر فطری تہذیب کے منطقی انجام کی خبر بھی اقبال نے گزشتہ صدی کے اوائل (1907ء) ہی میں دے دی تھی کہ۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!

مسلمان معاشروں میں اس مغربی تہذیب کا پہلا نشانہ چہرے کا پردہ بنا۔ اکبر الہ آبادی نے اسی تہذیب جدید کے زیر اثر شرفاء کے خاندان کی چند مسلمان خواتین کو بے پردہ دیکھ کر شدید حیرت اور پریشانی کے ملے جلے جذبات کا اظہار جس خوب صورت پیرائے میں کیا تھا، وہ انہی

کا حصہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں  
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا!  
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کیا ہوا  
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا!

سو ڈیڑھ سو سالوں میں مغربی تہذیب کی نقالی کا یہ سفر جو مسلمان عورت کے چہرے کی بے حجابی سے شروع ہوا تھا، آج cat walks اور مغربی دنیا میں حسینہ عالم کے مقابلوں میں مسلمان خواتین کی شرکت کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے اپنے نسوانی حسن کی نمائش تک جا پہنچا ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے! ان کے خیال کے مطابق لباس محض زینت اور زیبائش کا ذریعہ ہے، ستر پوشی کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے طرزِ معاشرت میں عریانی کسی سماجی عیب کا نام نہیں۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زیب و زینت سے زیادہ ستر پوشی کی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد و عورت دونوں کو جسم کے وہ حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لیے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسلام ایک ایسا سماجی ماحول قائم کرنا چاہتا ہے کہ جس کی معاشرتی فضا کو فحاشی و عریانی اور دیگر منکرات کی جملہ تحریکات سے پاک صاف کر دیا گیا ہو۔ یہی وہ فکر و فلسفہ ہے جس کی بنیاد پر اسلام کے نظامِ ستر و حجاب کی تعمیر کی گئی ہے۔

چہرے کا پردہ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ سے ثابت ہے۔ جو شخص بھی اس آیت کے الفاظ اور ان کی متفق علیہ اور مقبول عام تفاسیر اور سنت و سیرت اور عہدِ نبوی ﷺ کے تعامل کو بے لاگ اور غیر جانبدارانہ دیکھے گا اس کے لیے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں عورت کے لیے چہرے کو اجنبی اور نا محرم مردوں سے مستور رکھنے کا حکم ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی مسلمہ شرعیہ کی توضیح و تبیین پر مشتمل ہے۔ ہمارے نوجوان ساتھی اور فاضل محقق حافظ محمد زبیر نے اپنے استدلال کو قرآنی حکمات کی مقبول تفاسیر، احادیث نبویہ کی معروف توضیحات، آثارِ صحابہ و تابعین، اہل سنت کے مذاہب اربعہ کی آراء و قضایا، اور امت کے تواریخ و عملی پر قائم کیا ہے۔ یہ طرزِ استدلال دراصل اہل سنت کے معتدل طرزِ فکر کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس کتاب میں چہرے کے پردے کے حوالے سے ہر نوع کے اُن اشکالات کا بھی علمی

محاکمہ کیا گیا ہے جو اپنوں یا غیروں نے علمی بنیادوں یا محض جہالت کی بنا پر اٹھائے ہیں۔ بلاشبہ اس پہلو سے یہ کتاب اسی موضوع پر لکھی گئی دوسری کتب سے ممتاز نظر آتی ہے اور یہ متلاشیانِ حق کی علمی جستجو میں ایک مفید اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم حافظ محمد زبیر کی اس مفید علمی کاوش کو ان کے حق میں خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی پاکستان

ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی لاہور



## ”دار التذکیر“ کی خدمت میں

محترم جناب محمد احسن تہامی صاحب  
السلام علیکم! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ دارالتذکیر نے حال ہی میں ”چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر خورشید صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ کتاب پروفیسر صاحب کے ان مضامین پر مشتمل ہے جو ماہنامہ ”اشراق“ اگست ۲۰۰۵ء، جون، اگست، ستمبر اور اکتوبر ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے اپنی اس کتاب میں چہرے کے پردے کے حوالے سے ماہنامہ ”حکمت قرآن“ اگست ۲۰۰۵ء، جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون اور اکتوبر ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والے میرے کچھ مضامین بھی شامل کر دیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ مضامین پروفیسر صاحب کے ساتھ ایک علمی مکالمہ کی صورت میں ”اشراق“ اور ”حکمت قرآن“ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب اور نہ ہی دارالتذکیر کے مالکان نے مجھ سے میرے ان مضامین کی اشاعت کی اجازت نہ زبانی طلب کی تھی اور نہ ہی تحریری طور پر۔ دارالتذکیر کا میری اجازت کے بغیر میرے نام سے میرے سابقہ مضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنا اخلاقاً اور شرعاً ایک نامناسب طرز عمل تو ہے ہی، قانوناً بھی ایک جرم ہے۔ دارالتذکیر کو چاہیے کہ مستقبل میں وہ اس کتاب کی مزید اشاعت بالکل بھی نہ کرے اور جو اشاعت ہو چکی ہے اس کی فروخت بھی فی الفور بند کر دے ورنہ مصنف دارالتذکیر کے مالکان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

ضمناً میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ دارالتذکیر کی اس کتاب کی اشاعت سے تقریباً ایک سال پہلے ہی میں ”حکمت قرآن“ میں شائع ہونے والے اپنے مضامین کو ایک کتاب کی صورت دے چکا تھا جو مکتبہ انجمن خدام القرآن، لاہور کے تحت طبع ہوئی تھی۔ میں نے ”حکمت قرآن“ میں چھپنے والے اپنے مضامین کو کتابی شکل دینے کے لیے بہت حد تک تنقیح و تہذیب اور حک و اضافہ کیا ہے۔ مثلاً:

- ۱۔ اس میں بھی بہت سے اضافے کیے گئے ہیں خاص طور پر علامہ البانیؒ کی کتاب جہلباب المرأة المسلمة میں بیان کردہ احادیث و آثار کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے۔
- ۲۔ پروفیسر صاحب کے ”اشراق“ میں چھپنے والے چھ مضامین میں شامل تمام دلائل کا جواب بھی اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ بعض دلائل الفاظ اور پیرا گرافس کو نکال دیا گیا ہے۔
- اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ پروفیسر صاحب اور دارالتذکیر کے مالکان میرے نام سے میری اجازت کے بغیر ایک ایسا موقف پیش کر رہے ہیں جس کی میں تہذیب و تنقیح کر چکا ہوں۔ جس کو بھی چہرے کے پردے کے حوالے سے میرا موقف جاننا ہو وہ میری کتاب چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت کا مطالعہ کرے۔

والسلام

حافظ محمد زبیر

ریسرچ ایسوسی ایٹ، قرآن اکیڈمی

۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

☆☆☆

ہم یہاں یہ بتانا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ دارالتذکیر کے مالک احسن تہامی صاحب نے اپنے اس رویے کی ہم سے معذرت کی تھی اور ان کا کہنا یہ تھا کہ انہوں نے اس بارے کئی اعتماد پروفیسر خورشید صاحب پر کیا تھا۔ پروفیسر خورشید صاحب سے جب ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے وضاحت کی کہ انہیں اس قسم کے کسی قانون کا علم نہیں تھا کہ کسی مصنف کی تحریر اس کی اجازت کے بغیر شائع نہیں کی جاسکتی اور وہ رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین کو پبلک پر اپرٹی سمجھتے تھے لہذا انہوں نے اجازت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مزید برآں انہوں نے اپنے اس عمل کو قانون سے لاعلمی کا مظہر قرار دیتے ہوئے معذرت کی۔ بعد میں اشراق میں شائع شدہ اپنے ایک مضمون میں انہوں نے اس معذرت سے بھی یہ کہہ کر انکار کر لیا کہ معذرت کسی چیز کی!

## تمہید

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے دو سلسلے جاری فرمائے۔ ان میں سے ایک کلام الہی کا سلسلہ ہے جس کا اختتام قرآن مجید کی صورت میں ہوا اور دوسرا سلسلہ انبیاء و رسل کا ہے جس کی انتہا ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ہوئی۔ انبیاء کی بعثت اور کتب سماویہ کے نزول کا واحد مقصد نوع انسانی کی ہدایت اور رہنمائی ہے تاکہ اللہ کے بندے اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے تابع کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ ان احکامات الہیہ کا ایک بڑا حصہ حیا اور مکارم اخلاق سے متعلق رہنمائی پر مشتمل ہے۔ یہ حیا ہی ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور یہ ایک حکم شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کا خاصہ بھی ہے۔

اگر انسانوں نے جانوروں کی طرح اپنی فطرت کو مسخ کر لیا ہو تو الگ بات ہے ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان با حیا ہونے کے ساتھ ساتھ با کردار بھی ہوتا ہے۔ اسلام میں ستر و حجاب کے احکامات اسی فطری حیا کا حصہ ہیں۔

اس کتاب میں ہمارے پیش نظر وہ مجددین ہیں جو علماء کے شذوذات سے استدلال کرتے ہوئے چہرے کے پردے کو واجب یا مستحب تو کجا بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک شاید ہی کسی معروف عالم نے چہرے کے پردے کے بارے میں ایسا فلسفہ و فکر پیش کیا ہو جس سے اس کے استحباب کی بھی نفی ہوتی ہو۔

ہم اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے سے پہلے ذیل میں چہرے کے پردے کے بارے میں علمائے اہل سنت کے اس اختلاف کا جائزہ لیتے ہیں جس سے عموماً منکرین حجاب اپنی تحقیق میں صرف نظر کرتے ہیں۔

### چہرے کے پردے کے بارے علماء اہل سنت کا موقف

چہرے کے پردے پر بحث کرنے سے پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق کس حد تک ہے اور اصل اختلاف کہاں ہے۔ مسئلہ ہذا کا مطالعہ کرتے

وقت یہ بات ہمارے قارئین کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اہل سنت کے تمام فقہاء اور علماء کا درج ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

(۱) نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے اجنبیوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب تھا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصاص به أی زوجاته فهو فرض علیهن بلا خلاف فی الوجه والكفین فلا يجوز بهن كشف ذلك<sup>(۱)</sup>

”حجاب کی فرضیت کہ جس کے ساتھ آپ کی ازواج مخصوص تھیں، میں آپ کی ازواج کے لیے اپنا چہرہ یا دونوں ہاتھ کھلے رکھنا جائز نہیں تھا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔“

(۲) ماسوا چہرہ اور ہاتھوں کے سارے جسم کو ڈھانپنا تمام علماء کے ہاں متفق علیہ ہے۔ مثلاً کلائی، سر کے بال، گردن اور سینہ وغیرہ سب علماء کے نزدیک ستر میں داخل ہیں۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

واتفقوا علی أن شعر الحرة وجسمها حاشا وجهها ویدها عورة واختلفوا فی الوجه والیدین حتی أطفالهما أ عورة هی أم لا<sup>(۲)</sup>

”اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے بال اور اس کا سارا جسم سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے اس کا ستر ہے۔ اور علماء نے عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں حتیٰ کے اس کے ناخنوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بھی عورت کا ستر ہیں یا نہیں؟“

(۳) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر چہرے اور ہاتھوں میں زینت ہو تو ایسی صورت میں ان دونوں کا چھپانا بھی واجب ہے۔ مثلاً چہرے پر میک اپ کیا ہو یا ہاتھوں میں سونا وغیرہ پہنا ہو۔

(۴) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فتنے کی صورت میں چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب ہوگا، جیسا کہ ہم اس کتاب کے چوتھے باب میں اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔

پس علماء کے درمیان محل اختلاف چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں بشرطیکہ ان میں زینت نہ ہو اور ان کے ظاہر کرنے میں کسی قسم کے فتنے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے یا مستحب! جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے وہ چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں اور جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے وہ چہرے کے پردے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علمائے اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔ علماء کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں، یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں۔

جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق ہے تو تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کم از کم چہرے کا پردہ مستحب ہے، ماسوائے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔ انہی متجددین کے لیے ہم نے اس کتاب میں ”منکرین حجاب“ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

مذہب اربعہ کے متبعین، جمہور علماء متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ عصر حاضر میں علامہ البانی نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانی کے دور کے اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانیؒ ہی کے بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ جہاں تک علامہ البانی کی بات ہے تو ہم ان کو حدیث ((إذا حکم الحاكم ثم أصاب فله أجران وإذا حکم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر))<sup>(۳)</sup> کے مصداق معذور اور عند اللہ مأجور سمجھتے ہیں، لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانی یا دیگر علمائے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی انڈھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علمائے سلف اور علامہ البانی کے نزدیک چہرے کا پردہ مستحب ہے۔ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:

نَلَقْتُ نَظْرَ النِّسَاءِ الْمُؤْمِنَاتِ إِلَى أَنْ كَشَفَ الْوَجْهَ وَإِنْ كَانَ جَانِزًا

فَسْتَرَهُ أَفْضَلُ<sup>(۴)</sup>

”ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے لیکن اس کا ڈھانپنا افضل ہے۔“

آگے جا کر فرماتے ہیں:

فِينَا مَا يَجِبُ عَلَى الْمَرْأَةِ وَمَا يَحْسَنُ بِهَا، مِنَ التَّزْمِ الْوَاجِبِ فَبِهَا  
وَنِعْمَتٌ، وَمَنْ أَخَذَ بِالْأَحْسَنِ فَهُوَ أَفْضَلُ وَهَذَا هُوَ الَّذِي التَّزَمْتَهُ عَمَلِيًّا

مع زوجی، وأرجو الله تعالى أن يوفقني لمثله مع بناتي حين يبلغن (۵)  
 ”پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا  
 مستحسن ہے۔ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر  
 ہے، اور جس نے احسن کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس  
 کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور میں اللہ سے امید  
 کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں  
 بھی توفیق دے جب وہ جوان ہو جائیں۔“

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فمن حجب ذلك أى الوجه والكفين أيضاً منهن، فذلك ما نستحبه  
 وندعو إليه (۶)

”جس نے ان دونوں یعنی چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں  
 اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔“

مزید فرماتے ہیں:

ويقابل هؤلاء طائفة أخرى يرون أن ستره بدعة وتنطع في الدين، كما قد  
 بلغنا عن بعض من يتمسك بما ثبت في السنة في بعض البلاد اللبنانية،  
 فإلى هؤلاء الإخوان وغيرهم نسوق الكلمة التالية ليعلم أن ستر الوجه  
 والكفين له أصل في السنة، وقد كان معهوداً في زمنه صلی اللہ علیہ وسلم.... (۷)

”اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت  
 ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے۔ جیسا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض  
 علاقوں کے رہنے والے حاملین سنت نے بھی ایسی بات کہی ہے۔ ہم اپنے ان بھائیوں  
 اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ  
 بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن و سنت  
 میں موجود ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ  
 ڈھانپتی تھیں.....“

اس کے بعد علامہ البانی نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے  
 ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق ”حجاب المرأة المسلمة“

کے صفحات ۵۳ تا ۵۴ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

علامہ البانیؒ کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان درج ذیل ہے:

الرد المفحّم، علی من خالف العلماء وتشدد وتعصب، وألزم المرأة بستر وجهها وكفيها، وأوجب ولم يقتنع بقولهم: أنه سنة ومستحب“  
یعنی ”اس شخص کا منہ توڑ جواب کہ جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا اور اس نے علماء کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا سنت اور مستحب ہے۔“

مستحب یا سنت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے۔ مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں، اب سنن ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے۔ بعض منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے لیکن وہ اس کے داعی نہیں بنتے۔ جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایک طرف تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں، دوسری طرف وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ منکرین حجاب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو، نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبا غير حتم<sup>(۸)</sup>

”مندوب یا مستحب سے مراد وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلف سے مطالبہ کیا ہو

لیکن اسے لازم قرار نہ دیا۔“

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے کہ جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہو یعنی اگر اسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ پس علامہ البانی کے چہرے کے پردے کے بارے استحباب کے موقف اور برصغیر پاک و ہند کے متجددین، نام نہاد مذہبی اسکالر اور پروفیسروں کے موقف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

علامہ البانی چہرے کے پردہ کے داعی ہیں اور یہ حضرات عورتوں کا پردہ اتروانے کے دعویدار، علامہ البانی چہرے کے پردے کو مستحب قرار دیتے ہیں اور یہ حضرت کبھی بدعت، کبھی تہذیبی روایت، کبھی ملاؤں کا مذہب وغیرہ۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جو خواتین پردہ کرتی ہیں وہ چہرے کے ساتھ ساتھ اپنے سارے بدن کو بھی ڈھانپتی ہیں جبکہ چہرے کا پردہ نہ کرنے والی خواتین چہرے کے ساتھ ساتھ سر کے بال، گردن، سینے کا کچھ حصہ اور بازو وغیرہ بھی کھلے رکھتی ہیں۔ یہ ایسے اعضاء ہیں جن کے ڈھانپنے پر علماء کا اجماع ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں اگر کوئی چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتا ہے تو اس معنی میں، جس کو علامہ البانیؒ کی مذکورہ بالا عبارات واضح کر رہی ہیں۔ جبکہ منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بعض سلف صالحین کی طرح چہرے کے پردے کے استحباب اور افضلیت کے قائل نہیں ہیں اور علامہ البانیؒ کی طرح اپنی زوجہ محترمہ اور بیٹیوں کے لیے چہرے کا پردہ پسند نہیں کرتے لیکن اپنی تحریروں اور تقاریر میں جا بجا علامہ البانیؒ اور سلف صالحین کے حوالے دیتے ہیں۔

چہرے کا پردہ نہ کرنے اور مخلوط معاشرت پر مبنی قدیم و جدید معاشروں کے اخلاقی و جنسی بگاڑ کی کیا صورت حال ہے اس بارے میں مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب ”پردہ“ میں عمدہ بحث کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی اس کتاب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ راقم نے اپنی کتاب میں فقہی حوالے سے زیادہ بحث کی ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص غیر جانبدار ہو کر مولانا مودودیؒ کی کتاب ”پردہ“ اور راقم کی مذکورہ کتاب کو بالاستیعاب پڑھ لے تو وہ چہرے کے پردے کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

چہرے کے پردے کے بارے میں کتاب و سنت اور علمائے سنت کے اقوال کی روشنی میں ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کے لیے غیر محرموں سے اپنا چہرہ چھپانا شرعاً واجب ہے۔ جہاں تک عورت کے ہاتھوں کا معاملہ ہے تو اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو چھپانا واجب نہیں ہے۔ یہ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں داخل ہیں ہاں بعض حالات میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کا چھپانا ”سداً للذریعة“ واجب ہو سکتا ہے۔

اسی طرح نماز اور احرام کی حالت میں عورت کے لیے اصل حکم اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے لیکن ضرورت کے تحت یا فتنے کے اندیشے سے ان دونوں حالتوں میں بھی اس کے لیے اپنے

چہرے کو چھپانا جائز ہے۔ ☆

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے میں دو موقف موجود ہیں۔ بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ واجب ہے جبکہ بعض فقہاء اس کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی روشنی میں قوی اور راجح ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء و فقہاء کو بھی ”عند اللہ مأجور“ سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد کر کے قرآن و سنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے۔ لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے کہ جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے ﴿أَضَلُّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔“

چہرے کے پردے کے بارے میں دلائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے۔ سب سے پہلے ہم قرآنی دلائل، پھر احادیث صحیحہ، پھر آثار صحابہ، پھر علمائے سلف صالحین کے اقوال اور آخر میں تو اتر عملی کے دلائل پیش کریں گے۔

حافظ محمد زبیر

0300-4093026

☆ ماہنامہ ”اشراق“ اگست ۲۰۰۵ء میں ”چہرے کا پردہ“ کے عنوان سے پروفیسر خورشید عالم کا ایک مضمون شائع ہوا۔ مضمون نگار چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

”دور ملوکیت میں روم اور ایران کی شہنشاہیت کے زیر اثر عورتوں کو مردوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پردہ نشینی عرب سماج میں مروج ہوگئی اور حرم کا نظام عمل میں آگیا۔“ (ماہنامہ اشراق: اگست ۲۰۰۵ء ص ۳۲)

چہرے کے پردے کے سرے سے ہی سے انکار کے لیے جناب پروفیسر خورشید عالم نے عورت پر ہونے والے معاشرتی ظلم و ستم کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔

”عادتا چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنا پڑتا ہے اور انھیں چھپانے کے لیے تکلف کرنا پڑتا ہے“ کیونکہ اس کے بغیر عورت معاشرے میں انسانی حیثیت سے سرگرم عمل نہیں رہ سکتی۔ آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ کر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو اشغال زندگی میں مل جل کر جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ بہت ہی کم تعداد ان لوگوں کی ہے جو

معاش کے کاروبار میں مرد اور عورت کا حصہ لیے بغیر گزارہ کر سکتے ہیں۔ غربت کی ماری عورت کو گھر سے باہر نکل کر تلاش معاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ شہروں میں وہ گھروں میں جھاڑو پوچھا کرتی ہے، سڑک پر روڑی کوٹی ہے، سر پر اینٹیں رکھ کر تعمیر کے کام میں حصہ لیتی ہے، بھٹیوں پر اینٹیں تیار کرتی ہے، دیہات میں وہ ابتدائے آفرینش سے مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی۔ سر پر گھاس پھونس کا گٹھا اٹھاتی ہے۔ دور دراز سے سر پر گھرے رکھ کر پانی لاتی ہے۔ چہرے اور ہاتھ کھولے بغیر وہ یہ کام کیسے کر سکتی ہے؟“

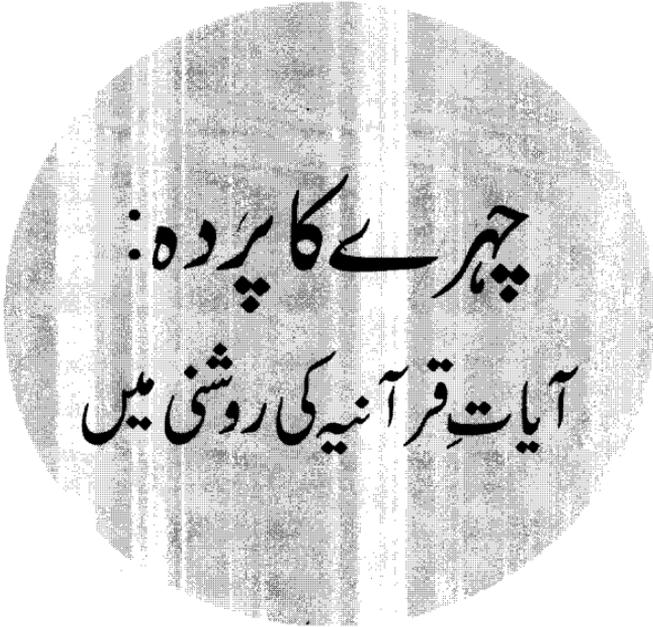
(ماہنامہ اشراق: اگست ۲۰۰۵ء، ص ۵۲)

پروفیسر صاحب کے اس مضمون پر راقم الحروف کی طرف سے ماہنامہ ”حکمت قرآن“ میں آٹھ اقساط میں ایک بھر پور علمی و تحقیقی نقد شائع ہوا۔ ہمارے اس طویل مضمون کے تعاقب میں ماہنامہ ”اشراق“ میں پروفیسر صاحب کی طرف سے مزید سات اقساط اس موضوع پر شائع ہوئیں۔ بعد ازاں پروفیسر صاحب نے اس موضوع پر ایک کتاب ”چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب“ کے نام سے مرتب کی جس میں اپنے تمام مضامین کو جمع کر دیا۔ راقم الحروف نے پروفیسر صاحب کی اس کتاب میں جمع شدہ ان کے مضامین کا محاکمہ کرتے ہوئے اس موضوع پر ایک ایسی کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا کہ جس میں چہرے کے پردے کے واجب ہونے کے بارے میں کتاب و سنت سے مثبت استدلال کے ساتھ ساتھ اب تک اٹھائے جانے والے شبہات کا ایک علمی تجزیہ بھی پیش کیا جائے۔ حجاب کو بدعت کہنے والے ہوں یا تہذیبی روایت، سب کے استدلال کا منبع و مصدر اس موضوع پر علامہ البانی لکھی کتب ہیں اس لیے ہم نے اس کتاب میں علامہ البانی لکھی طرف سے پیش کیے گئے دلائل کا بھی ایک بھر پور تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ ماہنامہ ”حکمت قرآن“ دسمبر ۲۰۰۵ء اور جنوری فروری مارچ اپریل مئی جون اکتوبر ۲۰۰۶ء میں چہرے کے پردے پر راقم کے جو مضامین شائع ہوئے تھے، ان کی تہذیب و تنقیح اور حکم و اضافے کے بعد ان کو ایک کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ لہذا اگر کسی نے اس مسئلے میں راقم کے موقف کا حوالہ دینا ہے یا اس پر کوئی علمی نقد پیش کرنی ہے۔ تو ہماری اس کتاب پر کی جائے۔ ماہنامہ ”حکمت قرآن“ میں پروفیسر خورشید عالم صاحب سے ہمارا جو مکالمہ ہوا تھا اس میں ان کی طرف سے غیر مناسب زبان استعمال کی گئی تھی جس کی وجہ سے جو اب ہمارے اسلوب میں بھی سختی کا عنصر آ گیا، جس کو بعض لوگوں نے محسوس کیا۔ اس سختی کے عنصر کو کلیتاً ختم کرنے کے لیے اس کتاب میں ہم نے پروفیسر صاحب کا نام تک نہیں لیا ہے لیکن ان کے بدعتی افکار پر علمی تنقید ممکن حد تک بہترین اسلوب میں بہر حال موجود ہے۔ ہاں! اس کتاب کے آخری باب میں کچھ اصحاب کا نام لے کر ان پر نقد کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب کا اصل موضوع پہلے پانچ ابواب میں

مکمل ہو گیا۔ چھٹے اور آخری باب میں صرف چند شبہات کا ازالہ ہے۔ جیوٹی وی کے اسکالر جناب غامدی صاحب چہرے کے پردے کو ایک تہذیبی روایت قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے استاذ امام امین احسن اصلاحی اور ان کے استاذ امام حمید الدین فراہی چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ جناب غامدی صاحب کے نظریات کا ہم نے اس کتاب کے آخری باب میں مفصل علمی محاکمہ کیا ہے۔

بہر حال پروفیسر خورشید صاحب کے نقد کا ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ان مضامین کو کتابی شکل دینے سے پہلے اس کی ایک پروف ریڈنگ مکمل ہو گئی۔ ان کے نقد کے نتیجے میں ہماری دو جگہ اصلاح ہوئی ہے۔ ایک جگہ ایک عربی عبارت کا ترجمہ نقل کرنے میں کچھ سہو ہو گیا اور دوسری جگہ ایک عربی عبارت کا حوالہ غلط نقل ہو گیا۔ بہر حال اس کتاب میں ان دونوں مقامات کی اصلاح کر لی گئی ہے اور اس اصلاح کے لیے ہم پروفیسر صاحب کے شکر گزار ہیں۔

## باب اول





## فصل اول

### آیتِ جلاباب

چہرے کے پردے کے وجوب پر پہلی قرآنی دلیل سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ (الاحزاب: ۵۹)

”اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو کہ وہ اپنے جلاباب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اوپر لٹکا لیا کریں۔ ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔“

### مسلمان عورتوں اور ازواجِ مطہرات کے حجاب کا فرق کیوں؟

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کو دیا جا رہا ہے اسی حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کو دیا جا رہا ہے، اور ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ:

”تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ازواجِ مطہرات کے حجاب میں چہرے کا پردہ واجب تھا۔“

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی آیت مبارکہ سے اور ایک ہی صیغہ ”يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ“ سے ازواجِ مطہرات کے لیے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہو اور عام مسلمان عورتوں کے لیے مستحب؟ اگر ازواجِ مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہے تو تمام مسلمان عورتوں کے لیے بھی واجب ہوگا جبکہ اگر ازواجِ مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کے پردے کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی چہرے کا پردہ مستحب ہوگا۔

بعض منکرینِ حجاب اور قائلینِ استحبابِ حجاب کا خیال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں چہرے کے پردے کا ذکر نہیں ہے اور جلاباب عربوں کے ہاں چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہی نہیں ہوتا تھا۔ ہمارے خیال میں یہ موقف قطعاً غلط ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

## ۱) جلباب مع الإدناء کا مفہوم

”جلباب مع الإدناء“ سے مراد تمام بدن کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے جبکہ اس کے برعکس منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اپنے مقالہ جات میں لمبی چوڑی لغوی بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ”چہرے کو ڈھانپنا جلباب کے مقصد میں قطعی شامل نہیں ہے۔“ ہم ان علماء سے یہی گزارش کریں گے کہ وہ معاجم لغویہ کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کا بھی مطالعہ فرمائیں تاکہ جلباب کے لغوی معنی کے بالمقابل اس کے شرعی معنوں سے بھی ان کو واقفیت حاصل ہو جائے۔ مثلاً زکوٰۃ، صلوٰۃ، صوم، حج، اعتکاف وغیرہ کا جو لغوی معنی ہے وہی اس کا شرعی معنی نہیں ہے۔ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ لغت کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث سے ملے گی۔ کسی بھی لغت کی کتاب میں یہ نہیں ملے گا کہ قرآن میں موجود لفظ صلاۃ سے مراد ان اوقات میں اتنی رکعات کچھ متعین ہیئات اور الفاظ کے ساتھ ادا کرنا ہیں۔ بلکہ صلاۃ کا یہ مفہوم ہمیں احادیث سے ملتا ہے۔ اسی طرح قرآن کے ہر لفظ کو سمجھنے کے لیے لغت کی کتابوں سے پہلے احادیث کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ وہاں وہ لفظ کن معانی میں اللہ کے رسول ﷺ یا صحابہ کرام نے استعمال کیا ہے، کیونکہ قرآن صحابہ کرام کی زبان میں نازل ہوا ہے نہ کہ لسان العرب، مقاییس اللغۃ، کتاب العین، القاموس المحیط، تاج العروس اور صحاح کی زبان میں۔ اس لیے جب ہم جلباب کے معانی متعین کرنے کے لیے احادیث مبارکہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بدن کے علاوہ چہرے کو ڈھانپنا بھی شامل ہے اور جلباب انہی معنوں میں عہد نبوی میں معروف تھا۔ اس کی دلیل بخاری کی درج ذیل روایت ہے جس میں واقعہ انک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ، صفوان بن معطلؓ کے بارے میں فرماتی ہیں:

فعرفنی حین رآنی وکان رآنی قبل الحجاب فاستیقظت باستر جاعه

حین عرفنی، فخمرت وجہی بجلبابی“ (۹)

”تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے

پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا لِیّٰہِ رَاجِعُونَ کہنے کی وجہ سے

بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔“

بخاری کی اس نص کے بعد لغت کی کتابوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ جلباب

چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا، ایک لاجسٹک اور لائسنس یافتہ ہے کیونکہ اصول تفسیر کا پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ الفاظ قرآنیہ کے اصطلاحی اور شرعی معنوں کی تعیین کے لیے احادیث مبارکہ کو لغت، عقل اور ادب جاہلی وغیرہ جیسے دوسرے اصول تفسیر پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے مطابق جلاب عہد نبوی میں چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، اور حضرت عائشہؓ، امام راغب، ابن منظور، الافریقی، ابن فارس، امام خلیل، علامہ جوہری اور علامہ زحشری وغیرہ سے زیادہ عربی زبان کو جاننے والی تھیں۔

بعض منکرین حجاب ”فخمرت وجہی بجلبابی“ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہ حدیث تو ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ”جلبابی“ کا قرینہ اس کے عموم کو ثابت کر رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے لفظ ”جلباب“ استعمال کیا جس کا ذکر صرف اسی آیت مبارکہ میں ہے اور یہ آیت صرف ازواج مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے، جیسا کہ اس کے الفاظ ”وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ“ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِّنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اور مفسرین کی آراء

تقریباً تمام متقدمین اور متأخرین مفسرین نے ”جلباب مع الإدناء“ سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔ ان مفسرین میں بعض فقہاء بھی ہیں جیسے امام طبری، امام ابو بکر بھصا، امام ابن العربی، امام قرطبی وغیرہ اور بعض لغت کے امام ہیں جیسے ابو زکریا الفراء، علامہ زحشری وغیرہ۔ اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ صرف مفسرین کی آراء ہیں بلکہ ان میں بہت سے اگرفقیہ ہیں تو بعض لغت کے امام بھی ہیں، بعض محدث ہیں تو بعض درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔

(۱) تفسیر طبری، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، التوفی ۳۱۰ھ

لا تتشبهن بالإماء فی لباسهن إذا هن خرجن من بیوتهن لحاجتھن، فکشفن شعورهن ووجوههن ولكن لیدنین علیھن من جلابیبهن لئلا یرض لهن فاسق، إذا علم أنهن حرائر بأذى من قول (۱۰)

”جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین

کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔“

یہ ابن جریر طبری کی اپنی رائے ہے۔ اس کے بعد ابن جریر طبری نے اس بارے میں علماء کے اقوال نقل کیے ہیں، جن کو ہم یہاں بیان نہیں کر رہے۔ یہاں پر ہمارا اصل مقصد ابن جریر طبری کی رائے بیان کرنا ہے اور وہ اس عبارت میں بالکل واضح ہو گئی ہے۔

(۲) معانی القرآن ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء المتوفی ۲۰۷ھ

والجلباب الرداء حدثنا أبو العباس، قال حدثنا محمد قال حدثنا الفراء قال حدثني يحيى بن المهلب أبو كدينة عن ابن عون عن ابن سيرين في قوله ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ هكذا: قال تغطي إحدى عينيها وجهتها والشق الآخر إلا العين (۱۱)

”جلباب سے مراد چادر ہے۔ ہم سے ابو العباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام فراء نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن مہلب نے بیان کیا، وہ ابن عون سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین نے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپنے کی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپنے کی سوائے ایک آنکھ کے۔“

(۳) احکام القرآن ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ

قال أبو بكر في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجبيين ..... وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لأن قوله تعالى ﴿وَرَسَائِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر (۱۲)

”ابو بکر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے..... اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی پر اپنے چہرے اور بالوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَرَسَائِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہاں مراد آزاد مسلمان عورتیں ہیں۔“

(۴) تفسیر بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ

﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ جمع الجلاب وهو الملاءة التي تشتمل به المرأة فوق الدرع والخمار وقال ابن عباس وأبو عبيدة أمر نساء المؤمنین أن یغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابیب إلا عیناً واحدة لیعلم أنهن حرائر (۱۳)

”جلابیہ“ جلاب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور ابن عباس اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سراور چہروں کو اپنے جلاب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔“

(۵) الکشاف، ابوالقاسم جار اللہ محمد بن عمر الزمخشری النوارزمی، المتوفی ۵۳۸ھ

ومعنی ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ یرخینہا علیہن ویغطين بها ووجوهن وأعطافهن یقال إذا زل الثوب عن وجه المرأة ”أدنی ثوبك علی وجهك“... فان قلت ما معنی (من) فی (من جلابیہن) قلت هو للتبعیض إلا: أن یكون معنی التبعیض محتمل وجهین أحدهما: أن یتجلبن ببعض ما لهن من الجلابیب والمراد أن لا تكون الحررة متبذلة فی درع وخمار كالأمة والمأهنة الخادمة ولها جلابان فصاعدا فی بیتها والثانی: أن ترخی المرأة بعض جلابیها وفضله علی وجهها تنقح حتی تتميز من الأمة (۱۴)

”اور ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکالیں اور ان کے ذریعے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں؛ کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکا لو..... پس اگر تو یہ سوال کرے کہ ”من جلابیہن“ میں ”من“ کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ”من“ یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو احتمالات ہیں۔ ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلاب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلاب موجود ہوں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ

عورت اپنے ایک ہی جلاباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تاکہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے۔“

(۶) زاد المسیر، امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی، المتوفی ۵۹۷ھ

قوله تعالى ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ قال ابن قتيبة: يلبسن الأردية.

وقال غيره: يغطين رؤوسهن ووجوههن ليعلم أنهن حرائر (۱۵)  
”ابن قتيبة نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں جبکہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔“

(۷) التفسیر الکبیر، امام فخر الدین رازی، المتوفی ۶۰۶ھ

ويمكن أن يقال المراد يعرفن أنهن لا يزينن لأن من تستر وجهها مع أنه ليس بعورة لا يطمع فيها أنها تكشف عورتها فيعرفن أنهن مستورات لا يمكن طلب الزنا منهن (۱۶)

”اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے اس سے یہ امید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی، پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردے والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا۔“

(۸) تفسیر بیضاوی، قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی، المتوفی ۶۹۲ھ

يغطين وجوههن وأبدانهن بملاحفهن إذا برزن لحاجة ومن للتبعيض فإن المرأة ترخي بعض جلبابها وتلفع ببعض (۱۷)

”وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ”مین“ یہاں پر تبعیض کے لیے ہے، یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔“

(۹) تفسیر نفسی، امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن احمد بن محمود النیشی الحنفی، المتوفی ۷۰۱ھ

ومعنى ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ يرخينها عليهن ويغطين بها

وجوههن وأعطافهن يقال إذا زال الثوب عن وجه المرأة "أدن ثوبك على وجهك" (۱۸)

”يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ“ کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکا لو۔“

(۱۰) تفسیر خازن، امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی الشافعی المتوفی ۷۲۵ھ

”يُدْنِيْنَ“ اى يرخين ويغطين ... قال ابن عباس أمر نساء المؤمنین أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عيناً واحدة ليعلم أنهن حرائر (۱۹)

”يُدْنِيْنَ“ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں... (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) ابن عباس نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔“

(۱۱) البحر المحیط، امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی، متوفی ۷۵۴ھ

وعليهن شامل لجميع أجسادهن أو عليهن على وجوههن لأن الذى كان يبدو منهن فى الجاهلية هو الوجه (۲۰)

”اور ﴿عَلِيْهِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ”عليهن“ سے مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تو تھا۔“

(۱۲) تفسیر قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، المتوفی ۶۷۱ھ

لما كانت عادة العربيات التبذل وكن يكشفن وجوههن كما يفعل الاماء وكان ذلك داعية إلى نظر الرجال اليهن، وتشعب الفكرة فيهن، أمر الله رسوله ﷺ أن يأمرهن بإرخاء الجلابيب عليهن إذا أردن الخروج إلى حوائجهن (۲۱)

”چونکہ عرب خواتین میں (دور جاہلیت کا) کچھ چھپورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور

ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادریں لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں۔“

(۱۳) تفسیر ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۴۷ھ

وقال محمد بن سيرين سالت عبيدة السلماني عن قول الله عز وجل ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ فغطى وجهه ورأسه وأبرز عينه اليسرى (۲۲)

”محمد بن سيرين کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا۔“

(۱۴) تفسیر جلالین، امام جلال الدین محمد بن احمد احملي، متوفی ۸۶۳ھ و امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

أى يرخين بعضها على الوجوه إذا خرجن لحاجتهن إلا عيناً واحدة (۲۳)  
”یعنی وہ ان چادروں کا بعض حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں جب وہ کسی حاجت کے لیے نکلیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔“

(۱۵) اللباب فی علوم القرآن، ابو حفص عمر بن علی بن عادل دمشقی الحسنبی، متوفی ۸۶۰ھ

قال ابن عباس و أبو عبيدة من نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عيناً واحدة ليعلم أنهن حرائر (۲۴)

”ابن عباس اور ابو عبیدہ نے ”نساء المؤمنین“ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔“

(۱۶) نظم الدرر، ربان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی، متوفی ۸۸۵ھ

﴿يُدْنِينَ﴾ أى يقربن ﴿عَلَيْهِنَّ﴾ أى على وجوههن وجميع أبدانهن فلا يدعن شيئاً منها مكشوفاً (۲۵)

”﴿يُدْنِينَ﴾ یعنی وہ قریب کریں ﴿عَلَيْهِنَّ﴾ یعنی اپنے چہروں اور اپنے تمام جسم پر اور کسی چیز کو بھی کھلانہ چھوڑیں۔“

(۱۷) تفسیر ابن عطیہ، ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عبد الرحمن بن عطیہ الاندلسی، متوفی ۵۴۲ھ  
لما كانت عادة العربيات التبذل في معنى "الحجبة" وكن يكشفن  
وجوههن كما تفعل الإماماء وكان ذلك داعياً إلى نظر الرجال إليهن  
وتشعب الفكرة فيهن أمر الله ورسوله ﷺ يأمرهن بإدناء الجلابيب  
ليقع تسترهن ويبين الفرق بين الإماماء والحرائر، فتعرف الحرائر  
بسترهن (۲۶)

”چونکہ عرب خواتین کی (دورِ جاہلیت کی) عادات میں سے چھچھورا پن ابھی باقی تھا اور  
اسی کو وہ پردہ خیال کرتی تھیں اور وہ اپنے چہروں کو لونڈیوں کی طرح کھلا رکھتی تھیں اور  
ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ  
نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو چادریں لٹکانے کا حکم دیں تاکہ وہ مستور ہوں اور  
آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور ان کے مستور ہونے کے  
سبب ان کو آزاد عورتیں خیال کیا جائے۔“

(۱۸) تفسیر ابن عاشور، الشیخ محمد طاہر ابن عاشور الممالکی التونسی، متوفی ۱۳۹۳ھ

وكان عمر بن الخطاب مدة خلافته يمنع الإماماء من التتقع كي لا يلتسن  
بالحرائر ويضرب من تتقع منهن بالدرة ثم زال ذلك بعده (۲۷)  
”حضرت عمر بن خطابؓ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے  
تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو  
کوڑے سے مارتے تھے پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا۔“

(۱۹) فتح القدر، محمد بن علی بن محمد الشوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

قال الواحدی: قال المفسرون يعطين وجوههن و رؤوسهن إلا عيناً  
واحدة فيعلم أنهن حرائر فلا يعرض لهن بأذى (۲۸)  
”واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور  
اپنے سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں  
اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔“

(۲۰) روح المعانی، ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ

والظاهر أن المراد "بعليهن" على جميع أجسادهن وقيل: على

رؤوسهن أو على وجوههن لأن الذى كان يبدو منهن فى الجاهلية هو الوجه واختلف فى كيفية هذا التستر (۲۹)

”اور ظاہر میں ”عَلَيْهِنَّ“ سے مراد سارا جسم ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے سروں یا چہروں پر ڈال لو، کیونکہ دَورِ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ ان کا چہرہ تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کی اس کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔“

(۲۱) فتح البیان، صدیق بن حسن بن علی بن الحسین القتوبی، البخاری، المتوفی ۱۳۰۷ھ

قال الواحدى : قال المفسرون يعطين وجوههن ورؤوسهن إلا عيناً

واحدة فيعلم أنهن حرائر فلا يعرضن لهن باذى وبه قاله ابن عباس (۳۰)

”واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے کہا کہ وہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور یہی ابن عباس کا بھی قول ہے۔“

(۲۲) تفسیر نووی، محمد بن عمر الجاوی، متوفی ۱۸۹۸م

(أذنى) أى أحق بأن يعرفن أنهن حرائر وأنهن مستورات لا يمكن طلب

الزنا منهن لأن من ستر وجهها لا يطمع فيها أن تكشف عورتها (۳۱)

”اذنی“ سے مراد یہ ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔ ایسی صورت میں ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو عورت اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا ستر کھولے گی۔“

(۲۳) تفسیر مراغی، شیخ الأزرہ علامہ احمد بن مصطفیٰ المراغی

﴿يُدْنِينَ﴾ أى يرخين ويسدلن ويقال للمرأة إذا زل الثوب عن وجهها

”أدنى ثوبك على وجهك“ أى أقرب (۳۲)

”﴿يُدْنِينَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ (اپنی چادریں) نکالیں۔ عورت کا کپڑا جب اس کے چہرے سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر۔“

(۲۴) تفسیر سعدی، شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی، متوفی ۱۳۷۶ھ

أى يعطين بها وجوههن وصدورهن (۳۳)

”یعنی اپنے چہرے اور سینے ان (جلا بیب) کے ساتھ ڈھانپ لیں۔“

(۲۵) اَضْوَاءُ الْبَيَانِ، مُحَمَّدُ الْاَمِينُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَقَّارِ الشَّقِيقِيُّ، مَتُونِي ۱۳۹۳ھ

ومن أدلة القرآنية على احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتى وجهها قوله تعالى ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ فقد قال غير واحد من أهل العلم أن معنى يدنين عليهن من جلابيبهن 'أنهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن' (۳۴)

”عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی۔“

(۲۶) تفسیر ثنائی، ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

﴿يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلًّا لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ﴾ اى  
على وجوههن (۴۵)

”اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں، یعنی اپنے چہروں پر۔“

(۲۷) تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ مظہری النقشبندی، المتونی ۱۲۲۵ھ

قال ابن عباس وأبو عبيدة أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عينا واحدا ليعلم أنهن الحرائر و "من" للتبعيض لأن المرأة ترخي بعض جلابيبها (۳۶)

”ابن عباس اور ابو عبیدہ وغیرہ کا قول ہے کہ اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور "من" تبعيض کے لیے ہے، کیونکہ عورت اپنی چادر کا بعض حصہ (اپنے چہرے پر) لٹکاتی ہے۔“

(۲۸) أيسر التفاسير، الشيخ البوكري جابر الجعافري

يدنين عليهن من جلابيبهن اى يرخين اى وجوههن الجلاب حتى لا يبدو من المرأة إلا عين واحدة تنظر بها الطريق إذا خرجت لحاجة (۳۷)

”﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کا مطلب ہے کہ وہ جلاب اپنے چہرے پر اس طرح لٹکالیں کہ سوائے ایک آنکھ کے عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تاکہ جب وہ

ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلے تو رستہ دیکھ سکے۔“

(۲۹) البحر المدید، ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی، متوفی ۱۲۲۳ھ  
 ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَّا زَوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ  
 جَلَابِيبِهِنَّ“ اُی یرخین علی وجوہن من جلابیبہن فیغظین بہا وجوہن (۳۸)  
 ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَّا زَوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ  
 جَلَابِيبِهِنَّ“ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلاباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکالیں، اور  
 اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں۔“

(۳۰) التفسیر المنیر، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی

(بدنیں) الإدناء التقريب والمراد الإرخاء والسد على الوجه والبدن  
 وستر الزينة ولذا عدى بعلی... ومن للتبعيض فإن المرأة تغطي بعض  
 جلاببها وتلتفع ببعض والمراد یرخین بعضها على الوجه إذا خرج  
 لحاجتہن الا شيئاً قليلاً كعين واحدة (۳۹)

” (يُدْنِينَ) إدناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو  
 چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے ’علی‘ کے ساتھ متعدی کیا گیا... اور ’من‘ تبعیض کے  
 لیے ہے کیونکہ عورت اپنے جلاباب کے بعض حصے سے اپنا چہرہ ڈھانپتی ہے اور  
 بعض حصے سے اپنے جسم کو لپیٹی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے  
 باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلاباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا  
 لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔“

یہ تو علمائے متقدمین و متاخرین کی عربی تفاسیر تھیں۔ اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک  
 سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

(۳۱) معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

”اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو  
 بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا  
 کر چلیں۔ مروجہ برف بھی اس کے قائم مقام ہے۔“ (۴۰)

(۳۲) تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی

”موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا

ترجمہ صرف ”لیٹ لینا“ کرتے ہیں تاکہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کا مقصود اگر وہی ہوتا جو یہ حضرات بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ ”يُدْنِينَ إِلَيْهِنَّ“ فرماتا۔ جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ ”يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ“ کے معنی محض لیٹ لینے کے ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں ”مِنْ جَلَابِيهِنَّ“ کے الفاظ یہ معنی لینے میں اور زیادہ مانع ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں ”مِنْ“ تبعض کے لیے ہے، یعنی چادر کا ایک حصہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لیٹی جائے گی تو پوری چادر لیٹی جائے گی نہ کہ اس کا محض ایک حصہ۔ اس لیے آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لیٹ کر ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔“ (۴۱)

(۳۳) ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد

”آیت ۵۹ میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔“ (۴۲)

(۳۴) تذکر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی

”قرآن نے اس ”جلباب“ سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں زحمت پیش نہ آئے۔ یہی ”جلباب“ ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقعہ کو اس زمانے کے دلدادگان تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں، لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسولؐ سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں۔“ (۴۳)

(۳۵) ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری

”اے نبی مکرم! آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات، اپنی دخترانِ پاک، نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے

اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔“ (۴۴)

(۳۶) تفسیر احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف

”جلایب‘ جلاب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آنا چاہیے۔“ (۴۵)

(۳۷) معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی

”اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھر سے نکلنے وقت عورت کو اپنا سر اور چہرہ اور بدن چھپانا ضروری ہے کہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ موجود ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانے کے شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو ان کے فتنے سے بچائے۔“ (۴۶)

(۳۸) تفسیر عثمانی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَّا زَوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيهِنَّ﴾

”اے نبی! کہہ دیجیے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے

لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔“

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکالیں۔ (۴۷)

حضرت عائشہؓ کی صحیح احادیث اور ان ائمہ جلیل القدر مفسرین کی آراء کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ واویلا کرے کہ عربی زبان میں جلاب چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا اور اس آیت سے چہرے کا پردہ ثابت نہیں ہوتا، تو اس کو ہم یہی کہیں گے کہ تمہارے اس دعویٰ کے مطابق یہ تمام مفسرین عربی زبان سے ناواقف ہیں کیونکہ انھوں نے تو آیت جلاب میں ”جلاب مع الإدناء“ سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ امہات المؤمنین، بنات النبی ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے چھپانے کے حکم کا بدرجہ وجوب اثبات کر رہی ہے۔

## فصل دوم

## آیت زینت

اس فصل میں ہم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی روشنی میں چہرے کے پردے پر کچھ معروضات پیش کریں گے۔

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَىٰ الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (النور: ۳۱)

”اور (اے نبی!) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے، اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجیوں کے یا اپنے بھانجیوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زبردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔“

یہ آیت مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر درج ذیل اعتبارات سے دلالت کر رہی ہے:

## ۱) قرآن میں زینت کا مفہوم

قرآن میں زینت کا لفظ اکثر و بیشتر مادی چیزوں یعنی کپڑے اور بناؤ سنگھار کی اشیاء کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ عورت کے اعضاء (چہرہ وغیرہ) کے لیے۔ چہرے کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء اور زیورات بھی زینت کے مفہوم میں شامل ہیں کیونکہ وہ بھی مادی اشیاء ہی ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہو رہا ہے:

- ۱) ﴿يَسِّرُنَا ادْمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ.....﴾ (الاعراف: ۳۱)
- ۲) ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ.....﴾ (الاعراف: ۳۲)
- ۳) ﴿أَنَا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا.....﴾ (الكهف: ۷)
- ۴) ﴿وَمَا أَوْتَيْنَا مِنَ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا.....﴾ (القصص: ۶۰)
- ۵) ﴿أَنَا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكُوَاكِبِ.....﴾ (الصُّفَّت)
- ۶) ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً.....﴾ (النحل: ۸)
- ۷) ﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ.....﴾ (القصص: ۷۹)
- ۸) ﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.....﴾ (الكهف: ۴۶)
- ۹) ﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ زِينَةٌ.....﴾ (الحديد: ۲۰)
- ۱۰) ﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ.....﴾ (طه: ۵۹)
- ۱۱) ﴿وَلَكِنَّا حَمَلْنَا أَوْزَارًا مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ.....﴾ (طه: ۸۷)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے قواعد و اسالیب کے مطابق لفظ زینت کا اطلاق مادی اشیاء پر بھی ہوتا ہے اور عورت کے اعضاء پر بھی ہو سکتا ہے لیکن اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنی میں قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہو تو جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا تو اس لفظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جس معنی میں وہ لفظ قرآن میں اکثر طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامہ شفق علی تفسیر القرآن بالقرآن کے اس قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإن من أنواع البيان التي تضمنها أن يكون الغالب في القرآن إرادة معنى معين في اللفظ مع تكرار ذلك اللفظ في القرآن فكأن ذلك المعنى هو المراد من اللفظ في الغالب يدل على أنه هو المراد في

محل النزاع دلدار لہ غلبۃ إرادته فی القرآن بذلك اللفظ (۴۸)

”اور انواع البیان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں ایک لفظ کا کثرت سے ایک معین معنی مراد لیا گیا ہو جبکہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہو تو قرآن میں اس لفظ سے اس معین معنی کا کثرت سے مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہوگا وہاں یہی غالب معنی مراد ہوگا۔“

چونکہ قرآن میں اکثر طور پر زینت کا لفظ کپڑوں یا بناؤ سنگھار کی ماڈی چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے لہذا ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ میں اختلاف کی صورت میں زینت سے مراد وہ ظاہری اشیاء ہیں جن کو عورت اپنی زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے مثلاً بالیاں، کانٹے، پازیب، چوڑیاں اور ہار وغیرہ۔ اس کی تائید اس آیت کے الفاظ ”وَلَا يَصْرُفْنَ بَارِجِلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ“ سے بھی ہو رہی ہے، کیونکہ ان الفاظ میں زینت سے مراد قطعی طور پر مادی زینت ہی ہے۔ جب لفظ زینت سے مراد مادی زینت ہے تو پھر استثناء بھی اس چیز کا ہونا چاہیے جو کہ مادی اشیاء میں سے ہو اس لیے ہمارے نزدیک ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ“ میں عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ زینت کو ظاہر نہ کرے یعنی اس کو چھپائے اور ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ سے مراد ہے کہ وہ زینت جو از خود ظاہر ہو جائے اور جس کو چھپانے میں مشقت ہو مثلاً آنکھوں کا سرمہ ہاتھوں کی مہندی اور کپڑوں کی زینت وغیرہ۔ اس زینت کا ظاہر ہونا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے۔

یہ ذہن میں رہے کہ زینت کو چھپانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامات زینت بھی چھپ جائیں کیونکہ جب بھی کوئی عورت اپنی زینت کو چھپائے گی تو مقامات زینت از خود چھپ جائیں گے کہ جن کا چھپانا شریعت کا اصل مقصود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب شریعت کا اصل مقصود مقامات زینت کو چھپانا ہے تو مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت کو استعمال کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ علامہ زحشری نے اس کی وضاحت کی ہے:

وذكر الزينة دون واقعها للمبالغة في الأمر بالنصون والتستر (۴۹)

”مقامات زینت کی بجائے زینت کے الفاظ اس لیے استعمال کیے گئے ہیں تاکہ ان

مقامات کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے حوالے سے حکم میں مبالغہ کیا جاسکے۔“

یعنی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مقامات زینت تو کیا اس زینت کو بھی چھپاؤ جس کو تم نے پہن

رکھا ہے باوجودیکہ اشیائے زینت کو چھپانا اصلاً مقصود نہیں ہے۔

## (۲) مقاصد شریعہ اور چہرے کا پردہ

اس آیت مبارکہ (النور: ۳۱) میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل و نسب انسانی کی حفاظت ہے۔ نسل انسانی کی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ”وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ“ میں حفظِ فروج کا حکم دیا جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لیے ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ“ میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی نتیجہ چہرے کو چھپانے کی صورت میں نکلتا ہے۔ چونکہ زنا کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں ”مکملاتِ مصالحِ شریعت“ کہتے ہیں۔ اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات، حاجیات اور تحسینات کے ساتھ ان کے ”مکملات“ کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ مکملات کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں:

شرع اللہ تعالیٰ أحكاما أخرى لتكميل أنواع المقاصد السابقة من

ضروریات و حاجیات و تحسینیات، كالتممة و التكملة لها (۵۰)

”اللہ تعالیٰ نے سابقہ مقاصد شریعہ ضروریات، حاجیات اور تحسینات کی تکمیل کے کچھ

اور احکامات جاری کیے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تہمتے اور تکمیلے کا درجہ رکھتے ہیں۔“

لہذا حفظِ فروج کے حکم ضروری کی تکمیل کے لیے اس آیت مبارکہ کے الفاظ ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ“ میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔ عورت کا چہرہ زنا کا داعیہ ہے۔ اس کی دلیل

اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن عباس قال كان الفضل رديف النبي ﷺ فجاءت

امراً من خثعم، فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر إليه، فجعل النبي ﷺ

يصرف وجه الفضل إلى الشق الآخر (۵۱)

”حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے ان کے بھائی فضل بن عباسؓ حجۃ الوداع

کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خثعم قبیلہ کی ایک عورت

آئی۔ فضل بن عباسؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے

رسول ﷺ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اس کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔  
یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے  
رسول ﷺ نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سد باب کیا۔ جہاں تک اس بات کا  
تعلق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو چہرے کے پردے کا حکم کیوں نہ دیا، تو اس کی  
وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لیے اپنے  
چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے۔

### ۳) دلالت اؤلیٰ کے طریق سے

”دلالت اولیٰ“ استنباط احکام کے طریق میں سے ایک طریقہ ہے جس کو اصولیین کی  
اصطلاح میں دلالت نص یا فحوی خطاب یا مفہوم موافقت یا قیاس جلی بھی کہتے ہیں۔ آیت کا  
حصہ ”وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ“ کی دلالت اؤلیٰ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا  
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سینوں  
کو خوب اچھی طرح ڈھانپیں اور اپنی قمیصوں پر ایک اضافی چادر ڈال لیا کریں تاکہ ان کی  
گردن اور سینے کے ابھار وغیرہ ظاہر نہ ہوں، اور اس طرح فتنے کے ادنیٰ سے اندیشے کو بھی ختم کیا  
جاسکے۔ چونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں سینوں پر بکل نہ مارنے کی نسبت فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے  
اس لیے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم اس نص سے بطریق اؤلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ”وَلَا تَقُلْ  
لَهُمَا قَوْلٌ“ میں بظاہر تو والدین کو اؤف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن دلالت اؤلیٰ کے طریق سے  
والدین کو برا بھلا کہنا، گالیاں دینا اور مارنا بھی اسی نص کے تحت منع ہے۔ حضرت عائشہؓ اس آیت  
مبارکہ کے نزول کے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

یرحم الله نساء المهاجرات الأول لما أنزل الله ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ شققن مروطن فاختمرن بها (۵۲)

”اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے! جب اللہ تعالیٰ نے آیت

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو

پھاڑ کر اوڑھ لیا۔“

اس بارے میں حافظ ابن حجر کا قول ہے:

فاختمرن أي غطين وجوههن (۵۳)

”فاختمرن“ سے مراد ہے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔“

## ۴) فعل لازم کا استعمال

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں مطلقاً زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ یعنی سوائے اس کے جو اس زینت میں سے خود بخود ظاہر ہو جائے، میں فعل لازم استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن نہ ہو جیسے کپڑے، گاؤن یا برقعے وغیرہ کی زینت۔ البتہ اگر نص میں فعل متعدی کے ساتھ ”إِلَّا مَا أَظْهَرْنَ مِنْهَا“ یعنی سوائے اس کے جو وہ اس زینت میں سے ظاہر کریں کے الفاظ ہوتے تو ایسی صورت میں چہرے کو مستثنیٰ سمجھا جاسکتا تھا، کیونکہ چہرے کی زینت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔

## ۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر

۱) ابن جریر طبری نے ”جامع البیان“ میں ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حدثني يونس قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرني الثوري عن أبي إسحاق الهمداني عن أبي الأحوص عن ابن مسعود قال ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال: الثياب (۵۴)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔“

۲) امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت اس سند کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرني عبد الله بن محمد الصيدلاني ثنا إسماعيل بن قتيبة ثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا شريك عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ قال لا خلع خال ولا شنف ولا قرط ولا قلادة ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب (۵۵)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زینت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے پازیب بالیاں اور ہار وغیرہ مراد ہیں اور ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ سے کپڑے مراد ہیں۔“

بعض منکرین حجاب نے اس حدیث کی سند پر دو اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ایک یہ کہ

اس کا ایک راوی ابواسحاق السبعی ”مدلس“ راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور دوسرا اعتراض یہ کہ وہ ”مغلط“ ہے یعنی اپنی بیان کردہ روایات کو غلط ملط کر دیتا ہے۔ اس سند پر اعتراضات کے حوالے سے منکرین حجاب کی خدمت میں ہم چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔

### ابواسحاق اور تدلیس

امام حاکم اور امام ذہبی کی تصحیح: اس سند کو امام حاکم نے ”متدرک حاکم“ میں صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اپنی ”تلخیص“ میں اس سند کے صحیح ہونے میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه (٥٦) ووافقه

الذهبي في تلخيصه (٥٧)

”یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے، اگرچہ انہوں نے اسے اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور امام ذہبی نے بھی اپنی کتاب ”تلخیص“ میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔“

اس حدیث کی سند درجہ ”صحیح“ ہے۔ امام ذہبی وہ امام ہیں کہ اگر وہ کسی حدیث کی تصحیح میں امام حاکم کی موافقت اختیار کر لیں تو محقق العصر علامہ البانی جیسے علماء بھی ان کی تحقیق ہی نقل کر دیتے ہیں اور اس حدیث کی اپنے طور پر تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے ”حجاب المرأة المسلمة“ کا حاشیہ دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے ”حجاب المرأة المسلمة“ میں ابن مسعود کا قول نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ البانی نے بھی اس قول کی صحت میں امام ذہبی کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔

ہم یہی عرض کریں گے کہ ہمارے ناقدین صرف اتنا جانتے ہیں کہ ابواسحاق السبعی ”مدلس“ راوی ہے اور مدلس کا عنعنہ قابل قبول نہیں، لیکن امام حاکم اور امام ذہبی جیسے جلیل القدر محدثین اس بات سے بھی خوب واقف تھے کہ فلاں مدلس راوی کا عنعنہ فلاں استاذ سے ہو تو وہ سماعت پر محمول ہوگا۔ یہ اصول حدیث کے فن کی وہ باریکیاں ہیں جن کا لحاظ ہمارے ہاں بہت سارے محققین نہیں رکھتے۔ لہذا اس حدیث کی صحت کے بارے میں منکرین حجاب کی نسبت ہم امام ذہبی اور امام حاکم کی تحقیق پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ امام حاکم اور امام ذہبی کے اس قول کی تصحیح کے بعد کچھ لکھنے کی ضرورت تو نہیں لیکن اطمینان قلب کی خاطر ہم مدلس راوی کی

معنعن روایات کے بارے میں اہل علم حضرات کی بعض تحقیقات پیش کیے دیتے ہیں۔

(۱) ابواسحاق السبیبی اور امام مسلم: امام مسلم نے ابواسحاق کے معنعنہ کو اپنی صحیح میں قبول کیا ہے جب کہ صحیح مسلم کی صحت پر اجماع ہے۔

ذیل میں ہم صحیح مسلم کی دو احادیث کی اسناد پیش کیے دیتے ہیں جن میں امام مسلم نے ابو اسحاق کا معنعنہ نقل کیا ہے:

(۱) حد ثنا محمد بن المثنی وابن بشار واللفظ لابن المثنی قال حدثنا محمد بن

جعفر حدثنا شعبة عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله عن النبي

ﷺ أنه قال: ((لَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي أَحَدًا حَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ)) (۵۸)

(۲) حد ثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا

شعبة عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص عن عبد الله عن النبي ﷺ أنه كان

يقول: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَىٰ وَالْتَّقَىٰ وَالْعِفَافَ وَالْغِنَىٰ)) (۵۹)

اگر مدلس راوی کا معنعنہ مطلقاً ناقابل قبول ہوتا تو صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات نہ ہوتیں۔ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات کی موجودگی اس بات کی شاہد ہے کہ یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے جتنا کہ بعض نام نہاد محققین نے سمجھ لیا ہے۔ اہل علم کے ہاں اس کے اصول و ضوابط ہیں جن کے مطابق بعض اوقات مدلس راوی کا معنعنہ بھی قابل قبول ہوتا ہے اور سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

(۲) امام نوویؒ ”صحیح مسلم“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

أن ما فيهما وفي غيرهما من الكتب الصحيحة من المدلسين بعن

محمول على ثبوت سماعه من جهة أخرى (۶۰)

”بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ صحیح کتب میں موجود مدلسین راویوں کی جو روایات

”عن“ سے منقول ہیں ان روایات کا کسی دوسری سند سے سماع ثابت ہوتا ہے۔“

(۳) علامہ محمد بن ابراہیم الصنعانی اپنی کتاب ”تنقيح الا نظار“ میں فرماتے ہیں:

إذا ثبت عن الثقة البصير باللفن الفارس فيه أنه لا يقبل المدلس بعن

وأن التدليس عند ه مذموم، ثم رأينا ه يروى أحاديث على هذه الصفة

ويحكم بصحتها كان نصح على عدم قبولها يدل على أنه قد عرف

اتصالها من غير تلك الطريق (۶۱)

”جب ثقہ اور فن کے ماہر سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس کا معنیہ قبول نہیں کرتا اور تدلیس اس کے نزدیک مذموم ہے، پھر ہم دیکھیں کہ وہ مدلس راویوں کے معنیہ کے ساتھ روایات نقل کرتا ہے اور ان کی صحت کا حکم لگاتا ہے، جبکہ وہ روایات ناقابل قبول ہوں، تو یہ طرز عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ روایات ایک دوسری سند سے متصل ہیں۔“

### ابو اسحاق اور اختلاط

منکرین حجاب ابو اسحاق السبعی پر ”مختلط“ ہونے کا عیب تو لگاتے ہیں، لیکن زمانہ اختلاط کا تذکرہ گول کر جاتے ہیں۔ ابو اسحاق اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

مكثر، ثقة، عابد، من الثالثة، اختلط بآخرة (۶۲)

”کثرت سے روایت کرنے والا ہے، ثقہ ہے، عابد ہے، تیسرے طبقے کا راوی ہے، اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا۔“

اور امام ذہبی نے تو اس کے اختلاط کا بھی انکار کیا ہے۔ امام ذہبی ابو اسحاق السبعی کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

من ائمة التابعين بالكوفة واثباتهم إلا أنه شاخ ونسي ولم يختلط (۶۳)

”کوفہ کے تابعی اماموں میں سے ہیں اور ثابتین میں سے ہیں، مگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے بھول جاتے تھے لیکن مختلط نہ تھے۔“

دوسری بات یہ ہے کہ مختلط کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات قابل قبول ہیں جبکہ اختلاط کے بعد کی روایات قابل رد ہیں۔ ابو اسحاق السبعی جب اپنی عمر کے آخری حصے میں مختلط ہو گیا تو اس کے زمانہ اختلاط میں صرف سفیان بن عیینہ نے اس سے روایات بیان کی ہیں، اس لیے ابو اسحاق کی وہ روایات جو سفیان بن عیینہ سے منقول ہیں وہ مردود ہوں گی اور اس کے ماسوا کی روایات قابل قبول ہوں گی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

وقال الفسوی: قال ابن عیینة حدثنا أبو إسحاق فی المسجد لیس

معنا ثالث، وقال الفسوی: فقال بعض أهل العلم كان قد اختلط وإنما

ترکوه مع ابن عیینة لا اختلاطه (۶۴)

”فسوی نے کہا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ابو اسحاق مسجد میں ہمیں حدیث بیان کرتے تھے

اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ ہوتا تھا۔ اور فسوی نے کہا کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ مختلط ہو گیا تھا اور اہل علم نے اس کے اختلاط کی وجہ سے اس کی ان روایات کو لینا چھوڑ دیا جو کہ وہ ابن عیینہ سے بیان کرتا تھا۔“

## ۶) آیت کا سیاق و سباق

آیت کے اس حصے ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں تا کہ ان کے پاؤں یا چال کی زینت یا پازیب وغیرہ کی جھنکار سن کر مردان کی طرف متوجہ نہ ہوں، کیونکہ اس طرح عورت کی یہ مخفی زینت ظاہر ہو کر مردوں کے لیے فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ فتنے کے اندیشے کو بھی ختم کرنے کے لیے عورتوں کو پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے روک رہی ہے اس شریعت کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اسی آیت میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے رہی ہے، ایک عام انسان کی سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ چہرے کی زینت بہر حال قدموں کی چاب اور انداز کی زینت سے بہت بڑھ کر ہے، اس لیے ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کے ذریعے چہرے کا استثنیٰ کرنا قرآن کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ)) قالت أم سلمة يا رسول

الله! فكيف تصنع النساء بذيولهن؟ قال: ((تُرْحِيْنَهُنَّ شِبْرًا)) قالت: إذا

تنكشفت أقدامهن؟ قال: ((تُرْحِيْنَهُنَّ ذِرَاعًا لَا تَرُدُّنَّ عَلَيْهِ)) ((٦٥))

”جس نے تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو لٹکایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی

طرف نظر نہیں فرمائیں گے۔“ تو اُم سلمہؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ!

عورتیں اپنے پلو (کپڑے کا نچلا کنارہ جس کو اردو زبان میں دامن بھی کہتے ہیں) کا کیا

کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ”تم عورتیں اسے ایک بالشت لٹکالیا کرو۔“ حضرت اُم سلمہؓ

نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ”تم عورتیں اپنے

پلو کو ایک ہاتھ لٹکالیا کرو اور اس سے زیادہ نہ لٹکاؤ۔“

حضرت اُم سلمہؓ کا پاؤں کھلے رہ جانے کے بارے میں سوال کرنا اور آپؐ کا ان کو

جواب دینا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ پاؤں کا ڈھانپنا بھی واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے

بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پاؤں کے ڈھانپنے کو واجب قرار دیا ہے اور عورت

کے پاؤں کو اس کے ستر میں شمار کیا ہے۔ جب پاؤں ڈھانپنے کی اس قدر تاکید قرآن و سنت میں ہے تو چہرہ ڈھانپنے کے بارے میں قرآن و سنت کیسے خاموش رہ سکتے ہیں!

(حضرات عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اقوال

حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے حوالے سے جو دو اقوال ”إلا ما ظهر منها“ کی تفسیر میں نقل کیے جاتے ہیں وہ ضعیف ہیں۔

ابن عباسؓ کا قول: جہاں تک ابن عباسؓ کے قول کا تعلق ہے اس کی دو اسناد کا ہم ذکر کر دیتے ہیں:

(۱) حدثنا أبو كريب قال حدثنا مروان قال حدثنا مسلم الملائى عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ قال : الكحل والخاتم (۶۶)

”ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔“

اس کی سند میں مسلم الملائى راوی ضعیف ہے۔ امام مزى ”مسلم الملائى“ کے ترجمے میں علمائے جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال عمرو بن على : وهو منكر الحديث جدا، وقال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى بن معين : يقال إنه اختلط، وقال أبو زرعة : ضعيف الحديث، وقال أبو حاتم : يتكلمون فيه وهو ضعيف الحديث، وقال البخارى : يتكلمون فيه، وقال أبو داود : ليس بشيء، وقال الترمذى : ضعيف، وقال النسائى : ليس بشقة (۶۷)

”عمرو بن علی نے کہا کہ وہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ابن ابی خیثمہ ”یحییٰ بن معین“ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مختلط ہے۔ ابو زرعة نے کہا کہ ضعیف الحدیث ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کے بارے میں کلام ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ترمذی نے کہا ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔“

(۲) امام بیہقی نے اس روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وسعيد بن أبي عمرو، قال حدثنا أبو العباس

محمد بن یعقوب قال حدثنا أحمد بن عبد الجبار قال حدثنا حفص بن غياث عن عبد الله بن مسلم بن هرمز عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال : ما فى الكف والوجه (۶۸)

”حضرت سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ”وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ.....“ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جو ہتھیلی یا چہرے میں ہو۔“

اس حدیث کی سند میں ”احمد بن عبد الجبار“ اور ”عبداللہ بن مسلم بن ہرمز“ دو راوی ضعیف ہیں۔ احمد بن عبد الجبار کے ترجمے میں امام مزنیؒ لکھتے ہیں:

قال محمد بن عبد الله الحضرمي : كان يكذب، وقال الحاكم أبو عبد الله الحافظ : ليس بالقوى عندهم؛ وقال أبو احمد ابن عدى: رأيت أهل العراق مجمعين على ضعفه (۶۹)

”محمد بن عبداللہ الحضرمی نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا۔ ابو عبداللہ حافظ نے کہا کہ محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ میں نے اہل عراق کو دیکھا کہ وہ احمد بن عبد الجبار کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔“

ابن عمرؓ کا قول: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

شبابة بن سوار قال نا هشام بن الغاز قال نا نافع قال ابن عمر: الزينة الظاهرة الوجه والكفان (۷۰)

”حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں۔“

اس حدیث کی سند میں ”شبابہ بن سوار“ راوی ایسا ہے جس کی تضعیف اور توثیق میں علمائے جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ شخص عقیدے کے اعتبار سے مرجئی تھا اور اپنے اس بدعتی عقیدے کی طرف داعی بھی تھا جس کی وجہ سے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر محدث نے اس کی احادیث کو مردود قرار دیا ہے۔ امام مزنیؒ شبابہ بن سوار کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال أبو حاتم: صدوق يكتب حديثه ولا يحتج به، قال أحمد بن أبي يحيى سمعت أحمد بن حنبل و ذكر شبابة فقال تركته لم اكتب عنه للإرجاء (۷۱)  
 ”امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ صدوق ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔ احمد بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ انھوں نے شبابہ کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے مرجئی ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ بھی نہیں لکھا۔“

## ۸) حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے اقوال کا صحیح مفہوم

ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا اقوال کی علماء نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول زینت ممنوعہ کے بیان میں ہے نہ کہ زینت ظاہرہ کے بیان میں۔ یعنی انھوں نے اپنے ان اقوال کے ذریعے ”ولا یبیدین زینتھن“ کی تفسیر بیان کی ہے نہ کہ ”إلا ما ظهر منها“ کی۔

(۲) ان اقوال سے مراد تو زینت ظاہرہ ہی ہے لیکن یہ وہ زینت ظاہرہ ہے کہ جس کا ظاہر کرنا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے۔ مثلاً آنکھوں کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی اور انگٹھی وغیرہ، جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی بعض روایات میں انھی چیزوں کا تذکرہ ہے۔

(۳) ان حضرات کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد تو چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں لیکن اتفاقاً ان دونوں کا کھلنا مراد ہے نہ کہ عمداً جیسے ہوا وغیرہ سے چادر کا اڑ جانا اور ابن عمرؓ کے قول کی یہ بہترین توجیہ ہے۔

(۴) ان سے مراد گھر میں عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے جیسا کہ ابن عباس کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

(۵) ان سے مراد عادتاً عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے۔

آخری توجیہ قرآن کے سیاق و سباق کے خلاف ہے جبکہ پہلی چار اس کے سیاق و سباق کے مطابق ہیں۔ اس لیے اس قول کے صحیح ثابت ہونے پر بھی اس کی صرف وہی توجیہ درست ہوگی جو کہ قرآن کے سیاق و سباق کے مطابق ہو جیسا کہ ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں کہ ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ سے چہرہ مراد لینا ”وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ“ اور ”وَلْيَضُرَّ بَنِي بِخُمْرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ“ اور ”وَلَا يَضُرُّ بَنِي بَارِجِهِنَّ لِيَعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ“ کے خلاف ہے۔

## ۹) اگر زینت سے چہرہ مراد لیا جائے؟

اگر اس تفسیر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ ”الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ میں چہرہ بھی داخل ہے تب بھی اس سے وہ معنی نہیں نکلتا جو منکرین حجاب نکالنا چاہتے ہیں، کیونکہ ”ظہر“ فعل لازم ہے۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے کبھی چہرہ کھل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و يظهر لى بحكم الفاظ الآیة أن المرأة مأمورة بألا تبدى وأن تجتهد فى الإخفاء لكل ما هو زينة ويقع الاستثناء فى كل ما غلبها فظهر بحكم ضرورة حرکته فیما لا بد منها أو إصلاح شان فما ظهر على هذا الوجه فهو المعفى عنه (۷۲)

”آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح سے چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آجائے، مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔“

## ۱۰) سورة النور کی آیت کا موقع و محل

”سورة النور“ کی پردے کی آیات گھر کے اندر کے پردے کے متعلق ہیں نہ کہ گھر کے باہر کے پردے کے، جبکہ گھر سے باہر پردے کا ذکر ”سورة الاحزاب“ کی آیات میں ہے۔ ان احکامات کا آغاز ہی گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے ہو رہا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا  
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا﴾

”اے اہل ایمان اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کر لو۔“

قرآن کی آیات ”قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم... لعلکم تفلحون“ کو اس

کے اس سیاق و سباق میں سمجھیں تو یہ آیت اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ یہاں مؤمنین کو کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھائے جا رہے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی قرآن میں ستر و حجاب کے احکامات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کر کے گھروں کے اندر آنے جانے سے متعلق دیے گئے ہیں اور جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر داخل ہو تو اس کو کن آداب و قواعد کی پابندی کرنی چاہیے اور گھر کی عورتوں پر ایسی صورت میں کیا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں۔“ (۷۳)

یعنی اس آیت مبارکہ میں گھر میں کثرت سے داخل ہونے والے نامحرم رشتہ دار مثلاً بہنوئی، داماد، خالو، پھوپھا وغیرہ کے بارے میں گھر کی خواتین کو کچھ اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔ چونکہ گھر میں رہتے ہوئے ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے زینت کے اظہار کا امکان زیادہ تھا اس لیے خواتین کو ان حضرات کے سامنے زینت کے اظہار سے روک دیا گیا اور مردوں کو کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت غص بصر کا حکم دیا گیا کیونکہ گھر میں کام کاج کے دوران عورت کی زینت کے اظہار اور ستر کے کھل جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لہذا مردوں کو غص بصر کا حکم دیا گیا۔ اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ جب عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم ہے تو مردوں کو غص بصر کا حکم جاری کرنے کا کیا معنی ہے۔ مردوں کو درحقیقت انہی مخصوص مقامات کے حوالے سے غص بصر کا خصوصی حکم جاری کیا گیا ہے جن کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔ اسی طرح اس کے ساتھ گھر کے دوسرے محرم رشتہ داروں کی فہرست بھی بیان کر دی گئی کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار اور کسی حد تک ستر کا کھلا رکھنا مثلاً بال، گردن اور بازو وغیرہ جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک بھی اس آیت کا موقع محل گھر ہی ہے اور عورت کو گھر میں داخل ہونے والے غیر محرم مردوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کرنے سے روکا گیا ہے۔ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

حدثنی علی قال قال ثنی عبداللہ قال ثنی معاویة عن علی عن ابن عباس قوله ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ قال: الزينة الظاهرة والوجه، وكحل العين وخضاب الكف والخاتم فهذه تظهر فی بیتها لمن دخل من الناس علیها (۷۴)

”حضرت ابن عباسؓ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زینت سے مراد ظاہری زینت ہے اور چہرہ آنکھوں کا سرمہ، ہاتھ کی مہندی اور انگلی بھی اس میں شامل ہیں اور یہ زینت وہ ہے جو عورت ان لوگوں کے سامنے ظاہر کرتی ہے جو اس کے گھر میں داخل ہوتے ہیں (لہذا اس زینت کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ میں منع کیا ہے۔“

مراد یہ ہے کہ یہ وہ زینت ہے جس کے ظاہر ہونے کا امکان گھر میں آنے جانے والے لوگوں اور رشتہ داروں کے سامنے زیادہ ہوتا ہے لہذا اس کے ظاہر کرنے سے خصوصاً منع کیا ہے۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن یہ روایت ”منقطع“ ہے۔ علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان ایک راوی مجاہد بن جبر کی گری گیا ہے۔ یہ راوی بھی ثقہ ہے۔ امام مزنی، علی بن ابی طلحہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روی عن عبد الله بن عباس مرسل بينهما مجاهد

”اس نے ابن عباس سے مرسل روایات بیان کی ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان مجاہد بن جبر راوی گرا ہوا ہے۔“

قال ابن طهيمان عن بن معين لم يسمع عن ابن عباس شيئاً فروى  
مرسلاً (۷۵)

”ابن طہیمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ علی نے ابن عباس سے کچھ نہیں سنا بلکہ ابن عباس سے مرسل روایت نقل کرتا ہے۔“

پس اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا کہ عورت کے لیے اپنی زینت کو ظاہر کرنا حرام ہے اور اس کی زینت میں اس کا چہرہ بھی شامل ہے، ہاں ایسی زینت کہ جس کے چھپانے میں عورت کے لیے مشقت ہو جیسے آنکھوں کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی یا خضاب وغیرہ یا ایسی زینت جو بلا قصد و ارادہ ظاہر ہو یا ایسی زینت جو مجبوراً ظاہر کرنی پڑے تو اس کی رخصت ہے۔

## فصل سوم

### آیتِ حجاب

چہرے کے پردے کے وجوب کی تیسری دلیل ”سورۃ الاحزاب“ کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَظْرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زُوجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۗ إِن تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۗ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِينَ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۗ﴾ (الأحزاب)

”اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل مت ہو مگر یہ کہ تم کو کھانا کھلانے کے لیے بلایا جائے (ایسے وقت میں) کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، لیکن جب تم کو (کھانے کے لیے) بلایا جائے تو اسی وقت جاؤ، پھر جب کھانا کھا لو تو (وہاں) سے چلے جاؤ اور باتیں کرنے کے لیے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ بے شک تمہارا یہ عمل پیغمبر کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (کچھ کہنے سے) شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ (عمل) بہت زیادہ پاک کرنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کو بھی۔ اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم آپ کی بیویوں

سے آپؐ (کی وفات) کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کر دیا اس کو چھپا لو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ان (ازواجِ مطہرات) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (سے پردہ نہ کرنے) کے بارے میں اور اپنے بیٹوں سے اور اپنے بھائیوں سے اور اپنے بھتیجیوں سے اور اپنے بھانجیوں سے اور اپنی (مسلمان) عورتوں سے اور اپنے غلام لونڈیوں سے اور تم (اے ازواجِ مطہرات) اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔“

## آیہ مبارکہ کا شانِ نزول

(۱) اس آیہ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قال عمر قلت يا رسول الله! يدخل عليك البر والفاجر فلو أمرت

أمهات المؤمنين بالحجاب فأنزل الله آية الحجاب (۷۶)

”حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں، کاش کہ آپؐ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرمادی۔“

(۲) حضرت انسؓ سے ہی ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِهَذِهِ الْآيَةِ آيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا أَهْدَيْتِ زَيْنَبَ إِلَى رَسُولِ

اللَّهِ ﷺ كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنْعَ طَعَامٍ وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوا

يَتَحَدَّثُونَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قَاعِدُونَ يَتَحَدَّثُونَ

فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ

لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِينَ إِنَّهُ ۖ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾

فَضْرَبَ الْحِجَابَ وَقَامَ الْقَوْمُ (۷۷)

”میں اس آیت یعنی آیتِ حجاب کے (سببِ نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ

جانتا ہوں۔ جب حضرت زینبؓ کو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا اور وہ آپؐ کے ساتھ

گھر میں تھیں، آپؐ نے کھانا تیار کیا اور صحابہؓ کی دعوت (ولیمہ) کی۔ (کھانا کھانے

کے بعد) لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے۔ آپؐ باہر نکلتے اور واپس آتے تو لوگ پھر

بھی بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا

يُؤْتِ النَّبِيَّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرٍ نَبْظِيرِينَ إِنَّهُ ﴿٤٠﴾ سے لے کر ﴿مَنْ  
وَرَأَىٰ حِجَابًا﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ پس (اس کے بعد) پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ  
اٹھ کر چلے گئے۔“

## آیت کے اجزاء

اس آیت مبارکہ میں چار باتوں کا تذکرہ ہے:

(۱) جس مسئلہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ مسئلہ حجاب ہے۔

(۲) اس آیت میں خطاب ازواجِ مطہرات پر ہے۔

(۳) حکم حجاب کے وجوب کا ہے۔

(۴) حکم کی علت، طہارتِ قلب کا حصول ہے، یعنی دل پاک ہو جائیں۔

پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں جن پر منکرین و مخالفین حجاب کا بھی اتفاق ہے، لیکن چوتھی بات میں اختلاف ہے۔ اس لیے تمام منکرین حجاب ازواجِ مطہرات کے لیے تو پردے کا وجوب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں، لیکن عام اہل ایمان عورتوں کو اس آیت کے حکم میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے حق میں خاص ہے اور ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم دینے کی علت ان کا احترام و اکرام ہے نہ کہ طہارتِ قلب۔ ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے لیے ہی خاص ہے یا اس کا حکم عام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے!

## حکم کی علت

حجاب کا جو حکم اس آیت مبارکہ میں وارد ہوا ہے وہ معلل ہے (یعنی اس کی علت اور وجہ بیان کی گئی ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاسْتَلْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾

” (اے مسلمانو!) پس تم ان (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھی بہت زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اور ان کے دلوں کو بھی۔“

حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ ﴿ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ ہے۔ یہ علت عام ہے، کیونکہ طہارتِ قلب کی ضرورت جتنی ازواجِ مطہرات کو ہے اتنی ہی عام

مسلمان عورتوں کو بھی ہے، لہذا علت عام ہوئی، اور علت کا عام ہونا حکم کی عمومیت کی دلیل ہے۔ نص میں مذکور اس قسم کی علت کو معلوم کرنے کے طریقہ کار کو اصولیین کے نزدیک ”مسلك الإيماء والتنبیہ“ کہتے ہیں۔ امام شوکانیؒ اس مسلك کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المسلك الثالث الإيماء والتنبیہ وضابطه الاقتران بوصف لو لم يكن هو أو نظيره للتعليل لكان بعيدا فيحمل على التعليل دفعا للاستبعاد (٧٨)  
 ”مسلك علت میں سے تیسرا مسلك ”الإيماء والتنبیہ“ ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حکم کسی ایسے وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو کہ اگر وہ وصف یا اس کی نظیر علت نہ ہوتی تو وہ حکم بعید از فہم ہوتا، لہذا اس وصف کو اس حکم کی علت بنایا جائے گا تاکہ حکم کی تفہیم میں رکاوٹ کو دور کیا جاسکے۔“

علامہ شفق علیؒ ”مسلك الإيماء والتنبیہ“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو أن يقترن وصف بحكم شرعي على وجه لو لم يكن فيه ذلك الوصف علة لذلك الحكم لكان الكلام معيياً عند العارفين (٧٩)  
 ”مسلك الإيماء والتنبیہ“ یہ ہے کہ کوئی حکم شرعی کسی وصف کے ساتھ اس طرح مل کر آئے کہ اگر وہ وصف اس حکم کی علت نہ بنایا جائے تو وہ کلام عارفین کے نزدیک عیب والا کلام ہوگا۔“

اگر ہم حکم حجاب کے فوراً بعد مذکورہ وصف ”طہارتِ قلوب“ کو اس کی علت نہ مانیں تو یہ کلام ”عیب والا کلام“ شمار ہوگا۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ ”طہارتِ قلوب“ حکم حجاب کی علت ہے اور کلام الہی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

### اصل سے فرع میں حکم کا اجراء

جب حکم کی علت معلوم ہوگئی تو قیاس کے معروف اصول سے حجاب کا حکم از وارج مطہرات کی طرح عام اہل ایمان عورتوں کے لیے بھی ثابت ہو گیا۔ ارکان قیاس چار ہیں: اصل، فرع، حکم اور علت۔ مذکورہ آیت میں اصل ”از وارج مطہرات“ ہیں، فرع ”عام اہل ایمان کی عورتیں“ ہیں، حکم ”وجوب حجاب“ کا ہے اور علت ”طہارتِ قلب“ ہے۔ عام اہل ایمان عورتیں از وارج مطہرات کی نسبت ”طہارتِ قلوب“ کی زیادہ محتاج ہیں۔ لہذا جب علت کا اصل (یعنی از وارج مطہرات) کی نسبت فرع (یعنی عام اہل ایمان عورتوں) میں زیادہ اثبات ہے تو حکم حجاب بھی از وارج مطہرات کی نسبت عام اہل ایمان عورتوں میں زیادہ تاکید

کے ساتھ ثابت ہوگا۔

## آیت حجاب کی عمومیت

یہ آیت مبارکہ اُمہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ تمام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے۔ درج ذیل قرائن اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں۔

(۱) اصول تفسیر کا قاعدہ: اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ہے ”العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب“<sup>(۸۰)</sup> کہ تفسیر کرتے ہوئے الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سبب نزول کا۔ یہ آیات تو اگرچہ اُمہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئیں، یعنی ان آیات کا سبب نزول خاص ہے، لیکن اعتبار سبب نزول کی خصوصیت کا نہ ہوگا بلکہ الفاظ کی عمومیت کا ہوگا۔ لہذا اس قاعدے کے مطابق اہل ایمان عورتیں بھی اُمہات المؤمنین کی طرح ان آیات کی مخاطب ہیں، کیونکہ قرآن کی اکثر آیات کا نزول کسی خاص سبب سے ہی ہوا ہے۔ اگر ہر آیت مبارکہ کو اس کے سبب نزول کے ساتھ ہی خاص کر دیا جائے تو قرآن کے ابدی احکامات ایک خاص دور کے خاص افراد کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں گے جو کہ اسلام کی ہمہ گیریت کے منافی ہے۔

(۲) اہل ایمان عورتوں کا عمل: صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں، جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ:

كُنَّا نَغْطِي وَجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَكُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي الْإِحْرَامِ<sup>(۸۱)</sup>  
 ”ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔“

لہذا عام مسلمان عورتوں کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ عام ہے۔

(۳) دلالتِ اولیٰ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ہی ازواجِ مطہرات کو اُمتِ مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ جبکہ اس کے ساتھ درج

ذیل نص ﴿وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُمْ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا﴾ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات جو کہ تمام امت کی مائیں ہیں اور ان کے ساتھ نکاح کو بھی حرام ٹھہرایا گیا، اس کے باوجود ان کو پردے کا حکم دیا گیا تو عام مسلمان عورتوں کے بارے میں شر کے خیالات پیدا ہونا ازواج مطہرات کی نسبت زیادہ آسان ہے، لہذا عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکامات بالاولیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

(۴) آیت مبارکہ کا سیاق و سباق: اس آیت مبارکہ کا سیاق و سباق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ آیت کے شروع میں ہی اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس طرح آپ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے اسی طرح عام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بعد آنے والی آیت بھی حکم حجاب کے عموم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ﴾

”ان کے اوپر ان کے باپوں کے بارے میں (ان سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں حجاب کے حکم سے مستثنیٰ افراد کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس استثناء کی عمومیت پر اجماع ہے۔ یعنی مستثنیٰ افراد کی یہ جو فہرست بیان کی گئی ہے، یہ فہرست صرف ازواج مطہرات کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ فہرست عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہے۔ جب مستثنیٰ عام ہے تو مستثنیٰ منہ یعنی حکم حجاب بھی عام ہے، کیونکہ عام کا استثناء عام سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

لما أمر الله النساء بالحجاب عن الأجانب بين أن هولاء الأقارب لا يجب الاحتجاب منهم كما استشاهم في سورة النور عند قوله تعالى

﴿وَلَا يُدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (۸۲)

”جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عورتوں کو (مذکورہ آیت میں) حجاب کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ان قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری

نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں کو سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔“  
اس سورۃ کی آیت ۵۹ میں ”نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ“ کے الفاظ سے اس بات کی مزید تاکید ہو جاتی ہے کہ یہ حجاب کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

۵) جلیل القدر مفسرین کی آراء: متقدمین و متاخرین مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس آیت مبارکہ کے حکم کو عام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایک جلیل القدر مفسرین کی عبارات نقل کیے دیتے ہیں:

☆ امام طبریؒ کی رائے

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ يقول: وإذا سألتهم أزواج رسول الله ﷺ ونساء المؤمنين اللواتي لسن لكم بأزواج متاعاً "فاسألوهم من وراء حجاب" يقول: من وراء ستر بينكم وبينهن (۸۳)

”اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔“ یعنی جب تم اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں، کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔“

☆ علامہ قرطبی کی رائے

في هذه الآية دليل على أن الله تعالى أذن في مسألتهم من وراء حجاب في حاجة تعرض أو مسألة يستفتين فيها ويدخل في ذلك جميع النساء بالمعنى وبما تضمنت أصول الشريعة من أن المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك إلا لحاجة (۸۵)

”یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے کسی ضرورت کے تحت یا فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں، کیونکہ شریعت کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے، اس کا سارا جسم بھی اور آواز بھی پردہ ہے، جیسا کہ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ پس عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو

بغیر ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔“

☆ امام ابو بکر الجصاص کی رائے

وهذا الحكم وإن نزل خاصاً في النبي وأزواجه فالمعنى عام فيه وفي غيره إذ كنا مأمورين باتباعه والافتداء به إلا ما خصه الله به دون أمته (۸۵)  
 ”یہ حکم اگرچہ نبی ﷺ اور آپ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم آپ اور آپ کے غیر دونوں کو شامل ہے، کیونکہ ہمیں ہر بات میں آپ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، سوائے ان احکامات کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے علاوہ آپ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔“

(۶) اصول فقہ کا قاعدہ: علم الاصول کا یہ قاعدہ ہے کہ واحد کا خطاب تمام امت کو شامل ہوتا ہے، کیونکہ سب تکلیف میں سب برابر ہیں، الا یہ کہ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ علامہ البانی اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إذا خاطب الشارع الحكيم فرداً من الأمة أو حکم عليه بحکم فهل يكون هذا الحكم عاماً في الأمة، إلا إذا قام دليل التخصيص؟ أو يكون خاصاً بذلك المخاطب؟ اختلف في ذلك علماء الأصول، والحق الأوّل، وهو الذي رجحه الشوكاني وغيره من المحققين (۸۶)

”جب شارع حکیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ امت کے کسی فرد سے خطاب کریں یا اس کو کوئی حکم جاری کریں تو کیا یہ حکم تمام امت کے لیے عام ہوگا سوائے اس کے کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو؟ یا یہ حکم اس مخاطب کے ساتھ خاص ہوگا؟ علمائے اصول کا اس مسئلے میں اختلاف ہے، لیکن پہلا قول حق ہے اور اسی قول کو امام شوکانی اور دوسرے محققین نے ترجیح دی ہے۔“

علامہ شفق علیٰ مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن الأدلة على أن حکم آية الحجاب عام: هو ما تقرر في الأصول من أن خطاب الواحد يعم حكمه جميع الأمة ولا يختص الحكم بذلك الواحد المخاطب (۸۷)

”آیہ حجاب کے بیان کردہ حکم کے عام ہونے میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں ان

میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے جسے آپ علم الاصول میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں: ”واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے اور حکم اس اکیلے واحد مخاطب سے متعلق نہیں ہوتا۔“

مذکورہ بالا اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب عام ہے اور اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

## منکرین حجاب کی دو غلط فہمیاں اور ان کا جواب

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اس آیت کی تفہیم میں دو بنیادی غلطیوں کا شکار ہیں، جو درج ذیل ہیں:

### (۱) حجاب سے کیا مراد ہے؟

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں لفظ حجاب سے مراد لباس یا پہناوا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کوئی اوٹ ہے، چاہے وہ کسی دروازے کی ہو یا دیوار وغیرہ کی۔ اسی لیے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں حکم چہرہ چھپانے کا نہیں ہے بلکہ اپنی ذات چھپانے کا ہے اور ازواج مطہرات کو یہاں اپنی ذات چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے اس آیت مبارکہ سے عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، مثلاً قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصاص به، فهو فرض علیہن بلا خلاف فی الوجه والكفین فلا يجوز لهن كشف ذلك فی شهادة ولا غیرها ولا اظهار شخصوهن وإن كن مستترات (۸۸)

”حجاب کی فرضیت ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کے لیے چہرے اور ہاتھوں دونوں کا چھپانا واجب تھا اور ان کے لیے شہادت یا اس قسم کے دوسرے معاملات میں بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہ تھا، اور ان کے لیے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں پر ظاہر کریں، چاہے وہ پردے میں ہی کیوں نہ ہوں۔“

یہ موقف سراسر غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) حجاب کا لفظ آؤ، اوٹ یا پردے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الحجاب : الستر ..... والحجاب ما احتجب به وكل ما حال بين

شیشین حجاب (۸۹)

”حجاب سے مراد ”پردہ“ ہے۔ اور حجاب کا لفظ ہر اُس چیز کے لیے مستعمل ہے جس کے

ذریعے پردہ کیا جائے اور ہر وہ چیز جو کہ دو اشیاء کے درمیان آڑ ہو حجاب کہلاتی ہے۔“

گویا کہ ہر وہ چیز جس کو آڑ اوٹ یا پردے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو وہ حجاب ہے، چاہے وہ دیوار ہو، دروازہ ہو، لباس ہو یا دیگر کپڑے ہوں۔ لغت عربی کے اعتبار سے لفظ حجاب عام ہے۔

چاہے کسی قسم کی بھی رکاوٹ ہی کیوں نہ ہو اس کو حجاب کہیں گے۔

(۲) صحیح احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ازواج مطہرات کو ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی

اجازت دی گئی تھی، ان کے لیے پردے میں لوگوں کے سامنے آنے کی رخصت تھی۔ ابن حجرؒ

قاضی عیاضؒ کے اس موقف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولیس فیما ذکرہ دلیل علی ما ادعاه من فرض ذلك علیہن وقد کن

بعد النبی یحججن ویطفن وكان الصحابة ومن بعدهم یسمعون منهن

الحدیث وھن مستترات الأبدان لا الأشخاص (۹۰)

”قاضی عیاض نے جو بات کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ (یعنی اپنی ذات کو

چھپانا) ان پر فرض تھا۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی بیویاں (نفلی) طواف اور

حج کرتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان سے حدیث سنتے اس حال میں کہ انہوں نے اپنے

اجسام کو چھپایا ہوتا تھا نہ کہ اپنی ذات کو۔“

(۳) اس آئیے مبارکہ میں ذات کو چھپانا مقصود کلام نہیں ہے، بلکہ جسم کو چھپانا کلام کا مقصود ہے،

چاہے کپڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری اس رائے کی تائید جلیل القدر مفسرین کی آراء سے بھی

ہوتی ہے۔

☆ ابن جریر طبری کے نزدیک حجاب کا مفہوم: ابن جریر طبری آیت ﴿فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ

وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ کی تعبیر میں فرماتے ہیں:

سؤالکم ایھن المتاع إذا سألتموھن ذلك من وراء حجاب أظھر

لقلوبکم وقلوبھن من عوارض العین فیھا التی تعرض فی صدور

الرجال من أمر النساء وفي صدور النساء من أمر الرجال وأحرى من

أَنْ لَا يَكُونَ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمْ سَبِيلٌ (۹۱)

”تمہارا ان ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں میں بھی آنکھ سے پیدا ہونے والے غلط جذبات اور ان خیالات کو پاک کرنے والی ہے جو مردوں کے دلوں میں عورتوں سے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں سے متعلق پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ مطلوب یہی ہے کہ تمہارے معاملے میں یا ان کے معاملے میں شیطان کو کوئی راستہ نہ مل سکے۔“

☆ امام رازی کے نزدیک لفظ حجاب کا مفہوم: امام رازی فرماتے ہیں:

قوله ﴿فَاسْتَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ أمر بسدل الستر عليهن وذلك لا يكون إلا بكونهن مستورات محجوبات وكان الحجاب وجب عليهن (۹۲)

”﴿فَاسْتَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکالیں اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ پردے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان پر حجاب واجب تھا۔“

## ۲) حجاب کی علت

عام طور پر منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ حجاب کے حکم کی اس علت کو نظر انداز کرتے ہوئے جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے، اس کی جگہ حکم حجاب کے لیے ازواجِ مطہرات کے احترام و اکرام کو حکم کی علت بناتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور ازواجِ مطہرات ہمارے لیے حد درجہ قابل احترام و اکرام ہیں، لیکن مذکورہ بالا آیت میں دیے گئے حکم حجاب کی علت بہر حال آپ یا ازواجِ مطہرات کا احترام و اکرام نہیں ہے، بلکہ اس حکم کی اصل علت ”تطہیر قلوب“ ہے جو کہ نص میں بیان ہو گئی ہے۔

جو لوگ ”حرمتِ ازواج“ کو حکم حجاب کی علت بناتے ہیں، ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ حرمت صرف ازواج کے لیے مخصوص تھی کہ ان کو تو حجاب کا حکم دے دیا اور بیٹیوں کے لیے یہ حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے بیٹیوں کو حجاب کا حکم نہ تھا؟ یہ امر واقعہ ہے کہ تمام منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب ازواجِ مطہرات کے لیے تو پردہ واجب قرار دیتے ہیں

لیکن آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے پردے کے وجوب کا اثبات نہیں کرتے۔ ہمارا ان حضرات سے یہ سوال ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیوں کے لیے پردہ تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور اگر نہیں تھا تو جو علت ازواج مطہرات کے پردے کے حوالے سے آپ یا منکرین حجاب بیان کر رہے ہیں اس علت سے آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے بھی پردہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بعض بیٹیاں، آپ کی بعض بیویوں سے بھی عزت و حرمت میں بڑھ کر ہیں، جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے: ((سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)) (۹۳) کہ ”آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل قطعی ہیں اور اس آیت مبارکہ سے ثابت ہونے والا حکم حجاب ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں، دونوں کے لیے ثابت ہے۔

## فصل چہارم

### آیتِ قواعد

چہرے کے پردے کی چوتھی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرُجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

عَلِيمٌ﴾ (النور)

”اور بڑی بوڑھی عورتوں میں سے وہ جو کہ نکاح کی امید نہیں رکھتیں، تو ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (اضافی) کپڑے اتار رکھیں اس حال میں کہ وہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں۔ اور اگر وہ بچ کر رہیں تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں بوڑھی عورتوں کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے اضافی کپڑے مثلاً جلاب وغیرہ اتار دیں اور ان کا چہرہ ظاہر بھی ہو جائے تو ان کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اس رخصت کو دو شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا:

(۱) وہ عورتیں ایسی ہوں کہ جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح سے مایوس ہو چکی ہوں، یعنی نہ ہی ان کو حیض آتا ہو نہ ہی حمل ٹھہرنے کی کوئی امید ہو نہ ان کے اندر کوئی جنسی خواہش ہو اور نہ ان کے حوالے سے کسی کو جنسی خواہش پیدا ہو سکتی ہو۔

(۲) وہ عورتیں زیب و زینت کے ساتھ یعنی بناؤ سنگھار کر کے اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔ اگر وہ کھلے چہرے کے ساتھ اجنبی افراد کے سامنے آنا چاہتی ہیں تو انہیں بغیر میک اپ کے سادہ چہرے کے ساتھ ایسا کرنے کی رخصت ہے۔

لیکن ان دو شرائط کے بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ: ﴿وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ”اگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے۔“ یعنی اگر وہ پردہ کریں تو یہ ان کے لیے افضل ہے، اگر نہ کریں تو رخصت ہے۔

## ثیاب سے مراد

ثیاب سے مراد اضافی کپڑے ہیں، مثلاً جلباب یا نقاب وغیرہ، نہ کہ دوپٹہ یا سینے کو ڈھانپنے والی چادر، جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔

☆ ابن جریر طبری ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فليس عليهن حرج ولا إثم أن يضعن ثيابهن يعني جلابيهن وهي القناع الذي يكون فوق الخمار والرداء الذي يكون فوق الثياب لا حرج عليهن أن يضعن ذلك عند المحارم من الرجال وغير المحارم من الغرباء غير متبرجات بزينة (۹۴)

”ان (بوڑھی عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے کپڑے یعنی جلباب وغیرہ اتار کر رکھ دیں، اور جلباب سے مراد وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر لیا جاتا ہے اور وہ چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر لی جاتی ہے۔ ان عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ یہ نقاب یا چادر اپنے محرم اور غیر محرم افراد کے سامنے اتار رکھیں، لیکن زینت ظاہر نہ کریں۔“

☆ امام بغوی آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يعنى يضعن بعض ثيابهن وهي الجلباب والرداء الذي فوق الثوب والقناع الذي فوق الخمار فأما الخمار فلا يجوز وضعه (۹۵)

” (کپڑے اتارنے سے) مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بعض کپڑے اتار رکھیں اور وہ جلباب اور چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر ہوتی ہے یا وہ نقاب جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔ جہاں تک دوپٹے کا تعلق ہے اس کا اتارنا جائز نہیں ہے۔“

☆ علامہ زحشری ”ثیاب“ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمراد بالثياب الظاهرة كالملحفة والجلباب الذي فوق الخمار (۹۶)

”ثیاب“ سے مراد وہ کپڑے ہیں جو ظاہری ہوں (یعنی اوپر اوڑھے ہوں) مثلاً اوڑھنی اور جلباب جو دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔“

## قناع اور جلباب کا مفہوم

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کا یہ دعویٰ ہے کہ مفسرین نے اس آیت

مبارکہ کی تفسیر میں قناع اور جلباب کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور یہ الفاظ عربی لغت کے مطابق ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو سر ڈھانپنے کے لیے ہوں۔

ہمارے خیال میں ان حضرات کا بیان کردہ یہ مفہوم ناقص ہے۔ اہل عرب کے ہاں یہ الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے سر ڈھانپا جاتا ہو اور ایسے کپڑوں کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے چہرہ ڈھانپا جاتا ہو۔ آیت جلباب کے نزول کے بعد اہل شراعی (صحابہ، تابعین، فقہاء اور علماء) کے ہاں ان الفاظ کا استعمال اغلب طور پر چہرہ ڈھانپنے کے معنوں میں ہے اور ہمارے اس دعویٰ کے درج ذیل دلائل ہیں:

(۱) عن يعقوب قال حدثنا ابن عليّ عن ابن عون عن محمد عن عبدة في قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ فلبسها عندنا ابن عون قال ولبسها عندنا محمد قال محمد ولبسها عندى عبدة قال ابن عون بردائه فتقع به فغطى أنفه وعينه اليسرى وأخرج عينه اليمنى وأرخى رداءه من فوق حتى جعله قريباً من حاجبه أو على الحاجب (۹۷)

”يعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلباب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا، اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپالی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے نیچے کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ابرو تک پہنچایا اور ابرو کو بھی چھپا لیا۔“ یہ روایت صحیح ہے۔ علامہ البانی نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔ اس پر مفصل بحث ہم آگے چل کر کریں گے۔

(۲) عن أنس قال رأى عمر أمة لنا متقنعة فصر بها وقال لا تشبهى بالحرائر (۹۸)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔“

یہ روایت ”صحیح“ ہے۔ علامہ البانی نے بھی اس کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے  
 (۳) فعفرنی حین رآنی وکان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باستر جماعه  
 حین عرفنی، فخمرت وجہی بجلبابی“ (۹۹)

”تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے  
 پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا لِلّٰهِ رَاجِعُونَ کہنے کی وجہ سے  
 بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔“

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی عربی زبان میں ”قناع“ اور  
 ”جلباب“ کے الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے تھے کہ جن سے عورت اپنا سر ڈھانپنے  
 کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی ڈھانپتی تھی۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے  
 میں عورتیں جلباب وغیرہ گھر میں بھی پہن لیتی تھیں۔ جلباب دراصل ایک بڑی چادر ہوتی تھی  
 جس کو عورتیں گھر میں عموماً سر پر اوڑھے رکھتی تھیں یا نماز میں اسے اپنا جسم چھپانے کے لیے  
 استعمال کرتی تھیں لیکن جب گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اسی چادر کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے  
 استعمال کر لیتی تھیں۔

### آیت ہذا سے چہرے کے پردے پر استدلال؟

آیت مبارکہ میں ”فَلْيَسَّ عَلَيْنَّ جُنَاحٌ“ کے الفاظ کے ذریعے ”الْقَوَاعِدُ“ یعنی  
 بوڑھی عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے اور اس کا ”مفہوم مخالف“ یہ ہے کہ جو  
 عورتیں جوان ہیں اور وہ نکاح کی امید رکھتی ہیں، اگر وہ پردہ نہ کریں گی تو گناہگار ہوں گی۔  
 آیت کے الفاظ ہیں: ”فَلْيَسَّ عَلَيْنَّ جُنَاحٌ“ کہ ان بوڑھی عورتوں پر گناہ نہیں ہے۔ گویا کہ  
 کچھ ہیں جن پر گناہ بھی ہے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو بوڑھی نہ ہوں، یعنی جوان ہوں۔ استدلال کا  
 یہ طریقہ کار اصولیین کے نزدیک مفہوم مخالف کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ”مفہوم مخالف“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو دلالة الكلام على نفى الحكم الثابت للمذكور عن السكوت،  
 لانتفاء قيد من قيود المنطوق ويسمى دليل الخطاب لأن دليله من  
 جنس الخطاب أو لأن الخطاب دل عليه (۱۰۰)

”مفہوم مخالف سے مراد یہ ہے کہ جو حکم خطاب الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کلام اس کے  
 برعکس حکم کی نفی پر سکوت کے لریق سے دلالت کرے اور اس کی وجہ منطوق کی قیود میں

کسی قید کا نہ ہونا ہو۔ اس کو ”دلیل خطاب“ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کی دلالت جنس خطاب میں سے ہے یا خطاب اس پر دلالت کرتا ہے۔“  
پس اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وہ نوجوان عورت کہ جس کی طرف مردوں کے میلان کا امکان ہو، اس کا بغیر چہرہ ڈھانپنے گھر سے باہر نکلنا باعث گناہ ہے۔

## حواشی

- (۱) فتح الباری: ۵۳۰، المكتبة السلفية
- (۲) مراتب الإجماع، ص ۵۳، علامة ابن حزم، مطبع دار ابن حزم
- (۳) صحيح البخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجزأ الحاكم إذا اجتهد
- (۴) حجاب المرأة المسلمة: ص ۵، علامه الباني
- (۵) أيضاً: ص ۷
- (۶) أيضاً: ص ۸
- (۷) أيضاً: ص ۲۷
- (۸) أصول الفقه الإسلامی: ۸۶/۱، الدكتور وهبة الزحيلي، مكتبة رشيدية كوئته
- (۹) صحيح البخارى، كتاب التفسير، باب ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ﴾
- (۱۰) جامع البيان فى تاويل القرآن: ۳۰۶/۹، ابن جرير طبرى، دار المکتب العلمیة، بیروت
- (۱۱) معانى القرآن: ۳۴۹/۲، ابوزكريا يحيى بن زياد الفراء، مطبعة دارالسرور
- (۱۲) أحكام القرآن: ۳۷۵/۳، ابوبكر الجصاص، مطبعة دارالکتب العربی، بیروت
- (۱۳) معالم التنزيل: ۱۶۰/۵، امام بغوی، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۱۴) الکشاف: ۲۷۴/۳، علامة زمخشری، مطبعة انتشارات آفتاب، تهران
- (۱۵) زاد المسیر فى علم التفسیر: ۴۲۲/۶، علامة ابن جوزی، مطبعة المکتب الإسلامی،  
دوحة قطر
- (۱۶) التفسیر الكبير: ۲۳۰/۲۵، امام رازی، دارالکتب العلمیة، طهران
- (۱۷) أنوار التنزيل وأسرار التأويل: ۱۳۸/۵، امام بیضاوی، مطبعة العامرة
- (۱۸) مدارك التنزيل: ۱۳۸/۵، امام نسفی، مطبعة العامرة
- (۱۹) لباب التأويل فى معانى التنزيل: ۱۳۸/۵، امام حازن، مطبعة العامرة
- (۲۰) البحر المحیط: ۲۵۰/۱۷، علامة ابن حیان الاندلسی، مطابع الضر الحديثیة الرياض
- (۲۱) الجامع لأحكام القرآن: ۲۴۳/۷، امام قرطبی، داراحیاء التراث العربی، بیروت

- (۲۲) تفسیر القرآن العظیم: ۵/۶۹/۳، علامہ ابن کثیر، دارالسلام، ریاض
- (۲۳) تفسیر جلالین: ص ۵۶۳، امام جلال الدین محلی و سیوطی، دارالعربیة
- (۲۴) اللباب فی علوم الكتاب: ۵۸۸/۵، ابن عادل الحنبلی، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۲۵) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور: ۴۱۲/۵، برهان الدین البقاعی، مکتبہ ابن تیمیة  
بیروت
- (۲۶) المحرر الوجیز فی تفسیر الكتاب العزیز: ۱۱۶/۱۲، ابن عطیة الاندلسی
- (۲۷) تفسیر التحریر والتنویر: ۱۰۷/۲۲، ابن عاشور
- (۲۸) فتح القدر: ۳۰۴/۴، امام شوکانی، دارالفکر، بیروت
- (۲۹) روح المعانی: ۸۹/۲۲، علامہ آلوسی
- (۳۰) فتح البیان فی مقاصد القرآن: ۱۴۳/۱۱، علامہ قنوجی، إدارة إحياء التراث الإسلامي،  
بیروت
- (۳۱) التفسیر المنیر لمعالم التنزیل: ۱۸۹/۲، محمد بن عمر الجاوی النوی، دارالفکر، بیروت
- (۳۲) تفسیر المراغی: ۳۶/۲۲، احمد مصطفیٰ المراغی، إدارة إحياء التراث العربی، بیروت
- (۳۳) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان: ص ۶۱۸، الشیخ علامہ عبدالرحمن ناصر  
السعدی، مؤسسة الرسالة، بیروت
- (۳۴) أضواء البیان: ۵۸۶/۶، علامہ شنقیتی
- (۳۵) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: الأحزاب: ۵۹، دارالسلام، ریاض، ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری
- (۳۶) تفسیر مظهری: ۳۸۴/۷، قاضی ثناء اللہ پانی پتی
- (۳۷) أیسر التفاسیر: ص ۵۸۰، الشیخ أبو بکر جابر الجزائری
- (۳۸) البحر المدید: ۵۳/۶، ابن عجیب الحسنی، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۳۹) التفسیر المنیر: ۱۰۶/۲۲، الدكتور وهبة الزحيلي، دارالفکر، دمشق
- (۴۰) معارف القرآن: ۲۳۵/۷، مفتی محمد شفیع، إدارة المعارف، کراچی
- (۴۱) تفہیم القرآن: ۱۲۹/۴، مولانا مودودی، إدارة ترجمان القرآن، لاہور
- (۴۲) ترجمان القرآن: ۲۱۵/۳، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، لاہور
- (۴۳) تدبر قرآن: ۲۶۹/۶، مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور
- (۴۴) ضیاء القرآن: ۹۵/۴، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
- (۴۵) أحسن البیان: ص ۵۵۸، مولانا صلاح الدین یوسف، مکتبہ دارالسلام، لاہور
- (۴۶) معارف القرآن: ۵۴۵/۵، مولانا محمد ادريس كاندهلوی، مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ،

لاہور

- (۴۷) تفسیر عثمانی: ص ۵۶۸، مولانا شبیر احمد عثمانی، مجمع الملك فهد، السعودية
- (۴۸) أضواء البيان: ۱۹۸/۶
- (۴۹) تفسیر کشاف: سورة النور: ۳۱
- (۵۰) الموافقات: ۱۲/۲، امام شاطبی
- (۵۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأة عن الرجل
- (۵۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ)
- (۵۳) فتح الباری: ۴۹۰/۸، المكتبة السفلیة
- (۵۴) تفسیر طبری: ۳۰۴/۹
- (۵۵) المستدرک علی الصحیحین: ۳۹۷/۲، امام حاکم، مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت
- (۵۶) ایضاً
- (۵۷) تلیق الذہبی علی المستدرک: ۳۹۷/۲، امام ذہبی، بیروت
- (۵۸) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ
- (۵۹) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل  
ومن شر ما لم يعمل
- (۶۰) المنہاج بشرح صحیح مسلم ۳۳/۱، دارالفکر، بیروت
- (۶۱) تنقیح الأنظار: ۳۵/۱، علامة محمد بن ابراهيم الصنعانی
- (۶۲) تقریب التهذیب، ۷۳/۲، علامة ابن حجر
- (۶۳) میزان الاعتدال: ۲۷۰/۴، ابو عبدالله محمد بن احمد الذہبی، دار المعرفة، بیروت
- (۶۴) ایضاً: ۲۷۰/۴
- (۶۵) سنن النسائي، کتاب الزينة، باب ذیول النساء
- (۶۶) تفسیر طبری: ۳۰۴/۹
- (۶۷) تهذیب الکمال: ۱۰۳/۷، جمال الدین یوسف المزی، مؤسسة الرسالة، بیروت
- (۶۸) السنن الكبرى للبيهقي، کتاب النکاح، باب ما تبدی المرأة من زينتها، امام بیهقی
- (۶۹) تهذیب الکمال: ۵۴/۱، امام مزی
- (۷۰) مصنف ابن أبي شيبة، کتاب النکاح، باب «وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ»
- (۷۱) تهذیب الکمال: ۳۵۹/۳
- (۷۲) المحرر الوجيز: ۴۸۸/۱۰ - ۴۸۹

- (۷۳) پردہ اور قرآن: ص ۷، مولانا امین احسن اصلاحی
- (۷۴) تفسیر الطبری: ۳۰۵/۹
- (۷۵) تہذیب الکمال: ۲۶۲/۵
- (۷۶) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾.....
- (۷۷) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾.....
- (۷۸) إرشاد الفحول: ص ۱۹۷، امام شوکانی
- (۷۹) أضواء البيان: ۵۸۵/۶
- (۸۰) القواعد الحسان: ص ۷، عبدالرحمن بن ناصر السعدی، مكتبة المعارف، الرياض
- (۸۱) المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۴/۱
- (۸۲) تفسیر ابن کثیر: ۵۵۶/۳، مطبعة دار السلام، ریاض
- (۸۳) تفسیر طبری: ۳۲۵/۱۰، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۸۴) الجامع لأحكام القرآن: ۲۲۷/۷، مكتبة الغزالی، دمشق
- (۸۵) احکام القرآن: ۳۷۰/۳، دارالکتب العربی، بیروت
- (۸۶) تمام المنة: ص ۴۱، علامة ألبانی، دار الراية، ریاض
- (۸۷) أضواء البيان: ۵۸۹/۶
- (۸۸) فتح الباری: ۵۳۰/۸، المكتبة السلفية
- (۸۹) لسان العرب: ۲۹۸/۱، ابن منظور الافریقی، دار صادر، بیروت
- (۹۰) فتح الباری: ۵۳۰/۸، المكتبة السلفية
- (۹۱) تفسیر طبری: ۳۲۵/۱۰، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۹۲) تفسیر کبیر: ۲۲۶/۱۳، امام رازی، دارالکتب العلمیة، طهران
- (۹۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة
- (۹۴) تفسیر طبری: ۳۴۸/۹، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۹۵) تفسیر بغوی: ۴۴۹/۴، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۹۶) تفسیر کشاف: ۸۶/۳، طهران
- (۹۷) تفسیر طبری: ۳۳۲/۱۰، دارالکتب العلمیة، بیروت
- (۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب صلاة التطوع والإمامة، باب فی الأمة تصلى لغير الخمار
- (۹۹) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ﴾.....
- (۱۰۰) أصول الفقه الاسلامی: ۳۶۲/۱، مكتبة رشيدية، كوئٹہ

## باب دوم

www.kitabosunnat.com

چہرے کا پردہ:  
احادیث مبارکہ کی روشنی میں



## فصل اول

### مثبتین حجاب کے دلائل

اب تک ہم نے قرآنی آیات کی روشنی میں چہرے کے پردے کے بارے میں شارع سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم ان احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جو چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی احادیث ہیں جو سابقہ باب میں بیان ہو چکی ہیں اور اکثر ایسی روایات ہیں جو ابھی تک بیان نہیں ہوئیں۔ ہم نے ان سب روایات کو یہاں جمع کر دیا ہے۔ ان روایات کو قرآنی آیات کی روشنی میں سمجھیں تو مسئلہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔

قرآن کی کسی آیت کی صحیح تفسیر اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اسے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں رکھ کر سمجھیں۔ ان روایات میں بیان کردہ صحابہ کرامؓ کے طرز عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے ”سورۃ النور“ اور ”سورۃ الاحزاب“ کی نازل شدہ آیات کا کیا مفہوم سمجھا تھا۔ یہ روایات دراصل قرآنی آیات کی تفسیر و تبيين ہیں جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر ڈالی گئی تھی۔ دوسری طرف یہ احادیث صحابہ کرامؓ کے اس فہم کو بھی متعین کر رہی ہیں جو انہیں یہ آیات سننے کے بعد حاصل ہوا۔ گویا کہ یہ روایات ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال و افعال کے حوالے سے تفسیر رسولؐ کی طرف رہنمائی فرما رہی ہیں اور دوسری طرف صحابیاتؓ کے فرمودات و طرز عمل کے ذریعے تفسیر صحابی بھی بیان ہو رہی ہے۔ ان روایات پر حکم لگاتے وقت بخاری و مسلم کی احادیث پر حکم نہیں لگایا گیا، کیونکہ ان دونوں کتابوں کی بیان کردہ احادیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ البتہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے لی گئی روایت کا حکم بھی مختصر اُساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

چہرے کا پردہ صحیح اور حسن روایات کی روشنی میں

ان روایت کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض روایات وہ ہیں جو کہ صراحتاً ازواجِ مطہرات ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے پر دلالت کر رہی ہیں جبکہ بعض وہ ہیں جو اشارتاً چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلے ہم ان

روایات کو بیان کر رہے ہیں جو اس مسئلے میں صریح ہیں۔

(۱) عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرَّكْبَانُ يَمْرُونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَأَذَا حَادُوا بِنَا سَدَلْتُ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَيَّ وَجْهَهَا فَأَذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهَا (۱)

”اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکالیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول دیتی تھیں۔“

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے جو غلط ہے، کیونکہ حضرت عائشہ نے حدیث میں صرف اپنا طرز عمل بیان نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ حدیث عام ہے اور اس کی عمومیت کی تائید اگلی روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

ہمارے ایک ناقد نے کہا ہے یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ تو قول صحابی ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ صاحب ”حدیث“ کی تعریف سے بھی ناواقف اور جاہل ہیں کیونکہ ”حدیث تقریری“ یہی تو ہوتی ہے کہ کوئی صحابی اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کرے اور اللہ کے رسول ﷺ اس پر خاموشی اختیار کریں۔

ہمارے بعض ناقدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی کے اقوال متناقض ہیں۔ علامہ نے اس حدیث کو ضعیف ابوداؤد (رقم: ۱۸۳۳) میں ”ضعیف“ کہا ہے جبکہ حجاب المرأة المسلمة (ص ۳۲) اور مشکاة المصابیح (رقم: ۲۶۲۲) میں اس کو ”حسن فی الشواہد“ کہا ہے۔ اسی طرح علامہ نے جلباب المرأة المسلمة (ص ۱۰۸) میں بھی اس کو ”حسن فی الشواہد“ کہا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث ”حسن“ ہے کیونکہ بعض اوقات ایک حدیث سند میں کسی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے فی نفسہ ضعیف ہوتی ہے لیکن اپنے جیسی بعض ہم معنی احادیث کی تائید کی صورت میں ”حسن“ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ اس روایت کی تائید اور

شواہد سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ البانی نے لکھا ہے، اس لیے یہ روایت ”حسن“ ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ”مختلف فیہ“ راوی ہے، جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس راوی کا ضعیف ہونا ائمہ محدثین کے نزدیکی اتفاقی نہیں ہے اس لیے امام مسلم نے اس سے حدیث نقل کی ہے اور امام ذہبی نے اسے ”صدوق“ کہا ہے۔ امام ابن حجر نے ”مشکاۃ المصابیح“ کی تخریج میں اسے ”حسن“ قرار دیا ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اپنا اصول بیان کیا ہے۔ ابن حجر کی یہ کتاب ’هدایۃ الرواة إلی تخریج أحادیث المصابیح والمشکاۃ‘ کے نام سے ”دار ابن القیم“ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی جلد ۳ کے ص ۱۰۶ پر مذکورہ حدیث موجود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کا ضعف ایسا ہے کہ اگر اس معنی کی اس جیسی کچھ اور روایات مل جائیں تو یہ ضعف دور ہو سکتا ہے۔ علامہ البانی نے اس روایت کو اس کے شواہد کی وجہ سے ”حسن“ کہا ہے اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

(۲) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْءُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقَفَازِينَ)) (۱)

”اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستاں پہنے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وهذا مما يدل على أن النقاب والقفازين كانا معروفين في النساء اللاتي لم يحرمن وذلك يقتضى ستر وجوههن وأيديهن (۳)

”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستاں پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں، اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں۔“

جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں نقاب اور دستاں پہننے سے منع فرمایا۔ گویا کہ جب عورتیں حالتِ احرام میں نہ ہوں تو اُس وقت وہ نقاب اور دستاں پہنیں گی۔ اس طرز استدلال کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ”مفہوم“ یا ”مفہوم مخالف“ کہتے ہیں۔ جمہور اہل علم کی رائے کے مطابق حق قول یہی ہے کہ ”مفہوم مخالف“ حجت ہے لیکن اس کے صحیح ہونے کی آٹھ شرائط ہیں جنہیں امام شوکانی نے ’ارشاد الفحول‘ میں نقل کیا ہے۔

ہمارے بعض ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ پہلی اور دوسری روایت آپس میں متضاد ہیں۔ پہلی روایت میں حالت احرام میں چہرہ چھپانے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں حالت احرام میں نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب کرنے سے منع کیا گیا نہ کہ چہرہ چھپانے سے اور نقاب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خاص طور پر چہرہ چھپانے کے لیے سلوایا گیا ہو۔ دوسری حدیث میں عورت کو حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے لیے سلا ہوا کپڑا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً برقع وغیرہ ہاں اگر عورت کسی ایسے کپڑے سے اپنا چہرہ حالت احرام میں چھپالے کہ جو اس مقصد کے لیے نہ سلوایا گیا ہو تو جائز ہے چاہے یہ کپڑا اس کے چہرے سے بھی مس کر رہا ہو۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ولو غطت المرأة وجهها بشيء لا يمس الوجه جاز بالاتفاق وإن كان يمسه فالصحيح أنه يجوز أيضاً ولا تكلف المرأة أن تحافي سترتها عن الوجه لا بعود ولا بيد ولا غير ذلك فإن النبي ﷺ سوى بين وجهها ويديها وكلاهما كبدن الرجل لا كراسه ووأزواجه كن يسدلن على وجوههن من غير مراعاة المجافاة ولم ينقل أحد من أهل العلم عن النبي ﷺ أنه قال إحرام المرأة في وجهها وإنما هذا قول بعض السلف لكن النبي ﷺ نهاها أن تنتقب أو تلبس القفازين كما نهى المحرم أن يلبس القميص والنخف مع أنه يجوز له أن يستر يديه ورجليه باتفاق الأئمة والبرقع أقوى من النقاب فلهذا ينهى عنه باتفاقهم ولهذا كانت المحرمة لا تلبس ما يصنع لستر الوجه كالبرقع ونحوه فإنه كالنقاب<sup>(4)</sup>

”اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپالے جو اس کے چہرے کو مس نہ کرے تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ ایسی چیز سے اپنا چہرہ چھپائے کہ جو اس کے چہرے کو چھو رہی ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔ عورت کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا جاسکتا کہ وہ چہرہ چھپانے والے کپڑے کو اپنے چہرے سے کسی کٹڑی یا ہاتھ یا کسی اور چیز کے ذریعے دور رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے

عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو برابر قرار دیا ہے اور ان دونوں کا حکم وہی ہے جو مرد کے بدن کا حکم ہے اور ان دونوں کو مرد کے سر کے ساتھ تشبیہ دینا جائز نہیں ہے۔ آپؐ کی بیویاں اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیا کرتی تھیں اور اس بات کا لحاظ نہیں کرتی تھیں کہ وہ ان کے چہرے سے علیحدہ رہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے آپؐ سے یہ نقل کیا ہے کہ ”عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے“۔ یہ بعض سلف کا قول ہے۔ لیکن آپؐ نے عورت کو نقاب اور دستا نے پہننے سے منع کیا ہے جیسا کہ مرد کو قمیص اور موزے پہننے سے اور مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں حالت احرام میں چھپا سکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ برقع نقاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اس لیے اس کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے۔ اس لیے حالت احرام میں عورت ایسا لباس نہیں پہنے گی جو چہرہ چھپانے کے لیے ہی بنایا گیا ہو جیسا کہ برقع وغیرہ ہے جو کہ نقاب ہی کی ایک شکل ہے۔“

ہمارے بعض ناقدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں حالت احرام کے علاوہ حالت میں پردہ کرتی تھیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے بلکہ ہم تو اس باب کے شروع میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ بیشتر احادیث سے زیادہ سے زیادہ ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابیات چہرے کا پردہ کرتی تھیں اور گھر سے باہر نکلتے وقت چہرے کو چھپانا ان کے ہاں معروف تھا۔ ان احادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ چہرے کا پردہ بدعت نہیں جیسا کہ بعض منکرین حجاب کا خیال ہے لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابیات جو یہ عمل کرتی تھیں اس کا درجہ کیا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا درجہ وجوب کا ہے کیونکہ صحابیات کا اپنے چہرے کو چھپانا درحقیقت آیت حجاب، آیت زینت، آیت جلاباب وغیرہ پر عمل تھا اور ان آیات سے جس طرح چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس پر ہم تفصیل سے پہلے باب میں گفتگو کر چکے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک چہرے کے پردے کے وجوب کے اصل دلائل قرآنی دلائل ہیں۔ اس کے علاوہ جو چار قسم کے دلائل کا ہم نے تذکرہ کیا ہے وہ قرآنی دلائل کی

تشریح و توضیح کے طور پر کیا ہے نہ کہ مستقل دلائل کے طور پر، اگر کسی نے ہم پر نقد کرنی ہے تو ان قرآنی دلائل کے حوالے سے کرے کہ جن پر ہم نے اپنے موقف کی بنیاد رکھی ہے۔

۳) حضرت عائشہؓ ”قصة الإفك“ والی روایت میں حضرت صفوانؓ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

وَكَانَ رَأْيِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفْتِي  
فَخَمَرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي<sup>(۵)</sup>

”اور انہوں نے مجھے حجاب (کے حکم کے نزول) سے پہلے دیکھا تھا، ان کے ”إِنَّا لِلَّهِ  
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کہنے کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی، جبکہ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا،  
پس میں نے اپنا چہرہ اپنے جلاب سے ڈھانپ لیا۔“

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل ہم باب اول میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس حدیث کو ”آیۃ الجلاب“ یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس حدیث کی عمومیت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

۴) عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ  
الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَى لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾  
شَقَقْنَ مَرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا<sup>(۶)</sup>

”اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے! جب یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔“

ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”فاختمرن أى غطين وجوههن یعنی حضرت عائشہؓ کے قول ”فاختمرن“ کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔“

بعض منکرین حجاب نے لغت عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ ابن حجرؒ کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ہم ان منکرین حجاب کے جواب میں کہتے ہیں کہ ”خمار“ کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے اور اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

(۱) حضرت فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نَخْمَرُ وُجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ  
الصِّدِّيقِ (۷)

”ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔“

(۲) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل على أم المؤمنين يوم التروية فقلت لها يا أم المؤمنين! هنا امرأة تأتي أن تغطي وجهها وهي محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (۸)

”ہم ۸ ذی الحجہ کو ام المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا: اے ام المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالتِ احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔“

وہ عورت حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپنا جاسکتا ہے۔

(ج) خود علامہ البانی نے بھی ”حجاب المرأة المسلمة“ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہو جاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة في الخمار المذهب  
أفسدت نسك أختي التقى المذهب  
نور الخمار ونور خدك تحته  
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

فقد وصفها بأن خمارها كان على وجهها أيضاً (۹)

”تو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر

اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے۔ مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلے کی مانند بھڑکا کیوں نہیں! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا رخسار اُس کے چہرے پر بھی تھا، علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد ”نور الخمار و نور خدك تحته“ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اپنی لغت میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتے تھے اب اس کے بعد کوئی اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھے لسان العرب، القاموس المحيط اور مقایس اللغۃ جیسی لغت عربی کی کتب سے یہ نکال کر دکھاؤ کہ لفظ خمار چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے بارے ہم یہی کہیں گے: ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

(۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أفلحَ أَخَا أَبِي الْعَقِيسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ (۱)

”حضرت عائشہ اپنے رضاعی چچا اُفح کے بارے میں بیان کرتی ہیں جو ابو عقیس کے بھائی تھے کہ انہوں نے مجھ سے حجاب کی آیات نازل ہونے کے بعد گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اُفح کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دوں۔“

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

”وفيه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب“

”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔“

حضرت عائشہ کا پہلے یہی خیال تھا کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے اس لیے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر کہ رضاعی چچا سے عورت کا پردہ نہیں ہے، آپ نے اپنے چچا کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمَّى أفلحَ

اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَأَخْبَرَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا : ((لَا تَحْتَجِبِي مِنْهُ)) (۱۱)

”حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی کہ ان کے رضاعی چچا فلح نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معاملے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ”اس سے پردہ نہ کرو۔“

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَةً مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتُ حَمِيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا فَأَفْتَحَمَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاءً لَكَ قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْأَةُ)) فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَيَّ وَجَهَهُ وَأَتَاهَا فَأَلْفَاهُ عَلَيْهَا وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرَكِبَهُمَا فَرَكِبَا وَاکْتَفَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((أَيُّونَ تَأْبُونُ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)) فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ (۱۲)

”حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم عسفان سے واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت صفیہؓ تھیں۔ اچانک اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اللہ کے رسول ﷺ حضرت صفیہؓ سمیت نیچے گر گئے۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً آپ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ مجھے آپ پر نذا کرے! آپ نے فرمایا: ”عورت کی خبر لو۔“ حضرت ابو طلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے، پھر اپنا کپڑا اُن پر ڈال دیا اور آپ اور حضرت صفیہؓ کی سواری کو درست کیا تو وہ دونوں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپ کے آس پاس رہے۔ جب ہم مدینہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ((أَيُّونَ تَأْبُونُ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)) اور مدینہ میں داخل ہونے کے وقت تک آپ برابر یہی دعا پڑھتے رہے۔“

ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو جب اپنے ساتھ سوار کیا تھا تو ان کے چہرے پر ایک چادر ڈال دی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وَسَتَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَمَلَهَا وَرَاءَهُ وَجَعَلَ رِذَاءَهُ عَلَى ظَهْرِهَا

## وَوَجْهَهَا (۱۳)

”اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو ڈھانپنا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہؓ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی۔“

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا ہے یا ان کو لونڈی بنا کر رکھا ہے، تو بعض صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا  
مَلَكَتْ يَمِينَهُ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ (۱۴)

”اگر آپ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ کو پیچھے بٹھالیا اور پردہ کھینچ دیا۔“

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے زمانے میں حرائر (یعنی آزاد عورتوں) کے لیے پردہ تھا جبکہ لونڈیوں کے لیے پردہ نہ تھا۔

۷) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ غزوہ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام ”بعرانہ“ پر پڑاؤ ڈالا اور آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ آپ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو، تو ہم نے ایسے ہی کیا۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ ہیں:

فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمَّكُمَا فَافْضَلَا لَهَا مِنْهُ  
طَائِفَةً (۱۵)

”تو حضرت اُم سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا۔“

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَوْ مَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَّرَاءِ سِتْرِ بَيْدِهَا  
كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَقَالَ : ((مَا أَدْرِي أَيْدُ

رَجُلٍ أَمَّ يَدُ امْرَأَةٍ)) قَالَتْ : بَلِ امْرَأَةٌ قَالَتْ : ((لَوْ كُنْتُ امْرَأَةً لَغَيَّرْتُ  
أَظْفَارَكَ بِعَيْنِي بِالْحِجْنَاءِ)) (۱۶)

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ”مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے“ تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ”اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کر دو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔“

اس حدیث میں عورت کا پردے کے پیچھے سے آپ ﷺ کو خط دینا یہ واضح کر رہا ہے کہ عورتیں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو پردے میں ہوتی تھیں۔ ہمارے بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ”دمطیح بن میمون“ راوی ضعیف ہے اور ”صفیہ بنت عصفہ“ مجہول ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ ناقدین علم مصطلح الحدیث کی فنی باریکیوں سے جہالت کی وجہ سے ہر دوسری روایت کو صرف علم اسماء الرجال کی روشنی میں ضعیف قرار دیتے ہیں حالانکہ کسی حدیث کی صحت و ضعف کے بارے میں حکم لگانے کے لیے صرف اسماء الرجال کی کتابیں کھول لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے علم مصطلح الحدیث کے وسیع و عمیق مطالعے کی ضرورت ہے۔ علم مصطلح الحدیث کے مطابق روایات چار قسم کی ہیں:

(ا) وہ روایات جو سند اور متن دونوں کے اعتبار سے صحیح ہیں مثلاً صحیح بخاری کی روایات

(ب) وہ روایات جو سند اور متن دونوں اعتبار سے ”ضعیف“ ہیں۔

(ج) وہ روایات جو سند کے اعتبار سے صحیح لیکن متن کے اعتبار سے ”ضعیف“ ہوتی ہیں مثلاً مضطرب المتن وغیرہ

(د) بعض روایات ایسی ہیں جو سند کے اعتبار سے ”ضعیف“ ہیں لیکن جب ان کے کچھ شواہد مل جائیں تو وہ متن کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں اور ان کو ”حسن لفرہ“ کہتے ہیں یعنی بذاتہ یہ روایت ”ضعیف“ ہے لیکن اس کے غیر (بعض دوسری ضعیف روایات) نے اسے ”حسن“ بنا دیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے مقدمۃ اصول تفسیر میں روایات کے ضمن میں اس مسئلے پر بڑی عمدہ اصولی

گفتگو کی ہے جس کا مطالعہ ان معاصر ”متحدین“ کے لیے مفید رہے گا جو ”حسن لغیرہ“ کو مقبول حدیث میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ ہم اس موضوع پر اصولی گفتگو ان شاء اللہ بعض دوسرے مقامات پر کریں گے۔

مذکورہ بالا روایت بھی سنداً ”ضعیف“ ہے لیکن متن کے اعتبار سے ”حسن“ ہے اسی لیے علامہ البانی نے ”مشکوٰۃ: ۴۳۹۳“ میں کہا ہے کہ ”اسنادہ ضعیف۔“ لیکن ”صحیح ابوداؤد: ۴۱۶۶“ میں اسے ”حسن“ کہا ہے اور اسی طرح ”صحیح النسائی: ۵۱۰۴“ میں بھی اسے ”حسن“ کہا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھ کا اظہار اجنبی افراد کے سامنے جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں آپ کے زمانے میں اجنبی افراد سے پردہ کرتی تھیں۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا یا سنت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے واجب ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابیات کا یہ پردہ کرنا قرآنی آیات و احکام حجاب پر عمل تھا اور قرآنی آیات و احکام حجاب سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

اب ہم چند ان روایات کا تذکرہ کریں گے جو چہرے کے پردے پر اشارتاً دلالت کرتی ہیں:

(۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ يَصْنَعَنَّ النِّسَاءُ بَدْيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ: ((بُرُخَيْنَ شِبْرًا)) فَقَالَتْ: إِذَا تَنَكَّشِفُ أَقْدَامَهُنَّ قَالَ: ((فَبُرُخَيْنَةَ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ)) (۱۷)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو بھی اپنے کپڑے کو تکبر کے باعث کھینچے (یعنی لٹکائے) گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے“ تو حضرت ام سلمہؓ نے سوال کیا: عورتیں اپنے پلو کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ”اسے ایک بالشت لٹکالیں۔“ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں نگہ نہ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”تو وہ ایک ہاتھ لٹکالیں، لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکالیں۔“

یہ حدیث واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ عورت کے لیے اپنے قدم یعنی پاؤں کا ڈھانپنا

واجب ہے۔ تو جب پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے تو چہرے کا ڈھانپنا بالاولیٰ واجب ہے، کیونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں پاؤں کی نسبت زیادہ فتنے کا اندیشہ ہے۔

ہم نے اس حدیث سے چہرے کے پردے کا اثبات ”دلالت اولیٰ“ کے اصول کے تحت کیا ہے جو اصول فقہ کا ایک معروف اصول ہے لیکن ہمارے ایک ناقد جو عربی زبان کی تھوڑی بہت شد بد تو رکھتے ہیں لیکن شرعی علوم و اصطلاحات سے بالکل ناواقف ہیں، ہم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”دلالت اولیٰ“ کس بلا کا نام ہے! اگر یہ صاحب اصول فقہ کی کسی چھوٹی سی کتاب کا بھی مطالعہ فرما لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ ”دلالت اولیٰ“ کس بلا کو کہتے ہیں۔ کسی عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ عربی زبان کا علم رکھنے سے کوئی شخص عالم نہیں بن جاتا، عالم بننے کے لیے تو مدارس میں جا کر پختہ علماء کی صحبت میں ایک طویل عرصے تک کے لیے علوم شرعیہ قرآن، حدیث، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول عقیدہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اگر صرف عربی زبان جاننے سے آدمی عالم بن جاتا تو سارے اہل عرب عالم ہوتے۔

ہمارے ایک ناقد نے ہم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم نے عربی لفظ ”ذیل“ کا ترجمہ ”پلو“ کیا ہے جو غلط ہے اور اس کا صحیح ترجمہ ”دامن“ ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ صاحب ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے کوئی اردو لغت ہی کھول کر دیکھ لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ اردو زبان میں ”پلو“ کا لفظ ”دامن“ کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہ دونوں مترادف الفاظ بھی ہیں۔ ہمارا ان صاحب کو مشورہ یہ ہے کہ ہمیں عربی لغت دیکھنے کی نصیحت کرنے کی بجائے پہلے خود اردو لغت دیکھنے کی عادت ڈالیں۔

(۱۰) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَيَاكُمْ وَالذُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمُو؟ قَالَ: ((الْحَمُو الْمَوْتُ)) (۱۸)

”حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورتوں پر داخل ہونے سے بچو (یعنی مردوں کا عورتوں کی محفلوں میں جانا ممنوع ہے)“ تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں (مثلاً دیور وغیرہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں سے معاملہ کرتے وقت اُن کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ یعنی اگر کوئی معاملہ کرنا ہے تو آیت قرآنی ﴿فَاسْتَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِهِ حِجَابٍ﴾ کے مصداق پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اختلاطِ مرد و زن کی ممانعت کی بھی واضح دلیل ہے۔

اکثر و بیشتر منکرینِ حجاب چہرے کے پردے کے خلاف تو ہیں ہی اس پر مستزاد یہ کہ مرد و زن کے اختلاط کے بھی قائل ہیں۔ ہمارے ایک ناقد ایک جگہ فرماتے ہیں:

”غربت کی ماری عورت کو گھر سے باہر نکل کر تلاشِ معاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔

شہروں میں وہ گھروں میں جھاڑو پوچھا لگاتی ہے، سڑک پر روڑی کوٹی ہے، سر پر اینٹیں رکھ

کر تعمیر کے کام میں حصہ لیتی ہے، بھٹوں پر اینٹیں تیار کرتی ہے، دیہات میں وہ مردوں

کے شانہ بشانہ ابتدائے آفرینش سے کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی۔“

(کتاب ہذا: ص 23)

ہمیں تعجب ہے ان صاحب پر کہ مرد و زن کے اختلاط کو ثابت کرنے کے لیے وہ عورتوں پر ہونے والے ظلم کو کس دیدہ دلیری سے سند جواز عطا فرما رہے ہیں! ہمارا اُن سے سوال ہے کہ اگر ایسا ہو رہا ہے تو کیا یہ سب کچھ صحیح ہو رہا ہے؟ کیا ایسا ہونا چاہیے؟ کیا اسلام عورتوں کو معاش کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے؟ کیا عورت کی اصل ذمہ داری اپنے گھر کو سنبھالنا اور اپنے بچوں کی تربیت کرنا ہے یا سڑکوں، گلی کوچوں، دوسروں کے گھروں میں جا کر صفائی کرنا، بھٹوں پر اینٹیں تیار کرنا، سڑکوں پر روڑی کوٹنا ہے؟ کیا عورتوں سے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نازک آہنگینوں سے تشبیہ دی ہے، ایسے کام لینا اُن پر ظلم نہیں ہے؟ اگر یہ سب کچھ ظلم ہے، اور یقیناً ایسا ہی ہے، تو ان صاحب کو تو چاہیے تھا کہ اس ظلم کے خلاف قلم اٹھاتے نہ کہ اس ظلم کو بنیاد بنا کر مرد و زن کے اختلاط کو ثابت کرنے لگ جاتے۔

حجاب کے منکرین اور اس کا اثبات کرنے والوں کے درمیان یہی فرق ہے۔ علماء اور مذہبی رہنما حجاب کا اثبات اس لیے کرتے ہیں تاکہ عورت کو عزت ملے اور وہ گھر کی مالکن بن کر گھر میں رہے۔ گھر کے باہر کی ساری ذمہ داریاں مرد کے اوپر ہیں۔ مرد ہی اصل میں اپنی بیوی اور بچوں کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہے، اسی وجہ سے تو مرد کو قرآن میں قوام کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط (النساء: ۳۴)

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر (یعنی مردوں کو عورتوں پر) فضیلت دی ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مرد (عورتوں پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔“

دوسری طرف منکرینِ حجاب کا طرزِ عمل دیکھیں۔ وہ عورتوں کو گھر کی مالکن کے بجائے دوسروں کے گھروں کی خادمہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کی بجائے دوسروں کے بچوں کو سنبھالے اور اپنے شوہر کی خدمت کی بجائے اجنبی مردوں کی خدمت کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ مردوں نے ہمیشہ عورت کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تختہ مشق بنایا ہے۔ اہل مغرب جو عورتوں کے حقوق کے دعوے دار ہیں، عورت کا سب سے زیادہ استحصال وہی کرتے ہیں۔ اپنی جنسی خواہشات و ہوس کی تکمیل کے لیے مغرب کے مرد نے حقوقِ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا اور مساواتِ مرد و زن کے نعرے لگا کر اپنی معاشی ذمہ داریوں سے جان چھڑائی اور عورتوں کے گھر سے باہر نکل کر کام کاج کرنے کو آزادیِ نسواں کا نام دیا۔ اسلام تو ہمیں یہ درس سکھلاتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ اس کے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے، چہ جائیکہ مرد گھر اور بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اپنی معاشی ذمہ داریاں بھی عورت کے کندھوں پر ڈال دے۔

اضطراری کیفیت میں عورت کا گھر سے باہر نکل کر کام کرنا ایک علیحدہ مسئلہ ہے، لیکن جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے اس کو سند جواز عطا کرنا ظلم و زیادتی ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا

خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) (۱۹)

”حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورت

تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔“

اس حدیث میں عورت کو ”عورة“ کہا گیا ہے، یعنی چھپانے کی شے۔ اس سے مراد ہے کہ عورت کا سارا جسم ”عورة“ ہے جس کو چھپانا چاہیے۔ اس سے مستثنیٰ وہی ہے جس کو قرآن نے ”إلا ما ظهر منها“ کے الفاظ میں بیان کر دیا ہے یعنی جن کے چھپانے میں مشقت ہو اور وہ عورت کے ہاتھ، کپڑے، آنکھیں اور ان کی زینت وغیرہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اس سے ملتی جلتی بعض روایات میں الفاظ ہیں:

إِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَأَقْرَبَ مَا تَكُونُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا (۲۰)

”عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔ اور عورت اپنے رب کی رضا سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو جائے۔“

ابن العربی نے ”عارضۃ الأوحی: ۹۲/۳“ میں ابن القطان نے ”احکام النظر: ۱۳۷“ میں جبکہ علامہ البانی نے ”صحیح الترغیب: ۳۴۶“ میں اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو ”حسن غریب“ کہا ہے۔ ابن حزم نے ”المحلی: ۲۰۱/۴“ میں اسے ”قابل احتجاج“ کہا ہے۔

(۱۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً أَحْطَبُهَا فَقَالَ: ((إِذْهَبْ فَانظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُودِمَ بَيْنَكُمَا)) فَاتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَحَطَبْتُهَا إِلَى أَبِيهَا وَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَهُمَا كَرِهًا ذَلِكَ، قَالَ فَسَمِعْتُ ذَلِكَ الْمَرْأَةَ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرَكَ أَنْ تَنْظُرَ فَانظُرْ وَإِلَّا فَانْشُدْكَ كَأَنَّهَا أَعْظَمَتْ ذَلِكَ قَالَ فَتَنظَرْتُ إِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا)) (۲۱)

”میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپ نے فرمایا: ”جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی۔“ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے تو تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے

فرمان کو بڑا جانا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دَرّت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔“

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایک مرد ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تھا تو اس کے باوجود بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس روایت کو امام ترمذی نے ”سنن الترمذی: ۱۰۸۷“ میں جبکہ امام بغوی نے ’شرح السنۃ: ۱۴/۵‘ میں ”حسن“ کہا ہے۔ ابن القطن نے اس روایت کو ”احکام النظر: ۳۸۷“ میں ابن الملقن نے ”البدرا لمیر: ۵۰۳/۷“ میں جبکہ علامہ البانی نے ”صحیح ابن ماجہ: ۱۵۲۴“ میں ”صحیح“ کہا ہے۔

ابن فارس نے ”مقائیس اللغۃ“ میں لفظ ”خدر“ کے چار بنیادی معنوں کا تذکرہ کیا ہے: اندھیرا، پردہ، دیر لگانا اور ٹھہرانا۔ ہم نے اس حدیث کے ترجمے میں ”خدر“ کا ترجمہ ”پردہ“ کیا ہے جس پر ہمارے بعض ناقدین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ترجمہ لغت کے ساتھ ساتھ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ علامہ سندھی نے ابن ماجہ کی شرح میں ”خدرھا“ کا ترجمہ ”سترھا“ کیا ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ لفظ ”پردے“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مر بامرأة وهی فی خدرھا معها صبی فقالت ألهذا حج؟ قال: نعم ولك

أجو (سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحج بالصغیر)

”اللہ کے رسول ﷺ کا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جو پردہ میں تھی اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا تو اس نے سوال کیا: کیا اس کے لیے بھی حج ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں اور تیرے لیے اس کا اجر ہے۔“

پس یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ ”خدر“ کا ترجمہ ”پردہ“ کرنا غلط ہے۔ ہمارے ایک ناقد نے ”خدر“ کا ترجمہ عورت کی خلوت گاہ کیا ہے۔ اگر اس کا ترجمہ ”عورت کی خلوت گاہ“ بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عورت چاہے اپنی خلوت گاہ میں ہو یا پردے میں دونوں صورتوں میں وہ اجنبی افراد سے حجاب میں ہوتی ہے۔

ہمارے ایک ناقد ہم پر اعتراض کرتے ہوئے حدیث کے الفاظ ”اذْهَبْ فَاَنْظُرِ الْيَهَا

فَانَّهُ اَجْدَرُ“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ نے فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو یعنی اسے خصوصی طور پر دیکھ لو کہ وہ اس قابل ہے“ ہمارے ناقد اپنا موقف سیدھا کرنے کے لیے ”فانہ“ میں ”ہ“ کی ضمیر عورت کی طرح لوٹا رہے

ہیں جو قطعاً غلط ہے۔ مذکر کی ضمیر عورت کی طرف کیسے لوٹ سکتی ہے جبکہ کوئی قرینہ بھی نہ ہو؟

(۱۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ : خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلَتْ اتَّخَبًا لَهَا حَتَّى

نَظَرْتُ إِلَيْهَا فِي نَخْلِ لَهَا فَقِيلَ لَهَا اتَّفَعَلْ هَذَا وَأَنْتِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ

ﷺ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ

امْرِئٍ حِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا)) (۲۲)

”حضرت محمد بن مسلمہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا

اور میں اس کو چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرنے لگ گیا، حتیٰ کہ ایک دن وہ عورت اپنے

باغ میں گئی تو میں نے (موقع پا کر) اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا: آپ اللہ

کے رسول ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے

رسول ﷺ سے سنا ہے ”جب کسی مرد کا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف

دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ کہ ”فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا“ اس بات کی دلیل ہیں

کہ اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش ہو تو اس کو دیکھنے کی رخصت ہے اس کے علاوہ نہیں۔

حضرت محمد بن مسلمہ کا تکلف کر کے اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کے باوجود نہ دیکھ

پانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ اسی طرح اگر وہ

عورت بھی حجاب نہ کرتی ہوتی تو حضرت محمد بن مسلمہ کو چوری چھپے تکلف کر کے اس خاتون کو

دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی ”حجاج

بن ارطاة“ ضعیف ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس

حدیث کو علامہ البانی نے ”ارواء الغلیل: ۱۷۹۱“ میں اور ”صحیح ابو داؤد: ۲۰۸۲“ میں

”حسن“ کہا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث ”سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب فی الرجل ينظر

الی المرأة“ میں بھی ایک دوسری سند کے ساتھ موجود ہے اور اس کی اس سند میں حجاج بن ارطاة

راوی نہیں ہے۔ اس حدیث کو اس سند کے ساتھ علامہ البانی نے ”صحیح ابن ماجہ: ۱۵۲۲“ میں

”صحیح“ کہا ہے۔

(۱۴) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَمَرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحَيْضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَيَشْهَدُنَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحَيْضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ ، قَالَتْ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ : ((لَتَلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) (۲۳)

”حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکالیں وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ”اس کی سہیلی اس کو اپنی چادر میں شریک کرے۔“

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بغیر چادر باہر نکلنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ چادر کے لیے اس حدیث میں جلاب کا ذکر آیا ہے اور ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جلاب وہ چادر ہے جو آپ کے زمانے میں ازواج مطہرات اور مومن عورتیں گھر میں بھی اور گھر کے باہر بھی استعمال کرتی تھیں۔ گھر میں یہ چادر نماز وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی تھی اس لیے عورتیں اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کو ڈھانپتی تھیں لیکن گھر سے باہر نکلنے وقت امہات المؤمنین اور عام مومن عورتیں اسی چادر سے اپنے جسم کے علاوہ اپنے چہرے کو بھی چھپا لیتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی بخاری کی روایت ”فخمرت وجہی بجلابی“ سے ظاہر ہے۔

## فصل دوم

# تاکلین استحبابِ حجاب اور احادیثِ مبارکہ

حجاب کے استحباب کے دلائل کو علامہ البانی نے اپنی کتاب ”حجاب المرأة المسلمة“ اور ”جلباب المرأة المسلمة“ میں بیان کیا ہے۔ منکرین حجاب (یعنی حجاب کو بدعت یا تہذیبی روایت یا مشقت قرار دینے والے) بھی اپنی تحقیق میں علامہ البانی ہی کے دلائل سے استفادہ کرتے ہوئے حجاب کو بدعت یا مسلمانوں کی ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشتق قرار دیتے ہیں۔ علامہ البانی نے اپنی کتاب ”حجاب“ اور ”جلباب المرأة المسلمة“ میں چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کے حوالے سے تیرہ احادیث بیان کی ہیں۔ ہم بالترتیب ان احادیث سے کیے گئے استدلال پر اپنی کچھ معروضات پیش کریں گے۔

## پہلی دلیل

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْعِيدِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بغيرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مَتَوَكِّنًا عَلَى بِلَالٍ فَأَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَحَتَّى عَلَى طَاعَتِهِ وَوَعظَ النَّاسَ وَذَكَرَهُمْ ثُمَّ مَضَى حَتَّى آتَى النِّسَاءَ فَوَعظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَكْثَرَ كُنَّ حَطْبُ جَهَنَّمَ فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَيْنِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((لِأَنَّكُمْ تَكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَةَ)) قَالَ فَجَعَلَنْ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِينَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ مِنْ أَقْرَبْتِهِنَّ وَخَوَاتِمِهِنَّ (۳۳)

”حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نمازِ عید میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز کو بغیر آذان و اقامت کے شروع کیا، پھر آپ حضرت بلالؓ کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کی ترغیب دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے اور ان سے کہا تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ تم میں سے اکثر جنہم کا ایندھن

ہیں۔ عورتوں کے درمیان سے ایک عورت کھڑی ہوگئی جو سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھی۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ”یہ اس وجہ سے ہوگا کہ تم بہت زیادہ شکایت اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔“ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورتیں اپنے زیورات میں سے کانوں کی بالیاں اور ہاتھوں کی انگوٹھیاں اتار اتار کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔“

اس حدیث میں ”سَفَعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کے الفاظ سے منکرینِ جناب یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) عورت کے چہرے سے اتفاقاً کپڑے کا سرک جانا: اس بات کا قوی احتمال موجود ہے کہ جس عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا وقتی طور پر اس کے چہرے سے کپڑا کھسک گیا ہو:

(۲) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُس زمانے میں کپڑوں کی کمی تھی۔ عورتوں کے پاس اپنا پورا جسم ڈھانپنے کے لیے بھی کپڑا موجود نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحَيْضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَيَشْهَدَنَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحَيْضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتْ أُمْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: ((لَتَلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) (۳۴)

”حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کے دنوں میں حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ تو ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی سہیلی اپنی چادر میں اس کو بھی شریک کرے۔“

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کپڑا کم ہونے کی وجہ سے دو عورتیں بعض اوقات ایک ہی چادر اپنے اوپر لپیٹ کر عید کی نماز کے لیے آتی تھیں۔ ایسے حالات میں کسی عورت کے چہرے سے عارضی طور پر چادر کا سرک جانا بالکل فطری بات ہے، خصوصاً جبکہ وہ عورت سوال کرنے کے لیے بھی کھڑی ہوتی ہو۔

بعض دوسری روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے چادر وقتی طور پر کھسک گئی تھی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے یہ روایت بیان کرتے وقت اس عورت کے حوالے سے ”سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کے الفاظ بیان کیے ہیں جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم جب اسی روایت کو بیان کرتے ہیں تو عورت کے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن اس عورت کے چہرے کے حوالے سے ”سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کی صفت بیان نہیں کرتے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت جب آپ سے سوال کرنے کے لیے کھڑی ہونے لگی تو اس وقت عرضی طور پر اس کی چادر یا اس کی سہیلی کی چادر اس کے چہرے سے کھسک گئی اور اس دوران میں حضرت جابرؓ کی نگاہ اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس کے چہرے کی اس صفت کو بھی ساتھ ہی بیان کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَا يَدْرِي الْحَسَنُ  
مَنْ هِيَ (۳۵)

”ایک عورت نے آپ کو جواب دیا اور کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: ”ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! اور حسن کو یہ معلوم نہیں کہ وہ عورت کون تھی۔“

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (۳۶)  
”اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ایسا کیوں ہوگا؟“

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزَلَةٌ: وَمَالَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (۳۷)

”تو ان میں سے ایک رائے رکھنے والی عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ!  
ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوگا؟“

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے:

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ لَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ أَوْ مِنْ أَعْقَلِهِنَّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فِيمَ  
أَوْلِمَ أَوْ بِمَ؟ (۳۸)

”تو ایک عورت نے کہا جو سر آوردہ اور زیادہ عقل مند لوگوں میں سے نہیں تھی: اے اللہ

کے رسول ﷺ! ایسا کیوں یا کس وجہ سے ہوگا؟“

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ”سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کے الفاظ نقل کرنے میں حضرت جابرؓ منفرد ہیں اور باقی صحابہ کرامؓ اس روایت کو نقل کرتے ہیں تو صرف عورت کا تذکرہ کرتے ہیں جبکہ اس کی صفت ”سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کا ذکر نہیں کرتے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے عارضی طور پر کپڑا اکھسک گیا تھا اور اس دوران حضرت جابرؓ کی نظر اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس عورت کی نشاندہی کے لیے اس کی مذکورہ صفت کو بھی نقل کر دیا جیسا کہ بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی اس عورت کی تعیین کے لیے اس کی بعض صفات کو نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ”جزلة“ یعنی صاحب رائے خاتون جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ”كَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ اَوْ اَعْقَلِيْنَ“ یعنی درمیانے درجے کی خاتون کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۲) عورت بوڑھی تھی: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ عورت بوڑھی تھی لہذا ”قواعد“ کے حکم کے مطابق اس کے لیے چہرے کا پردہ نہ کرنے کی رخصت تھی کیونکہ لفظ ”سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ عربی زبان میں مجازاً اس عورت کے لیے بھی بولا جاتا ہے کہ جس کی ساری زندگی محنت و مشقت میں گزری ہو اور اس محنت و مشقت کی وجہ سے اس کا چہرہ مرجھا گیا ہو اور رنگ اور خدو خال متغیر ہو گئے ہوں جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ اس معنی میں استعمال بھی ہوئے ہیں۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (( اَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمًا يَزِيدُ بِالْوَسْطَى وَالسَّبَابَةِ امْرَأَةٌ أَمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا )) (۳۹)

”حضرت عوف بن مالک الأشجعیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اور سرخی مائل سیاہ گالوں والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے اور یزید (راوی) نے درمیانی اور شہادت والی انگلی کی طرف اشارہ کیا یہ وہ حسب نسب والی خوبصورت عورت ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو (نئی شادی سے) روک رکھا یہاں تک کہ اولاد بڑی ہوگئی یا وہ عورت مرگئی۔“ (”ماتوا“ کا ترجمہ بعض شارحین حدیث نے ”ماتت“ سے کیا ہے۔

تفصیل کے لیے ”عون المعبود“ دیکھیں)

اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لغت عرب میں مجازاً ”سَفَعَاءُ الْخَدَّيْنِ“ کا لفظ ایسی عورت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس کے چہرے کا رنگ مصائب و تکالیف اور سخت مشقت کی وجہ سے متغیر یعنی سرخ سے سیاہ ہو گیا ہو اور جس کے چہرے کا رنگ و خدو حال متغیر (یعنی سیاہ) ہونے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی کشش باقی نہ رہی تھی۔ علاوہ ازیں وہ عمر کے اس حصے کو پہنچ چکی تھی کہ جس کے لیے قرآن میں لفظ ”قَوَاعِدُ“ استعمال ہوا ہے۔ یہ وضاحت اتنی قوی ہے کہ کسی دوسری تو جیہہ کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۳) حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ: بعض علماء نے اس حدیث کے بارے میں یہ رائے پیش کی ہے کہ یہ حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ نماز عید ۲ ہجری میں شروع ہوئی جبکہ سورۃ الاحزاب کی آیت جلاباب بعض علماء کے نزدیک ۳ ہجری میں، بعض کے نزدیک ۴ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔ لہذا یہ امکان موجود ہے کہ یہ واقعہ آیہ جلاباب کے نزول سے پہلے کا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

## دوسری دلیل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْفُضْلُ رَدَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَتَمِ الْفُضْلِ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفُضْلِ إِلَى الشَّقِ الْأَخْرَفِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ أَدْرَكْتُ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يُثْبِتُ عَلَيَّ الرَّاحِلَةَ أَفَأَحْجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ (۲۴)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو ایک عورت جو قبیلہ ناعم سے تعلق رکھتی تھی، آئی۔ حضرت فضل بن عباسؓ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اس کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت نے آپ سے سوال کیا کہ میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے اور وہ سواری پر سیدھا بیٹھ بھی نہیں سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ تو آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔“

ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ یہ عورت حالتِ احرام میں تھی اور حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے۔

ابن بطلال نے فضل بن عباسؓ کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

وفيه دليل على أن نساء المومنين ليس عليهن من الحجاب ما يلزم أزواج النبي ﷺ، إذ لولزم ذلك جميع النساء لأمر النبي ﷺ الخثعمية بالاستتار ولما صرف وجه الفضل، قال: وفيه دليل على أن ستر المرأة وجهها ليس فرضاً لإجماعهم على أن للمرأة أن تبدى وجهها في الصلاة ولو رآه الغرباء (٢٥)

”اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان عورتوں پر وہ حجاب فرض نہیں ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے لیے لازم تھا۔ اگر یہ حجاب تمام عورتوں کے لیے لازم ہوتا تو آپ ﷺ قبیلہ خثعم کی عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیتے اور فضل بن عباس کا چہرہ دوسری طرف نہ پھیرتے۔ ابن بطلال نے کہا کہ اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے چہرے کو چھپانا فرض نہیں ہے، کیونکہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی چاہے اجنبی اسے دیکھ رہے ہوں۔“

علامہ ابن حجر، ابن بطلال کا موقف نقل کرنے کے بعد اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وفي استدلاله بقصة الخثعمية لما ادعاه نظر لأنها كانت محرمة (٢٦) ”میں یہ کہتا ہوں کہ ابن بطلال کا قبیلہ خثعم کی عورت کے قصے سے (حجاب کے عدم وجوب پر) استدلال کرنا محل نظر ہے، کیونکہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی۔“

### علامہ البانی کا موقف

علامہ البانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی عورت حالتِ احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی ”ابن حجر“ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: كلا، فإنه لا دليل على أنها كانت محرمة بل الظاهر خلافه. فقد قدمنا عن الحافظ نفسه أن سؤال الخثعمية للنبي ﷺ إنما كان بعد رمي جمرة العقبة، أي بعد التحلل فكان الحافظ نسي ما كان حقيقه هو بنفسه رحمه الله تعالى، ثم هب أنها كانت محرمة فإن ذلك لا يخدم

فی استدلال ابن بطلال المذكور البتة. ذلك لأن المحرمة تشترك مع غير المحرمة في جواز ستر وجهها بالسدل عليه كما يدل على ذلك الحديث الرابع والخامس الآتين وإنما يجب عليها أن لا تنتقب فقط. فلو إن كشف المرأة لوجهها أمام الأجانب لا يجوز؛ لأمرها ﷺ أن تسبل عليه من فوق كما قال ابن حزم لا سيما وهي من أحسن النساء وأجملهن وقد كاد الفضل بن عباس أن يفتن بها! ومع هذا كله لم يأمرها ﷺ بل صرف وجه الفضل عنها، ففي هذا دليل أيضاً على أن الستر المذكور لا يجب على المرأة ولو كانت جميلة (٢٧)

قارئین کی آسانی کی خاطر ہم علامہ البانی کی عبارت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

### علامہ البانیؒ کا پہلا دعویٰ

قلت: كلا، فإنه لا دليل على أنها كانت محرمة، بل الظاهر خلافه ”میں (البانی) یہ کہتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے (جو ابن حجر نے بیان کیا ہے) کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی بلکہ بظاہر حقیقت اس کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔“

**جواب دعویٰ:** علامہ البانی کا یہ کہنا کہ عورت کے حالتِ احرام میں ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، صریح نص کے خلاف ہے۔ بہت ساری احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی۔ چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(١) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفُضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَدَاةَ النَّحْرِ فَاتَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ..... (٢٨)

”حضرت ابن عباسؓ (اپنے بھائی) حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی (والے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ) کی صبح اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ کے پاس آئی.....“

(٢) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ أَحِيهِ الْفُضْلِ أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَدَاةَ النَّحْرِ فَاتَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ..... (٢٩)

”حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی والے دن کی صبح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ کے

پاس آئی.....“

اس روایت کو علامہ البانی نے ”صحیح ابن ماجہ: ۲۳۶۸“ میں صحیح کہا ہے۔

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَدَاةَ جَمْعٍ..... (۳۰)  
”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے  
مزدلفہ کی صبح سوال کیا.....“

(۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ رَدَفَ النَّبِيِّ ﷺ  
يَوْمَ النُّحْرِ وَكَانَتْ جَارِيَةً خَلْفَ أَبِيهَا فَجَعَلَتْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا فَجَعَلَ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْهَا فَلَمْ يَزَلْ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مَنَى يَلْبَسِي حَتَّى  
رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النُّحْرِ (۳۱)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قربانی  
والے دن آپ کے پیچھے سوار تھے اور لڑکی اپنے باپ کے پیچھے سوار تھی۔ جب میں اس  
کی طرف دیکھنے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ اس کی طرف سے میرے چہرے کو پھیرنے  
لگے۔ پس آپ مزدلفہ سے منی تک تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے قربانی کے دن  
جرہ (عقبہ) کی رمی کی۔“

اس روایت کو شیخ احمد شاکر نے ”مسند احمد: ۲۴۲۳“ میں صحیح الإسناد کہا ہے۔ شیخ شعیب أرنؤوط  
نے بھی اس روایت کو ”صحیح“ کہا ہے (مسند احمد: ۲۱۲۱)

(۵) صحیح مسلم کی ایک طویل روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ عورت اکیلی نہ تھی، بلکہ  
عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھی۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَجُلًا  
حَسَنَ الشَّعْرِ أَيْضًا وَسِيمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَّتَ بِهِ ظَعْنٌ  
يَجْرِيْنَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ يُنْظِرُ إِلَيْهِنَّ..... حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسَّرٍ..... (۳۲)

”رسول اللہ ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے ”مشعر حرام“ سے روانہ ہوئے اور آپ نے  
حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت فضل بن عباسؓ خوبصورت بالوں  
والے سفید رنگ کے ایک وجیہہ انسان تھے۔ جب آپ نے کوچ کیا تو آپ کے پاس سے  
کچھ اونٹ گزرے کہ جن میں ہر ایک پر ایک عورت بیٹھی تھی تو حضرت فضل بن عباسؓ ان  
عورتوں کی طرف دیکھنے لگے..... یہاں تک کہ آپ ”وادی محسر“ میں تشریف لائے۔“

مذکورہ بالا اور اس طرح کی بہت ساری روایات سے یہ بات صریحاً ثابت ہوتی ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ والا یہ واقعہ قربانی والے دن کی صبح مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے پیش آیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی، اور حالت احرام میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے۔ لہذا اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

ان صریح نصوص کے بالمقابل حضرت علیؓ کی ایک روایت مسند احمد میں ہے، جس کا تذکرہ علامہ البانی نے کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ”رمی الجمار“ کے بعد کا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ واقعہ ”رمی الجمار“ کے بعد کا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالت احرام کے بھی بعد کا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد میں ایک راوی ”عبدالرحمن بن حارث المخزومی“ ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب ”تقریب التہذیب“ میں لکھا ہے: صدوق له أوہام ”صدوق ہے اور اس کے بہت سے وہم بھی ہیں۔“

انہی اوہام کی وجہ سے امام احمد نے اس کو ”متروک“ کہا ہے۔ محسوس یہی ہوتا کہ یہ اس راوی کا وہم ہے کیونکہ اس کے بالمقابل ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ”رمی الجمار“ سے پہلے کا ہے جیسا کہ ان ثقہ راویوں کی روایات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

علامہ البانیؒ کا دوسرا دعویٰ: علامہ البانی نے ابن حجرؒ کے حوالے سے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ ابن حجر بھی اس بات کے قائل تھے کہ وہ عورت حالت احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی لکھتے ہیں:

فقد قدمنا عن الحافظ نفسه أن سؤال الخثعمية للنبي ﷺ إنما كان بعد رمي جمره العقبة: أي بعد التحلل فكان الحافظ نسي ما كان حقيقه هو بنفسه رحمه الله تعالى

”ہم حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خود ابن حجر کا کہنا یہ ہے کہ خثعمیہ عورت کا آپؐ سے سوال کرنا جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد کا واقعہ ہے، یعنی احرام کھول دینے کے بعد۔ ایسا محسوس ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے جس بات کا اثبات کیا تھا اس کو بھول گئے (اور یہ کہہ دیا کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی)۔“

**جواب دعویٰ:** حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ البانی نے جو قول نقل کیا ہے اس کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

ویحتمل أن يكون سوال الخثعمية وقع بعد رمى جمرة العقبة  
”اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ خثعمیہ عورت کا یہ سوال جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد  
ہوا ہو۔“

حافظ ابن حجر نے اپنی اس عبارت میں احتمال پیش کیا ہے اور ان کا یہ احتمال فتح الباری کی  
جلد ۴، ص ۶۷ میں موجود ہے، جبکہ آگے چل کر فتح الباری کی جلد ۱۱، ص ۱۰ میں ابن حجر نے اپنے  
اسی احتمال کو رد کرتے ہوئے صریحاً اپنا موقف ان الفاظ میں پیش کیا:

قلت: وفي استدلاله بقصة الخثعمية لما ادعاه نظر، لأنها كانت محرمة  
”میں (ابن حجر) یہ کہتا ہوں کہ ابن بطلال کا خثعمیہ عورت کے قصے سے استدلال کرنا محل نظر  
ہے، کیونکہ وہ حالت احرام میں تھی۔“

ابن حجر نے اپنے قول اول میں اس بات کا احتمال پیش کیا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ حالت  
احرام کے بعد کا ہو۔ لیکن اپنے قول ثانی کے ذریعے خود ہی اپنے اس احتمال کا رد بھی کر دیا۔ لہذا  
ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر کا موقف بھی یہی ہے کہ جب فضل بن عباسؓ کا یہ واقعہ ہوا اُس وقت  
وہ عورت حالت احرام میں تھی۔ کیونکہ حافظ ابن حجر کا دوسرا قول مؤخر ہے۔

علامہ البانیؒ کا تیسرا دعویٰ

ثم هب أنها كانت محرمة، فإن ذلك لا يدخل في استدلال ابن بطلال  
المذكور ألبتة ذلك لأن المحرمة تشترك مع غير المحرمة في جواز  
ستر وجهها بالسدل عليه..... ففني هذا دليل أيضاً على أن الستر  
المذكور لا يجب على المرأة ولو كانت جميلة

”پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی تو بھی ابن بطلال کا  
استدلال مذکور صحیح ہے، کیونکہ ”محرمة“ اور ”غیر محرمة“ دونوں کے لیے اپنے چہرے  
کو کپڑے سے ڈھانپنا جائز ہے، جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔  
”محرمة“ کے لیے واجب صرف یہ ہے کہ نقاب نہ اوڑھے۔ اگر عورت کا اجنبی آدمیوں  
کے سامنے اپنے چہرے کا کھولنا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس عورت کو اپنے چہرے  
پر کپڑا لگانے کا حکم دیتے، جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے، خاص طور پر جبکہ وہ عورت بہت  
زیادہ حسین اور جمیل بھی تھی اور حضرت فضل بن عباسؓ کے بارے میں یہ خطرہ موجود  
تھا کہ وہ اس عورت کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے۔ اس کے باوجود آپؐ نے اس عورت کو

اپنے چہرے پر کپڑا لگانے کا حکم نہ دیا، بلکہ حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، پس اس میں دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ عورت کے لیے واجب نہیں ہے، چاہے وہ خوبصورت ہی کیوں نہ ہو۔“

علامہ البانیؒ کے بقول اس عورت کے لیے حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز تھا، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا، بلکہ حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اور آپؓ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے۔

**جواب دعویٰ:** استدلال کا جو انداز علامہ البانیؒ نے ابن حزمؒ کے حوالے سے اختیار کیا ہے، یہ کوئی معروف طریقہ کار نہیں ہے۔ بات واضح ہے کہ اس عورت کے لیے جس طرح چہرے کو حالت احرام میں ڈھانپنا جائز تھا اس طرح کھلا رکھنا بھی مشروع تھا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے فتنے کے اندیشے کے پیش نظر حضرت فضل بن عباسؓ کے چہرے کو پکڑ کر دوسری طرف کر دیا اور اس عورت کو پردے کا حکم نہ دیا، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے؟ اصل مقصد اُس وقت پیدا ہونے والے فتنے کو ختم کرنا تھا۔ اس کا ایک طریقہ کار تو یہ تھا کہ آپؓ اس عورت کو حکم دیتے اور وہ اپنے چہرے پر اپنی چادر لٹکا لیتی۔ دوسرا طریقہ کار یہ تھا کہ آپؓ حضرت فضل بن عباسؓ کو غضب بصر کا حکم دیتے۔ اور آپؓ نے دوسرے طریقے کو اختیار کیا۔ پہلے طریقے کو اختیار نہ کرنے کی غالباً وجہ یہ تھی کہ اس میں مشقت زیادہ تھی، کیونکہ معاملہ صرف ایک عورت کا نہ تھا، بلکہ حضرت فضل بن عباسؓ اس سفر میں ایک سے زائد عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور شعمیہ عورت کی طرف تو بار بار دیکھ رہے تھے۔

صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھ رہے تھے۔ اب یا تو وہ خاتون بھی اس گروہ میں شامل تھی یا یہ خواتین کا کوئی اور گروہ تھا جس کی طرف حضرت فضل بن عباسؓ دیکھ رہے تھے۔ اب یا تو رسول اللہ ﷺ ان سب عورتوں کو پردے کا حکم دیتے باوجود اس کے کہ ان کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع تھا، یا آپؓ حضرت فضل بن عباسؓ کی اصلاح کرتے۔ آپ ﷺ نے دوسرے راستے کو اختیار کیا جس میں مشقت کم تھی۔ علاوہ ازیں اللہ کے رسول ﷺ کا حضرت فضلؓ کے چہرے کا رخ موڑنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ ہے، کیونکہ چہرہ نسوانی حسن کا مرکز اور محل فتنہ ہے اور نتیجتاً صنفی آوارگی کے اسباب و ذرائع میں سے ہے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کے حضرت فضلؓ کے چہرے کو

دوسری طرف پھیرنے سے ہی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فتنے کے اندیشے سے ان کے چہرے کا رخ دوسری طرف کیا تو ہم ان کے جواب میں یہی کہیں گے کہ ہم تو شروع سے ہی یہ بات کر رہے ہیں کہ چہرہ محل فتنہ ہے اور اسی حکمت کے پیش نظر اس کا پردہ شرعاً واجب ہے۔

## تیسری دلیل

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جِئْتُ أَهْبُ لَكَ نَفْسِي قَالَ فَتَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاطَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأْسَهُ فَلَمَّا رَأَتْ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ (۳۳)

”حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اپنے نفس کو آپ کے لیے ہبہ کیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا اچھی طرح جائزہ لیا، پھر آپ نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو وہ بیٹھ گئی۔“

(۱) اس حدیث میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا، بلکہ اس حدیث سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت پردے میں تھی، کیونکہ ”فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ“ کا معنی علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

”وَالْمَرَادُ أَنَّهُ نَظَرَ أَعْلَاهَا وَأَسْفَلَهَا“

”یعنی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے کو دیکھا۔“

جبکہ امام نووی نے ”صَعَّدَ“ کے معنی ”رفع“ یعنی نظر بلند کرنے کے اور ”صَوَّبَ“ کے معنی ”خفص“ یعنی نظر پست کرنے کے کیے ہیں۔ یعنی آپ نے اس عورت کے جسم پر اوپر نیچے نظر ڈال کر دیکھا۔

اگر ان الفاظ سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ وہ عورت پردے میں نہ تھی، کیونکہ آپ نے اس کی طرف دیکھا، اس لیے کہ اگر وہ پردے میں تھی تو اس کو دیکھنے کا کیا مطلب ہے، تو یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں الفاظ ہیں کہ آپ نے اس عورت کے اوپر والے اور

نیچے والے دونوں حصوں پر نظر ڈالی۔ اگر اوپر والا حصہ کھلا تھا تو نیچے والا حصہ بھی کھلا ہونا چاہیے۔ دونوں حصوں میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن منکرین اور قائلین استجاب حجاب نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اوپر والا حصہ یعنی عورت کا چہرہ کھلا تھا اور انہوں نے نیچے والے حصے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ جس دلیل سے وہ اوپر والے حصے کو کھلا ثابت کر رہے ہیں اسی دلیل سے اس عورت کا نیچے والا حصہ یعنی پنڈلیاں پاؤں وغیرہ بھی کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے جو صریح نصوص کے اور خود ان حضرات کے موقف کے بھی خلاف ہے، خصوصاً پنڈلی کے ستر میں داخل ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔ حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے قد اور جسم وغیرہ کے بارے میں جائزہ لیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔

(ب) اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا تو اس کی توجیہ بعض اہل علم نے یہ کی ہے کہ اس عورت نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نکاح کے لیے پیش کیا تھا اور جس سے نکاح کا ارادہ ہو اُس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ منکرین اور قائلین استجاب حجاب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا جبکہ تمام اہل مجلس اس کو دیکھ رہے تھے۔ ان حضرات کی یہ بات غلط ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس عورت نے اصلاً تو اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں اہل مجلس کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ جیسا کہ اس روایت میں آگے چل کر اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپ نے اس عورت کا نکاح اہل مجلس میں موجود ایک ایسے شخص سے کر دیا جو اس سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا تھا، کیونکہ قرآن کی آیت ﴿اِنْ اَرَادَ النِّسِيُّ اَنْ يَسْتَبِيْحَهَا﴾ کے نزول کے بعد تمام عورتوں کو اس بات کا علم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ بھی کرتی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں لیں، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے انکار کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اسی احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے اس عورت نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش کیا، جیسا کہ روایت کے شروع کے الفاظ بتا رہے ہیں اور انکار کی صورت میں اہل مجلس کے لیے پیش کیا، جیسا کہ

روایت کے آخر میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا نکاح جب اہل مجلس میں موجود ایک شخص سے کر دیا تو اس عورت نے اس نکاح پر کوئی انکار نہ کیا جس سے ثابت ہوا کہ اس عورت نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش نہ کیا تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ اور اہل مجلس دونوں کے لیے اس عورت کی طرف دیکھنا جائز تھا۔

## چوتھی دلیل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْعَلَسِ (۳۴)

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں شریک ہوتیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے جسم کو چادروں میں لپیٹا ہوتا پھر وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلی جاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان بھی نہ پاتا تھا۔“

علامہ البانیؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجه الاستدلال بها هو قولها لا يعرفن من الغلس فإن مفهومه أنه لو لا الغلس يعرفن وإنما يعرفن عادة من وجوههن وهي مكشوفة فثبت المطلوب (۳۵)

”اس حدیث کے الفاظ ”لا يعرفن من الغلس“ سے استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو وہ پہچانی جاتیں اور وہ عورتیں عام طور پر اپنے چہروں سے ہی پہچانی جاتی ہیں جبکہ وہ کھلے ہوں پس ہمارا مطلوب (یعنی چہرے کے پردے کا مستحب ہونا) حاصل ہو گیا۔“

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے علامہ البانیؒ کا مطلوب حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب مسلمان عورتیں کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اپنے سارے بدن کو ایک بڑی چادر میں لپیٹ لیتی تھیں۔

”لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْعَلَسِ“ (اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ پاتا تھا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قال الداودي: معناه لا يعرفن أم نساء أم رجال أي لا يظهر للرائي إلا

## الأشباح خاصة (۳۶)

”داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے یہ پتائیں چلتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں، یعنی دیکھنے والے کے لیے وہ صرف سائے یا ہیولے ہوتے تھے۔“  
امام نوویؒ نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

((ما يعرف من الغلس)) هو بقايا ظلام الليل، قال الداودي معناه ما يعرفن أنساء هن أم رجال، وقيل ما يعرف أعيانهن وهذا ضعيف لأن المتلفعة في النهار أيضاً لا يعرف عينها فلا يبقى في الكلام فائدة (۳۷)  
”الغلس“ سے مراد رات کی تاریکی کا باقی ہونا ہے۔ ”داودی“ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ذات معلوم نہ ہوتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ دن میں بھی جس عورت نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا کر رکھا ہو اُس کی ذات معلوم نہیں ہوتی تو کلام کا فائدہ باقی نہیں رہتا (یعنی حدیث میں جو کلام ہے)۔“

علامہ البانیؒ نے اپنے کیے گئے معنی کی تائید میں ایک روایت کے الفاظ ”وما يعرف بعضنا وجوه بعض“ نقل کیے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بالکل ایک دوسری روایت کے ہیں کہ جس کا اس روایت سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ یہ مکمل روایت اس طرح ہے:

عبد الله بن أبياس الحنفى عن أبيه قال كنا نصلى مع عثمان الفجر فننصرف ولا يعرف بعضنا وجوه بعض (۳۸)

”حضرت عبد اللہ بن ایاس الحنفی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمانؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تھے تو ہم ایک دوسرے کے چہرے نہ پہچان سکتے تھے۔“

پہلی روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی بات ہو رہی ہے اور دوسری روایت میں حضرت عثمانؓ کے زمانے کی بات ہے۔ پہلی روایت میں عورتوں کی پہچان کا معاملہ زیر بحث ہے جبکہ دوسری روایت میں مردوں کی پہچان کی بات ہو رہی ہے۔ دونوں روایات کے پس منظر میں اس قدر واضح فرق کے بعد پہلی روایت کے الفاظ کی دوسری روایت کے الفاظ سے تشریح کیسے کی جاسکتی ہے؟

## پانچویں دلیل

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرٍو بْنَ حَنْصِ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ.....

فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ..... فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَ فِي بَيْتِ  
 أُمِّ شَرِيكِ، ثُمَّ قَالَ: ((تِلْكَ أُمْرَاةٌ يَعْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدَى عِنْدَ ابْنِ أُمِّ  
 مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكَ)) (۳۹) (وفی روایۃ) قال: ((انْتَقِلِي  
 إِلَى أُمِّ شَرِيكِ وَأُمِّ شَرِيكِ أُمْرَاةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَظِيمَةُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ، يُنْزَلُ عَلَيْهَا الضِّيْفَانُ)) فَقُلْتُ: سَأَفْعَلُ، فَقَالَ: ((لَا تَفْعَلِي إِنَّ أُمَّ  
 شَرِيكِ أُمْرَاةٌ كَثِيرَةُ الضِّيْفَانِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسْقُطَ عَنْكَ خِمَارُكَ أَوْ  
 يَنْكَشِفَ الثُّوبُ عَنْ سَائِلِكَ فَيَرَى الْقَوْمُ مِنْكَ بَعْضَ مَا تَكْرَهُينَ وَلَكِنْ  
 انْتَقِلِي إِلَى ابْنِ عَمِّكَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ)) (۴۰)

”فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دی اور غائب  
 ہو گئے..... حضرت فاطمہ بنت قیسؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپؐ سے اس کا  
 ذکر کیا..... تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اُمّ شریک کے گھر میں عدت گزاریں۔ پھر  
 آپؐ نے فرمایا: ”اُمّ شریک کے ہاں میرے کافی صحابہؓ کا آنا جانا ہوتا ہے، اس لیے تم  
 ابن اُمّ مکتوم کے ہاں عدت گزار لو، کیونکہ وہ ایک نابینا آدمی ہیں، لہذا تم اپنے  
 (اضائی) کپڑے وہاں اتار کر رکھ سکتی ہو۔“ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول  
 اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اُمّ شریک کے ہاں منتقل ہو جاؤ۔ اور اُمّ شریک انصار کی ایک  
 مالدار خاتون ہیں، اللہ کے رستے میں بہت زیادہ خرچ کرنے والی ہیں، ان کے ہاں  
 مہمانوں کی کثرت سے آمدورفت رہتی ہے۔“ تو میں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی۔  
 اس پر آپؐ نے فرمایا: ”تو ایسا مت کر! کیونکہ اُمّ شریک کے ہاں مہمان کثرت سے  
 آتے جاتے رہتے ہیں، اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ تیری چادر گر جائے یا کپڑا تیری  
 پنڈلیوں سے کھل جائے اور لوگ تیرے جسم کا وہ حصہ دیکھیں کہ جس کا دیکھنا تجھے بھی  
 ناپسند ہو۔ بلکہ تو ابن اُمّ مکتوم کے ہاں منتقل ہو جا جو تیرے بچا کے بیٹے ہیں۔“

یہ حدیث بالکل بھی اس معاملے میں واضح نہیں ہے کہ اس میں فاطمہ بنت قیسؓ کا چہرہ  
 کھلنے کا تذکرہ ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بات جو آپؐ نے کی ہے، وہ یہ کہ ”اَنْ يَسْقُطَ خِمَارُكَ“  
 کہ تیری چادر گر جائے۔ اب یہ چادر چہرے سے گرنے کا تذکرہ ہے یا سر سے اس بارے میں  
 حدیث خاموش ہے۔

علامہ البانیؒ کا استدلال: علامہ البانی نے اس حدیث سے ان الفاظ میں استدلال کیا ہے:

ووجه دلالة الحديث على أن الوجه ليس بعورة ظاهر، وذلك لأن النبي ﷺ أقر ابنة قيس على أن يراها الرجال وعليها الخمار وهو غطاء الرأس، فدل هذا على أن الوجه منها ليس بالواجب ستره كما يجب ستر رأسها<sup>(٤)</sup>

”اس حدیث کی اس بات پر دلالت کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، واضح ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ کو یہ بات سمجھائی کہ اس کو مرد اس حال میں دیکھیں جبکہ اس نے خمار (چادر) اوڑھی ہو اور ”خمار“ سر کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے جیسا کہ سر ستر میں داخل ہے۔“

علامہ البانیؒ کے استدلال کی کمزوری: علامہ البانی کا یہ استدلال انتہائی کمزور ہے۔ علامہ البانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ خمار سر کو اوڑھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، غلط ہے۔ اس غلطی کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) پہلی بات تو یہ کہ اگر لغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ”جلباب“ یا ”خمار“ کے الفاظ سر کی چادر کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو اس سے اس بات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے کہ اب یہ چادر چہرہ چھپانے کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی؟ کیا دور جاہلیت میں کوئی ایسا قانون لاگو تھا کہ جس کے مطابق ”جلباب“ یا ”خمار“ وغیرہ کو سر ڈھانپنے کے لیے تو استعمال کیا جاسکتا تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کے لیے نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ”جلباب“ اور ”خمار“ سر ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا تو اس سے اس بات کی نفی کہاں سے ہوتی ہے کہ ان سے چہرہ نہیں ڈھانپنا جاسکتا؟ جبکہ آج کل کے زمانے میں پردہ دار خواتین گھر میں کسی نامحرم کی آمد پر اپنے سر پر اوڑھی ہوئی چادر سے اپنا چہرہ چھپالیتی ہیں۔ بعض اوقات یہ چادر دوپٹے کی صورت میں ہوتی ہے۔

(۲) دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ”جلباب“ کے بارے میں بخاری اور ابوداؤد کی روایت سے ثابت کیا کہ مسلمان عورتیں ”جلباب“ کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں، اسی طرح ”خمار“ کے بارے میں بھی ہمیں ایسی روایات ملتی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں ”خمار“ کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں۔

(۱) حضرت فاطمہ بنت منذرؓ بیان کرتی ہیں:

كُنَّا نَحْمِرُ وُجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ  
الصِّدِّيقِ (۴۲)

”ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالت احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔“  
(ب) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كُنَّا نَدْخُلُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! هَذَا  
امْرَأَةٌ تَأْتِي أَنْ تَعْطِيَ وَجْهَهَا وَهِيَ مُحْرِمَةٌ فَرَفَعَتْ عَائِشَةَ خِمَارَهَا مِنْ  
صَدْرِهَا فَغَطَّتْ بِهِ وَجْهَهَا (۴۳)

”ہم ۸ ذی الحجہ کو ام المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے ام المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔“

وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی، جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنا جاسکتا ہے۔

(۳) خود علامہ البانی نے بھی ”حجاب المرأة المسلمة“ میں آگے چل کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہو جاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة في الخمار المذهب  
أفسدت نسك أختي التقى المذهب  
نور الخمار ونور خدك تحته  
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

فقد وصفها بان خمارها كان على وجهها ايضاً (۴۴)

”تو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے۔ مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے

نور کے باوجود) ابھی تک شعلہ کیوں نہیں مار رہا! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا۔“ علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔  
محل استشہاد ”نور الخمار و نور خدك تحتہ“ ہے۔

### چھٹی، ساتویں، آٹھویں، بارھویں اور تیرھویں دلیل

یہ پانچ روایات وہ ہیں جو چہرے کی بجائے ہاتھوں اور آنکھوں کے کھلا رکھنے کی دلیل ہیں اور ہم تو اس موقف کے قائل ہیں کہ عورت کے لئے اپنے ہاتھ اور آنکھیں کھلا رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ ”إلا ما ظهر منها“ میں داخل ہیں اور ان کے ڈھانپنے میں عورت کے لیے مشقت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جبکہ ہاتھوں کا پردہ واجب نہیں ہے۔ اب ہم ان پانچ روایات کا مختصر متن بالترتیب ذکر کیے دیتے ہیں۔

چھٹی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ جس میں عید کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا عورتوں کو خطبہ دینے اور صدقے کی ترغیب کا بیان ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں:

فرأيتن يهوين بأيديهن يقذفنه في ثوب بلال (٤٥)  
”پس میں نے انھیں دیکھا وہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا رہی تھیں اور زیورات حضرت بلال کے کپڑے میں پھینک رہی تھیں۔“

ساتویں دلیل سبب بنت حارثؓ کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے شوہر سعد بن خولہؓ کی وفات ہو گئی اور وہ حاملہ تھی۔ چار مہینے دس دن کی عدت گزرنے سے پہلے ہی وضع حمل ہو گیا اور نفاس کے دن گزارنے کے بعد وہ تیار ہوئیں۔ اس حالت میں ان کی ملاقات ابوالسائب سے ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تمہاری عدت تو چار ماہ دس دن ہے وہ پوری کرو۔ اس روایت میں ان صحابیہ کی تیاری کے بارے میں یہ الفاظ مروی ہیں:

وقد اکتحلت و اختضبت و تهيأت (٤٦)

”اور انھوں نے سرمہ لگایا اور مہندی لگائی اور تیار ہوئیں۔“

آٹھویں دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

أن امرأة أتت النبي ﷺ تباعه ولم تكن مختضبة فلم يباعها حتى

اختضبت (٤٧)

”ایک عورت آپ کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئی لیکن اس نے ہاتھوں پر مہندی نہیں

لگائی ہوئی تھی تو آپؐ نے اس سے بیعت نہ کی یہاں تک کہ اس نے مہندی لگالی۔“  
 بارہویں دلیل عبد اللہ بن محمد کی روایت ہے کہ ایک خاتون بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی  
 تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے ہاتھ پر مارا۔ اس روایت کے الفاظ ہیں:

فضرب یدی فسقطت اللقمة فقال لا تأکلی بشمالک (۴۸)

”تو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے ہاتھ پر مارا تو لقمہ گر گیا تو آپؐ نے فرمایا: بائیں  
 ہاتھ سے نہ کھا۔“

تیرہویں دلیل حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

جاءت بنت هبيرة إلى النبي ﷺ وفي يدها فتخ من ذهب فجعل  
 النبي ﷺ يضرب يدها بعصية معه (۴۹)

”بنت ہبیرہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی  
 تو اللہ کے رسول ﷺ اپنا عصا اس کے ہاتھ پر مارنے لگے۔“

لہذا یہ پانچوں روایات چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل نہیں بن سکتیں۔

## نویں دلیل

حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے  
 مجھ سے کہا:

ألا أريك امرأة من أهل الجنة فقلت بلى قال هذه المرأة السوداء أتت  
 النبي ﷺ فقالت أنى أصرع وأنا أتكشف فادع الله قال إن شئت  
 صبرت ولك الجنة وإن شئت دعوت الله أن يعافيك فقالت أصبر  
 فقالت أنى أتكشف فادع الله لي ألا أتكشف فدعاه لها (۵۰)

”کیا میں تجھے جنت کی ایک عورت نہ دکھاؤں تو میں نے کہا کہ کیوں نہیں، تو حضرت  
 عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا یہ کالی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا  
 مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں (یعنی میرا ستر کھل جاتا ہے) تو آپؐ  
 اللہ سے دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو (اپنی بیماری پر) صبر کر اور اس کے  
 بدے تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت  
 کی دعا کر دیتا ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میں صبر کروں گی لیکن میں ننگی ہو جاتی  
 ہوں (یعنی میرا ستر کھل جاتا ہے) آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوں تو

آپ نے اس کے لیے دعا کی۔“

ایک ایسی عورت جس پر مرگی کے دورے پڑتے ہوں اور اس دوران اس کا ستر بھی کھل جاتا ہو اور اس میں اتنا شعور بھی باقی نہ رہے کہ وہ اپنے جسم کو چھپا سکے تو ایسی عورت چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

روایت اس بارے میں واضح ہے کہ مرگی کے دورے کے وقت اس عورت کے ہاتھ اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء بھی کھل جاتے تھے اور اجنبی افراد کی اس حالت میں اس کے ان اعضاء پر نظر بھی پڑتی تھی اسی لیے تو اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کو کسی وقت مرگی کی حالت میں دیکھا ہو اور بعد میں ”هذه المرأة السوداء“ کے الفاظ سے اس کی یہ صفت حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے بیان کی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جب یہ الفاظ کہے ہوں اس وقت وہ عورت مرگی کی کیفیت میں ہو اور اگر عورت مرگی کی کیفیت میں ہو تو وہ شرعی احکام کی مکلف نہیں ہے کیونکہ تکلیف احکام کے لیے عاقل ہونا شرط ہے اس لیے ایک غیر مکلف، مکلفین کے لیے کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابن جریج أخبرنی عطاء أنه رأى أم زفر تلك امرأة طويلة سوداء  
على ستر الكعبة (۵۱)

”ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے یہ خبر دی کہ انھوں نے ام زفر کو کعبہ

کے پردے پر دیکھا وہ ایک طویل اور کالی عورت ہیں۔“

ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں ”مسند بزار“ کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ اس عورت کو یہ تکلیف ایک جن کی وجہ سے تھی اور جب بھی اس کو یہ تکلیف ہوتی تو وہ کعبے کے پردے کے ساتھ لٹک جاتی تھی۔

إني أخاف الخبيث أن يجردني فدعا لها فكانت إذا خشيت أن يأتيها

تأتي أستار الكعبة فتعلق بها (۵۲)

”مجھے اس خبیث سے یہ ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا تو آپ نے اس کے لیے دعا

کی تو جب بھی اس عورت کو یہ خوف محسوس ہوتا کہ وہ جن اس کے پاس آئے گا تو وہ کعبہ

کے پردوں کے پاس آ کر ان سے لٹک جاتی تھی۔“

## دسویں دلیل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے، امام ترمذیؒ اس کو یوں نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة حدثنا نوح بن قيس عن عمرو بن مالك عن أبي الجوزاء عن ابن عباس قال كانت امرأة تصلي خلف رسول الله ﷺ حسناء من أحسن الناس (قال ابن عباس: لا والله ما رأيت مثلها قط) فكان بعض القوم يتقدم حتى يكون في الصف الأول لئلا يراها ويستأخر بعضهم حتى يكون في الصف المؤخر فإذا ركع نظر من تحت إبطيه (وجافى يديه) فأنزل الله ﴿ولقد علمنا المستقدمين ولقد علمنا المستأخرين﴾ (۵۳)

”ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں نوح بن قیس نے حدیث بیان کی وہ عمرو بن مالک اور وہ ابوالجوزاء سے اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ایک بہت ہی خوبصورت عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی (ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس جیسی عورت کبھی نہیں دیکھی)۔ بعض لوگ اس عورت کی وجہ سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے تاکہ اس کو نہ دیکھ سکیں اور بعض اس کی وجہ سے سب سے آخری صف میں ہوتے تھے تو ان میں سے کوئی ایک جب رکوع کرتا تو اپنی بغل کے نیچے سے دیکھتا (اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے علیحدہ کرتا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کی ”اور ہم نے جان لیا تم میں ان لوگوں کو جو آگے بڑھ جانے والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے رہ جانے والے ہیں۔“

(۱) اس حدیث میں جن آیات مبارکہ کا تذکرہ ہے وہ ”سورۃ الحج“ کی آیات ہیں جو مکی ہیں اور مکہ میں نہ تو پردے کے احکامات تھے اور نہ ہی کوئی ایسی مسجد تھی جہاں مسلمان اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے ہوں اور عورتیں بھی وہاں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آتی ہوں۔

(۲) صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت ”ضعیف“ ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ”اوس بن عبداللہ الربیع ابو الجوزاء“ ہے کہ جس کے بارے میں ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی إسنادہ نظر ویختلفون فیہ إنما قالہ عقب حدیث رواہ لہ فی التاریخ

من روایة عمرو بن مالك البکری و البکری ضعیف عنده (۵۴)

”اس کی سند محل نظر ہے اور محدثین کا اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ الفاظ ”ابو الجوزاء“ کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد کہے ہیں اور یہ روایت عمرو بن مالک الکبریٰ سے ہے جو امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے۔“

ابن حجر کے نزدیک امام بخاری نے ”ابو الجوزاء“ کی اس سند پر اعتراض کیا ہے جو عمرو بن مالک سے ہے۔ لہذا کسی حدیث کی سند میں عمرو بن مالک اگر ابو الجوزاء سے روایت نقل کر رہا ہو تو وہ سند امام بخاری کے نزدیک محل نظر ہے۔ آگے چل کر ابن حجر ”ابن عدی“ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن عدی حدثت عن عمرو بن مالک قدر عشرة احادیث غیر محفوظہ (۵۵)

”ابن عدی نے کہا ہے کہ عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے تقریباً دس احادیث نقل کی ہیں جو غیر محفوظ ہیں۔“

خلاصہ کلام یہی ہے کہ ابو الجوزاء اگرچہ اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ اور قابل قبول ہے لیکن محققین کے نزدیک وہ روایات جو عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کی ہیں وہ غیر محفوظ اور محل نظر ہیں۔ مذکورہ بالا روایت بھی ان روایات میں سے ایک ہے جن کو عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کیا ہے۔

(۳) صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابو الجوزاء کا قول ہے اور اس کی نسبت ابن عباس کی طرف صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

روی جعفر بن سلیمان هذا الحدیث عن عمرو بن مالک عن ابي الجوزاء نحوه ولم يذكر فيه عن ابن عباس وهذا أشبه أن يكون أصح من حدیث نوح (۵۶)

”جعفر بن سلیمان نے اس حدیث کو عمرو بن مالک سے نقل کیا ہے اور وہ ابو الجوزاء سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اور انہوں نے اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں کیا اور یہ حدیث نوح کی حدیث سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے (یعنی اس روایت کا ابن عباس سے نہ مروی ہونا زیادہ صحیح ہے)۔“

امام عبدالرحمن مبارک پوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لكن الأشبه أنه قول أبي الجوزاء كما صرح به الترمذی (۵۷)

”زیادہ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ ابوالجوزاء کا قول ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے۔“

امام ابن کثیر ”سورۃ الحج“ کی آیت چوبیس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد ورد فيه حديث غريب جدا ..... وهذا الحديث فيه نكارة شديدة  
وقد رواه عبد الرزاق عن جعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك وهو  
البكري أنه سمع أبا الجوزاء يقول ..... فالظاهر أنه من كلام أبي  
الجوزاء فقط ليس فيه لابن عباس ذكر (۵۸)

”اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ایک بہت ہی اجنبی روایت نقل ہوئی ہے... (آگے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اور اس حدیث میں بہت زیادہ اجنبیت ہے۔ عبد الرزاق نے اس حدیث کو جعفر بن سلیمان سے نقل کیا ہے، وہ عمرو بن مالک البکری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابوالجوزاء سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے... بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابوالجوزاء کا کلام ہے، اس میں ابن عباس کی کوئی بات شامل نہیں ہے۔“

## گیارہویں دلیل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

أخبرنا قبيصة أخبرنا سفيان عن أبي إسحاق عن عبد الله بن حلام عن  
عبد الله بن مسعود قال رأى رسول الله ﷺ امرأة فأعجبه فأتى  
سودة وهي تصنع طيباً وعندها نساء فآخلىنه فقصى حاجته ثم قال أيما  
رجل رأى امرأة تعجبه فليقم إلى أهله فإن معها مثل الذي معها (۵۹)

”اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ آپ ﷺ کو اچھی لگی تو آپ حضرت سودةؓ کے پاس آئے اور وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ ان کے پاس اس وقت عورتیں تھیں تو ان عورتوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اپنی خواہش پوری کی۔ پھر کہا جو بھی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔“

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ”قبیصة“ ہے اس نے بہت چھوٹی عمر میں ”ابوسفیان ثوری“ کی شاگردی اختیار کی اس لیے اس کی روایت ابوسفیان ثوری

سے صحیح نہیں ہے۔ امام مزنیؒ اس کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

وقال ابو بکر بن أبی خيثمة عن يحيى بن معين قبيصة ثقة في كل شيء

إلا في حديث سفیان ليس بذلك القوي فإنه سمع منه وهو صغير (٦٠)

”ابو بکر بن ابی خيثمة، یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ قبیسہ ہر چیز میں ثقہ ہے سوائے

سفیان ثوری کی روایت کے، اس سے روایت کرنے میں وہ قوی نہیں ہے۔ اس نے

سفیان ثوری سے اس وقت سنا ہے جب کہ وہ چھوٹا تھا۔“

دوسری بات یہ کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ”عبداللہ بن حلام“ ہے جو

غیر معروف ہے۔ امام ذہبی نے اس کے بارے میں ”لا یکاد یعرف“ کے الفاظ استعمال

کیے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ اس روایت میں ”سفیان ثوری“ اور ”ابو اسحاق“ دونوں مدلس راوی

ہیں اور وہ ”عنعنہ“ سے روایت کر رہے ہیں لہذا ان کی روایت ناقابل قبول ہے۔

اس روایت میں اس بات کی بھی وضاحت موجود نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے

جس عورت کو دیکھا تھا وہ مسلمان تھی یا غیر مسلم، کیونکہ مدینہ میں غیر مسلم بھی آباد تھے۔ اس لیے

ایسی محتمل روایت چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

## چودھویں دلیل

حدثنا يعقوب بن كعب الانطاكي ومؤمل بن الفضل الحراني قالا حدثنا

الوليد عن سعيد بن بشير عن قتادة عن خالد قال يعقوب بن دريك عن

عائشة رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

ﷺ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِفَاقٌ فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((يَا

أَسْمَاءُ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هَذَا

وَهَذَا)) وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفِّهِ (٦١)

”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس

آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے

اعراض کرتے ہوئے فرمایا: ”اے اسماء! جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے

جانز نہیں ہے کہ اس کے جسم کے اعضاء میں سوائے اس کے اور اس کے کچھ نظر آئے

“ اور آپؐ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔“

## روایت کی استنادی حیثیت

علامہ البانی کی تحقیقات اس روایت کے بارے میں متضاد ہیں۔ انھوں نے اس روایت کو ”صحیح ابوداؤد: ۴۱۰۴“ اور ”الردالمحتوم: ص ۷۹“ میں صحیح کہا ہے۔ اسی طرح ”صحیح الترغیب: ۲۰۴۵“ اور ”مشکاۃ المصابیح: ۴۲۹۸“ میں اسے ”حسن لغیرہ“ کہا ہے۔ اسی طرح ”صحیح الجامع: ۷۸۴۷“ اور ”غایۃ المرام: ۱۸۷“ میں اسے ”حسن“ کہا ہے اور ”ارواء الغلیل: ۱۷۹۵“ میں اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔ اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت انتہائی ”ضعیف“ ہے۔ اس روایت میں چار علل ہیں۔

**پہلی علت:** خالد بن دریک کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہذا یہ روایت ”مرسل“ ہے۔ امام ابوداؤد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا مرسل خالد بن دریک لم یدرک عائشۃ (۶۲)

”یہ روایت مرسل ہے۔ خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ کو نہ پایا۔“

**دوسری علت:** اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔ جمہور اور جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل نے سعید بن بشیر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے، لیکن ایسے علماء بہت کم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جمہور علماء کی طرف سے کی گئی جرح مفسر ہے۔ علم جرح و تعدیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں اختلاف ہو جائے تو جرح اگر مفسر ہوگی تو اس کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے گا۔ امام مزنیؒ سعید بن بشیرؒ کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

وقال الدورى وغيره عن ابن معين ليس بشيء وقال عثمان الدارمى وغيره عن ابن معين ضعيف وقال على بن المديني كان ضعيفا وقال محمد بن عبدالله بن نمير منكر الحديث ليس بشيء ليس بقوى الحديث يروى عن قتادة المنكرات وقال البخارى يتكلمون فى حفظه وهو محتمل وقال ابن ابى حاتم سمعت أبى وأبا زرعة يقولان محله الصدق عندنا وقال النسائى ضعيف وقال الحاكم أبو أحمد ليس بالقوى عندهم وقال ابن عدى والغالب عليه الصدق وقال الآجرى عن أبى داؤد ضعيف وقال ابن حبان كان ردى الحفظ فاحش الخطأ وقال أبوبكر البزار هو عندنا صالح ليس به بأس وقال بقیة عن شعبة

ذلك صدوق اللسان في الحديث (٦٣)

”دوری وغیرہ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ سعید بن بشر کچھ نہیں ہے۔ امام عثمان الدارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔ علی بن مدینی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور حدیث کے معاملے میں قوی نہیں ہے، قتادہ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کو اس کے حفظ میں کلام ہے اور وہ محتمل ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب اور ابو زرہ سے سنا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک صدوق ہے۔ نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ صدوق ہے۔ آجری نے ابی داؤد سے نقل کیا ہے کہ ابو داؤد اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان نے ردی الحفظ اور فاحش الغلط قرار دیا ہے۔ ابوبکر المزار نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، وہ صالح الحدیث ہے۔ بقیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث کے معاملے میں صدوق ہے۔“

ہم مذکورہ بالا عبارات میں دیکھ رہے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور بخاری نے اسے ضعیف راوی شمار کیا ہے۔ بعض ائمہ نے تو اس کی قتادہ سے بیان کی گئی روایات کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

**تیسری علت:** اس حدیث کی سند میں قتادہ اور ولید دو راوی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیحین یا ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں (مثلاً مستدرکات علی الصحیحین وغیرہ) کے علاوہ اگر کسی کتاب میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت بیان کرے گا تو وہ روایت ضعیف شمار ہوگی۔ صحیحین اور ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود مدلس راویوں کے عنعنہ کے بارے میں ہم امام نوویؒ اور امیر صنعانیؒ کے حوالے سے بحث کر چکے ہیں کہ ان کتابوں کی روایات اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

(١) قتاده بن دعامة السدوسي البصري صاحب أنس بن مالك كان حافظ

عصره وهو مشهور بالتدليس وصفه به النسائي وغيره من الطبقة الثالثة<sup>(٦٤)</sup>

”قتادہ بن دعامہ السدوسی البصری حضرت انس بن مالکؓ کے صاحبین میں سے ہیں اپنے زمانے کے حافظ تھے۔ تدلیس میں معروف ہیں۔ ان پر مدلس ہونے کا الزام امام

نسائی اور دوسرے محدثین نے لگایا ہے۔ یہ تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔“  
 (۲) ولید بن مسلم الدمشقی معروف موصوف بالتدلیس الشدید مع  
 الصدق من الرابعة (۶۵)  
 ”ولید بن مسلم الدمشقی بہت زیادہ تدلیس کرنے میں معروف و موصوف ہیں، صادق  
 ہیں، چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔“

**چوتھی علت:** حضرت عائشہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ دونوں کا عمل اس حدیث کے خلاف  
 ہے۔ دونوں کے بارے میں احادیث بیان ہو چکی ہیں کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ یہ  
 کیسے ممکن ہے کہ دو جلیل القدر صحابیات ایک روایت کو بیان کریں اور ان کا اپنا عمل اس کے  
 خلاف ہو؟

مذکورہ بالا چار علل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے، اس لیے اس حدیث  
 سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔

### پندرھویں دلیل

پندرھویں دلیل ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس  
 سے مراد عورت کا ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس قول پر تفصیلی بحث ہم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی  
 وضاحت میں کر چکے ہیں کہ:

(ا) ابن عباسؓ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

(ب) اگر یہ صحیح سند سے ثابت ہو بھی جائے تو اس سے مراد ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو  
 سنبھالتے ہوئے چہرے کا کھل جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور مفسر ابن عطیہ نے ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“  
 کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور علامہ قرطبی نے بھی اس تفسیر کو حسن کہا ہے۔

### حواشی

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب فی المحرمة تغطی وجھہا

(۲) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما ینھی من الطیب للمحرم والمحرمة

(۳) مجموعة رسائل فی الحجاب والسفور: ص ۸۰، جماعة من العلماء، إدارة البحوث العلمية  
 والإفتاء، ریاض

(۴) فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۱۲/۲۶-۱۱۳

(۵) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لو لا إذ سمعتموه..... الخ

- ۶) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرهن علی حیوبهن  
 ۷) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما يعمل الرجل مادام حياً فإذا مات فقد انقضی  
 ۸) التلخیص الحبیر: ۲۷۲/۲، ابن حجر عسقلانی  
 ۹) حجاب المرأة المسلمة: ص ۳۳، علامہ البانی  
 ۱۰) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفعل  
 ۱۱) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفعل  
 ۱۲) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ما يقول إذا رجع من الغزو  
 ۱۳) أخرجه ابن سعد بحواله حجاب المرأة المسلمة: ص ۴۹-۵۰  
 ۱۴) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر  
 ۱۵) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة طائف في شوال سنة ثمان  
 ۱۶) سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب في الخضاب للنساء  
 ۱۷) سنن الترمذی، کتاب اللباس عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في جرد يول النساء  
 ۱۸) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا يخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول علی  
 ۱۹) سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول علی المغيبات ورواه ابن  
 حبان في صحيحه والطبرانی في الكبير  
 ۲۰) عارضة الأحوذی شرح جامع الترمذی: ۹۲/۳، علامة ابن العربي  
 ۲۱) سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها  
 ۲۲) سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها  
 ۲۳) صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب وجوب الصلاة في الثياب  
 ۲۴) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأة عن الرجل  
 ۲۵) فتح الباری: ۱۰/۱۱  
 ۲۶) أيضاً  
 ۲۷) حجاب المرأة المسلمة: ص ۲۹  
 ۲۸) سنن النسائی، کتاب آداب القضاة، باب الحكم بالتشبيه والتمثيل وذكر الاختلاف علی  
 الوليد  
 ۲۹) سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الحج عن الحي إذا لم يستطع  
 ۳۰) سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن الحي الذي لا يستمسك علی الرجل  
 ۳۱) مسند أحمد: ۲۱۳/۱، مؤسسة قرطبة القاهرة  
 ۳۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ  
 ۳۳) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزويج المعسر

- (۳۴) صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت الفجر
- (۳۵) حجاب المرأة المسلمة: ص ۳۰
- (۳۶) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت الفجر
- (۳۷) صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التکبیر بالصبح
- (۳۸) مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الصلاة، باب من کان ینور بها ویسفر ولا یرى به بأساً
- (۳۹) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثاً لا نفقة لها
- (۴۰) صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشرط الساعة، باب قصة الجساسة
- (۴۱) جلیب المرأة المسلمة: ص ۶۵، علامہ البانی
- (۴۲) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً فإذا مات فقد انقضی
- (۴۳) التلخیص الحبیر: ۲۷۲/۲
- (۴۴) حجاب المرأة المسلمة: ص ۳۳
- (۴۵) جلیب المرأة المسلمة: ص ۶۸
- (۴۶) أيضاً: ص ۶۹
- (۴۷) أيضاً: ص ۷۰
- (۴۸) أيضاً: ص ۷۱
- (۴۹) أيضاً: ص ۷۲
- (۵۰) أيضاً: ص ۷۰
- (۵۱) صحیح بخاری، کتاب المرضی، فضل من یصرع من الريح
- (۵۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب المرضی، فضل من یصرع من الريح
- (۵۳) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله، باب من سورة الحجر
- (۵۴) تهذیب التهذیب: ۳۳۶/۱
- (۵۵) أيضاً
- (۵۶) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله، باب من سورة الحجر
- (۵۷) تحفة الأحوذی شرح سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله، باب من سورة الحجر
- (۵۸) تفسیر ابن کثیر: سورة الحجر: ۲۴
- (۵۹) سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب الرجل یرى المرأة فیخاف علی نفسه
- (۶۰) تهذیب لکمال: ۳۲۲/۸

۶۱) سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها

۶۲) سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها

۶۳) تہذیب الکمال: ۱۰/۴

۶۴) اتحاف ذوی الرسوخ لمن رمی بالتدلیس من الشیوخ: ص ۴۲، شیخ حماد بن محمد

۶۵) أيضاً: ص ۵۴

## باب سوم

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)





## فصل اول

### آثار صحابہ و تابعین

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے زمانے اور اپنے بعد آنے والے دو زمانوں کو ”خیر القرون“ میں شمار کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

((خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) (۱)

”تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو کہ ان سے ملے ہوئے ہوں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہوں۔“

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کا زمانہ، پھر صحابہ کا زمانہ اور پھر تابعین کا زمانہ ”خیر القرون“ میں سے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ کرتی تھیں، جیسا کہ احادیث مبارکہ کے بیان میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں بھی مسلمان خواتین چہرے کو چھپا کر رکھتی تھیں، جیسا کہ ذیل میں دیے گئے آثار سے اس بات کی تائید ہو رہی ہے۔ یہ پردہ خیر القرون سے نسل در نسل تو اترا عملی کے ساتھ امت مسلمہ میں منتقل ہوا ہے اور آج بھی امت مسلمہ میں مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد شریعت کے اس حکم پر کاربند ہے۔ ذیل میں ہم آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کر رہے ہیں کہ صحابہ اور تابعین نے قرآن و سنت کی نصوص سے کیا سمجھا تھا۔

(۱) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّا نَغْطِي

وَجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَكُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي الْإِحْرَامِ (۲)

”حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ”ہم مردوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں اور ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔“

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں اور جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں۔ حضرت اسماءؓ کا یہ بیان اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کے لیے خاص تھا۔ علامہ البانیؒ نے اس روایت کو ”جلباب المرأة المسلمة: ص ۱۰۸، پر ”صحیح“ کہا ہے۔

(۲) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ أَنَّهَا قَالَتْ : كُنَّا نَحْمِرُ وَجُوهَنَا وَنَحْنُ

مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ (۳)

”حضرت فاطمہ بنت منذرؓ سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔“  
یہ روایت ”صحیح“ ہے۔ علامہ البانیؒ نے بھی اس کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

(۳) عن يعقوب قال حدثنا ابن عليّ عن ابن عون عن محمد عن عبيدة في قوله تعالى: ﴿يَأْيُهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ فلبسها عندنا ابن عون قال ولبسها عندنا محمد قال محمد ولبسها عندى عبيدة قال ابن عون بردائه فتقع به فغطى أنفه وعينه اليسرى وأخرج عينه اليمنى وأدنى رداءه من فوق حتى جعله قريباً من حاجبه أو على الحاجب (۴)

”يعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿يَأْيُهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلاب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا، اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپالی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے قریب کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ارد تک پہنچایا یا برو کو بھی چھپالیا۔“

یہ روایت ”صحیح“ ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر آخری باب میں ہم اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔  
(۴) عن أنس قال رأى عمر أمة لنا متقنة فضربها وقال لا تشبهى بالحوائر (۵)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔“

یہ روایت ”صحیح“ ہے۔ علامہ البانیؒ نے بھی اس کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

(۵) روى ابن عيينة عن إسماعيل بن أبي خالد قال أخبرتنى أمى

وأختى أنهما دخلتا على عائشة أم المؤمنين فسألناها كيف تخمر

المرأة وجهها فأخذت أسفل خمارها فغطت به وجهها<sup>(۶)</sup>

”ابن عیینہ اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میری ماں اور بہن نے خبر دی کہ وہ دونوں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان سے سوال کیا کہ عورت اپنے چہرے کو کیسے ڈھانپے؟ تو حضرت عائشہؓ نے ان کی چادر کا نچلا حصہ پکڑا اور اس کے ساتھ ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔“

(۶) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل على أم المؤمنين يوم التروية فقلت لها يا أم المؤمنين! هنا  
إمرأة تأتي أن تغطي وجهها وهي محرمة فرفعت عائشة خمارها من

صدرها فغطت به وجهها<sup>(۷)</sup>

”ہم (خواتین) ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ہے جو اس بات سے انکاری ہے کہ حالتِ احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے، تو حضرت عائشہؓ نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔“

اس کے علاوہ بھی بہت سے آثار صحابہؓ و تابعینؒ سے ملتے ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان کا ذکر نہیں کر رہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس نے ماننا ہو اُس کے لیے ایک ہی دلیل کافی ہے اور جس نے نہ ماننا ہو اُس کے لیے دلائل کا انبار بھی کم ہے۔

## فصل دوم

# تاکلین استحباب حجاب اور آثار صحابہ و تابعین

علامہ البانی نے اپنی کتاب 'جلباب المرأة المسلمة' میں سولہ آثار بیان کیے ہیں جن سے یہ ثابت کیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں، مستحب ہے۔ ہم اس فصل میں ان آثار کا بالترتیب جائزہ لیں گے۔

## پہلی دلیل

حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں ان کی بیماری کے ایام میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا:

أنه هو رجل أبيض خفيف الجسم عنده أسماء بنت عميس تذب عنه

وهي امرأة بيضاء موشومة اليمين..... (۸)

”حضرت ابو بکرؓ سفید اور نحیف جسم کے مالک ہیں اور حضرت أسماء آپ کے پاس تھیں جو لوگوں کو آپ سے دور کر رہی تھیں اور وہ ایک سفید عورت تھیں جن کے ہاتھ گدے (کھال میں سوئی سے سوراخ کر کے ان میں سرمہ یا کوئی اور رنگ بھرنا) ہوئے تھے۔“

اس روایت میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت اسماءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا، ہاں یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے نہیں تھے اور ہاتھوں کے بارے میں ہم پہلے ہی یہ موقف بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے ہاتھ اس کے ستر میں داخل نہیں ہیں اس لیے عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ راوی کو حضرت اسماءؓ کے سفید ہونے کا کیسے علم ہوا تو یہ بالکل واضح ہے کہ ہاتھوں کی جلد کی رنگت سے کسی کے جسم کی رنگت کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

## دوسری دلیل

ابو السلیلؓ فرماتے ہیں کہ:

جاءت ابنة أبي ذر وعليها مجنتا صوف سفعاء الخدين..... (۹)

”حضرت ابو ذرؓ کی بیٹی آئیں اس حال میں کہ انہوں نے اُون کے دو کپڑے اوڑھ رکھے تھے اور وہ سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھیں....“

علامہ البانیؒ نے اس روایت کی صحت کے بارے میں لکھا ہے ”اسے نادہ جید فی الشواہد“ یعنی یہ روایت بذاتہ تو کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتی لیکن شواہد کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ روایت قابل حجت نہیں ہے کیونکہ ایک تو یہ اثر ہے یعنی حدیث نہیں ہے دوسرا یہ ”ضعیف“ بھی ہے اس لیے یہ کسی صحیح روایت یا اثر کی تائید میں تو نقل کی جاسکتی ہے لیکن اس پر کسی مسئلے کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی اور کسی صحیح روایت سے آزاد عورت کے لیے عمومی حالات میں چہرہ کھلا رکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

### تیسری دلیل

عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں:

فَنظَرْتُ إِلَيْهَا وَقَدْ ذَهَبَ الدَّمُ مِنْ وَجْهِهَا..... (۱۰)

”پس میں نے حضرت فاطمہؓ کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے سے خون گر رہا تھا...“

اس روایت کی سند کے بارے میں بھی علامہ البانیؒ نے لکھا ہے ”سند لا بأس به فی الشواہد“ یعنی اس روایت کی سند ایسی ہے کہ شاہد کے طور پر اس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس روایت کے بارے میں بھی ہم یہی کہیں گے کہ یہ ضعیف روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں نقل تو کی جاسکتی ہے لیکن کسی مسئلے کی مستقل دلیل یا بنیاد نہیں بن سکتی۔ یہ واضح رہے کہ ”حسن لغیرہ“ اور ”شاہد“ بننے میں نمایاں فرق ہے کیونکہ ”حسن بغیرہ“ بذاتہ مقبول دلیل ہے جبکہ ”شاہد“ اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جبکہ مسئلہ اصلاً کسی صحیح اور مقبول روایت سے ثابت ہو رہا ہو۔

### چوتھی دلیل

حضرت قبیصہ بن جابرؓ سے روایت ہے:

..... فَانْطَلَقْتُ مَعَ عَجُوزٍ مِنْ بَنِي أُسْدٍ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فِي بَيْتِهِ فِي ثَلَاثِ

نَفَرٍ فَرَأَى جَبِينَهَا يَبْرُقُ فَقَالَ أَتَحْلِقِينَہ..... (۱۱)

”پس میں بنو اسد قبیلے کی ایک بوڑھی عورت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا جبکہ ان کے پاس تین گروہوں میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس عورت کی پیشانی کو چمکتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: کیا تم اپنی پیشانی کو مونڈتی ہو...“

یہ روایت بھی چہرے کو کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں بوڑھی عورت کا ذکر ہے اور

بوڑھی عورتوں کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن میں ان کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت موجود ہے۔

### پانچویں دلیل

ابو اسماء الرحبی سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابو ذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے:

و عنده امرأة له سوداء مسغبة..... (۱۲)

”اور ان کے پاس ان کی بیوی تھی جن کا رنگ کالا تھا اور وہ فالتے میں تھیں...“

اس روایت میں بھی کسی جگہ اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا، زیادہ سے زیادہ ان کے جسم کے رنگ کا ذکر ہے اور اس کا اندازہ ہاتھوں کو دیکھ کر بھی لگایا جاسکتا ہے۔

### چھٹی دلیل

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پھانسی کے وقت حضرت اسماءؓ آئیں تو ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا:

أن أمه أسماء بنت أبي بكر جاءت مسفرة الوجه متبسمة (۱۳)

”ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کھلے چہرے کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے آئیں۔“

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب پھانسی دی گئی تو ان کی عمر ۳۷ سال تھی اور ان کی والدہ کی عمر یقیناً اس وقت ۷۳ سے زیادہ ہی ہوگی اور اس عمر میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت قرآن میں موجود ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

### ساتویں دلیل

حضرت عمرؓ نے ایک لونڈی کو جلباب اوڑھے ہوئے دیکھا تو کہا:

فما بال الجلباب ضعيه عن رأسك إنما الجلباب على الحرائر من نساء المؤمنين (۱۴)

”تجھے جلباب سے کیا ہے! اس کو اپنے سر سے اتار رکھ۔ جلباب تو اہل ایمان عورتوں میں سے صرف آزاد عورتوں کے لیے ہے۔“

یہ روایت بھی چہرہ کھلا رکھنے میں واضح نہیں ہے۔ اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلباب آزاد عورتوں کے لیے ہے نہ کہ لونڈیوں کے لیے۔ ’ضعیه عن رأسك‘ سے مراد یہ نہیں ہے کہ جلباب صرف سر ہی پر اوڑھا جاتا تھا۔ ہم جلباب کے حوالے سے سابقہ

صفحات میں تفصیلاً یہ بحث کر چکے ہیں کہ جلباب اصلاً تو سر چھپانے کے لیے تھا اور سر پر ہی اوڑھا جاتا تھا لیکن عرب کی خواتین اسی سر کی اوڑھنی کو غیر محرم مردوں کی موجودگی میں اپنے چہرے کے سامنے لٹکا لیتی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود حضرت عائشہؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

## آٹھویں دلیل

ایک خاتون اور اس کے والد کا حضرت سعید بن زیدؓ سے ان کے گھر کے حوالے سے جھگڑا ہو گیا تو حضرت سعیدؓ نے اس کے بارے میں بددعا کی۔ راوی کہتے ہیں کہ:

فرأيتها عميةا تلمتمس الجدر تقول أصابتنى دعوة سعيد بن زيد<sup>(۱۵)</sup>

”میں نے اس عورت کو دیکھا اس حال میں کہ وہ اندھی تھی اور دیواریں تلاش کر رہی تھی

اور یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی ہے۔“

اس روایت میں بھی کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہو کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔

## نوین دلیل

حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے روایت ہے:

رأيت عائشة تفتل القلائد للغنم تساق معها هدى<sup>(۱۶)</sup>

”میں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ وہ ان بکریوں کے لیے ہار بٹ رہی تھیں جو ہدی

کے جانوروں کی صورت میں ان کے ساتھ تھیں۔“

اس روایت میں بھی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے معلوم ہو کہ حضرت عائشہؓ کا چہرہ کھلا تھا۔ دوسری بات یہ کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں تو علامہ البانیؒ سمیت تمام علماء کا اجماع ہے کہ ان کے لیے چہرے کا پردہ واجب تھا۔ بہت غور و فکر کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ علامہ البانیؒ نے اس اثر کو کیوں نقل کیا؟

## دسویں دلیل

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں:

أرسلني علي بن الحسين إلى ربيع بنت معوذ أسألها عن وضوء رسول

الله وكان يتوضأ عندها فأتيها فأخرجت إلى إناء يكون مدا.....

فقلت بهذا كنت أخرج لرسول الله للوضوء (۱۷)

”مجھے علی بن حسینؓ نے ربیع بنت معوذ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھ سکوں کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وضو کرتے تھے۔ میں ربیع بنت معوذ کے پاس آیا تو انہوں نے میری طرف ایک برتن نکالا جو ایک مد (ایک خاص پیانا کے نام) تھا... تو انہوں نے کہا کہ اس سے میں اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے لیے پانی نکالتی تھی۔“

اس اثر میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ ربیع بنت معوذ کا چہرہ کھلا تھا، زیادہ سے زیادہ ان کے ہاتھوں کے کھلا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھنا شرعاً جائز ہے۔

### گیارہویں دلیل

حضرت عروۃ بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت فاطمہ بنت علیؓ کے پاس گئے اور انہوں نے دیکھا:

فی یدھا مسکاً غلاظاً فی کل ید اثنین اثنین قال ورأیت فی یدھا خاتماً (۱۸)

”ان کے دونوں ہاتھوں میں دو موٹے لنگن تھے اور ایک ہاتھ میں انگوٹھی بھی تھی۔“  
یہ روایت بھی ہاتھ کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

### بارہویں دلیل

حضرت یحییٰ بن عثمانؓ سے روایت ہے:

كنت عند فاطمة بنت علي ف جاء رجل يثني علي أبيها عندها فأخذت رمادا فسفت في وجهه (۱۹)

”میں فاطمہ بنت علیؓ کے پاس تھا تو ایک آدمی ان کے پاس آیا اور ان کے والد کی تعریف کرنے لگا تو انہوں نے راکھا اٹھا کر اس کے چہرے پر پھینک دی۔“  
یہ روایت بھی ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کا اس میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

### تیرہویں دلیل

یحییٰ بن ابی سلیمؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

رأيت سمراء بنت نهيك وكانت قد أدركت النبي ﷺ عليها درع غليظ وخمار غليظ بيدها سوط تؤدب الناس وتأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر (٢٠)

”میں نے سمراء بنت نہیکؓ کو دیکھا اور انہوں نے آپؐ کا زمانہ پایا تھا۔ انہوں نے ایک موٹا کرتہ (قمیص) پہن رکھا تھا اور ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا۔ وہ لوگوں کو ادب سکھاتی تھیں اور معروف کا حکم دیتیں اور منکر سے روکتیں تھیں۔“

اس روایت میں بھی کہیں چہرہ کھلا رکھنے کا ذکر نہیں ہے، ہاں ہاتھ کھلا رکھنے کا امکان اس حدیث میں موجود ہے۔

### چودھویں دلیل

عن ميمون قال دخلت على أم الدرداء فرأيتها مختمرة بخمار صفيق قد ضربت على حاجبها (٢١)

”حضرت میمونؓ سے روایت ہے کہ میں ام درداء کے پاس گیا تو آپ نے ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کو آپ نے اوپر سے اپنے اُپر تک لپیٹ رکھا تھا۔“  
اس روایت میں بھی کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ام درداءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

### پندرھویں دلیل

عن معاوية دخلت مع أبي علي أبي بكر فرأيت أسماء قائمة على رأسه بيضاء (٢٢)

”حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے گھر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اسماءؓ آپ کے سر پر کھڑی ہیں اور سفید رنگ کی تھیں۔“

اس روایت کے بارے میں علامہ البانیؒ نے لکھا ہے ”سندہ جید فی الشواہد“ اس لیے یہ روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں تو نقل کی جاسکتی ہے لیکن اس سے کسی مسئلے کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

### سولہویں دلیل

عميرة بن عبد الرحمنؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

جاءت امرأة إلى سمرة بن جندب فذكرت أن زوجها لا يصل إليها  
فسأل الرجل فأنكر ذلك وكتب فيه الى معاوية فكتب أن زوجته امرأة  
من بيت المال لها حظ من جمال ودين ..... قال ففعل ..... قال  
وجاءت المرأة مقنعة (۲۳)

”ایک عورت حضرت سمرة بن جندب کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کا شوہر اس  
سے مباشرت نہیں کر سکتا تو انہوں نے اس کے شوہر سے پوچھا تو اس نے اس کا انکار  
کیا۔ حضرت سمرة نے اس مسئلے کے بارے میں امیر معاویہؓ کو خط لکھا تو حضرت امیر  
معاویہؓ نے جواباً لکھا کہ اس شخص کی شادی بیت المال کی رقم سے کسی دوسری خوبصورت  
اور دیندار عورت سے کر دو... تو انہوں نے ایسا ہی کیا... راوی کہتے ہیں کہ صبح کے وقت  
وہ عورت چادر اوڑھے ہوئے آئی۔“

اس روایت میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ ’مقنعة‘ کے  
بارے میں ہم تفصیلاً یہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ لفظ لغت عرب میں سر کی چادر کے علاوہ نقاب کے  
معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

## حواشی

- (۱) المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۴/۱
- (۲) صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشہد علی شہادۃ جور إذا أشہد
- (۳) مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً فإذا مات فقد انقضی
- (۴) تفسیر طبری: ۳۳۲/۱۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
- (۵) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والإمامۃ، باب فی الأمتۃ تصلی لغير الخمار
- (۶) الاستذکار: ۴۸/۱۱، ابن عبد البر
- (۷) التلخیص الحبیر: ۲۷۲/۲، المدینۃ المنورۃ
- (۸) جلیباب المرأة المسلمة: ص ۹۶
- (۹) أيضاً: ص ۹۷
- (۱۰) أيضاً
- (۱۱) جلیباب المرأة المسلمة: ص ۹۸
- (۱۲) أيضاً
- (۱۳) أيضاً

- (۱۴) ایضاً: ص ۹۹  
(۱۵) ایضاً: ص ۱۰۰  
(۱۶) ایضاً: ص ۱۰۱  
(۱۷) ایضاً  
(۱۸) ایضاً: ص ۱۰۲  
(۱۹) ایضاً  
(۲۰) ایضاً  
(۲۱) ایضاً  
(۲۲) ایضاً: ص ۱۰۳  
(۲۳) ایضاً



## باب چہارم

چہرے کا پردہ:  
مذاہب اربعہ کی روشنی میں



## فصل اول

### حنفیہ کا مذہب

علمائے سلف نے اپنے ادوار میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف شرعی مسائل میں اپنی آراء کا اظہار کیا۔ علمائے متقدمین کی یہ آراء اگرچہ ہمارے لیے حجت تو نہیں ہیں، کیونکہ اصل حجت تاقیامت صرف قرآن و سنت ہیں، لیکن قرآن و سنت کی نصوص سے استفادہ کرتے وقت متقدمین علمائے سلف کی آراء کو پیش نظر رکھنا اور ان سے استفادہ کرنا اہل سنت کا منہج ہے۔ علاوہ ازیں ہم اس بحث میں اس دعویٰ کی حقیقت بھی قارئین کے سامنے کھول دینا چاہتے ہیں جو بعض متجددین کی طرف سے ہمارے سامنے آیا ہے کہ ”سلف میں کوئی بھی چہرے کے پردے کے ”بہتر“ قرار دیتے ہیں لیکن اس کو واجب نہیں سمجھتے اور چہرے کے پردے کے وجوب کا قول عصر حاضر میں مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی طرف سے پہلی مرتبہ پیش ہوا۔“ اس بحث میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ہر مذہب کے اصل مصادر سے ان کا موقف سامنے آئے۔

چونکہ ہمارے ہاں برعظیم پاک و ہند میں حنفیہ کی اکثریت ہے اس لیے ہم ان کا موقف سب سے پہلے اور قدرے تفصیل سے پیش کر رہے ہیں، کیونکہ منکرین حجاب عموماً اپنا موقف بیان کرتے وقت اس بات کی رٹ لگا لیتے ہیں کہ حنفیہ کا بھی وہی موقف ہے جو ہمارا موقف ہے، حالانکہ ان کے اور حنفیہ کے موقف میں بعض اوقات زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ حنفیہ کے موقف کو سمجھنے کے لیے ہم نے آسانی کی خاطر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

#### (۱) فتنے کی غیر موجودگی میں حنفیہ کا موقف

فتنے کی غیر موجودگی میں متقدمین و متاخرین حنفیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک عورت کو چونکہ خرید و فروخت، شہادت اور بعض دوسرے ضروری معاملات کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے لہذا چہرہ ڈھانپنے میں ایک سخت مشقت ہے، اس لیے یہ حضرات چہرے کو عورت کے ستر سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

(i) 'کنز الدقائق' میں ہے:

بدن الحرّة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها<sup>(1)</sup>  
 "آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے۔"

(ii) "الہدایہ" میں ہے:

وبدن الحرّة کلها عورة إلا وجهها وكفيها<sup>(2)</sup>  
 "اور آ زاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔"

(iii) "بدائع الصنائع" میں ہے:

فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرّة إلى سائر بدنھا إلا الوجه  
 والكفين<sup>(3)</sup>

"کسی اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی آ زاد عورت کے سارے جسم کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔"

(iv) "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

بدن الحرّة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها<sup>(4)</sup>  
 "آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے، اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کے۔"

(v) امام ابو بکر الجصاص ﴿وَلَا يُدِينُ زِينَتُهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ويدل على أن الوجه والكفين من المرأة ليسا بعورة<sup>(5)</sup>  
 "اور یہ آیت اس بات پر بھی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں۔"

### ب) فتنے کی موجودگی میں حنفیہ کا موقف

فتنے کی موجودگی میں متقدمین و متاخرین احناف کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے۔

(i) امام ابو بکر الجصاص ﴿يُدِينَنَّ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن  
 الأجنيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الرب  
 فيهن وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لان

قوله تعالى ﴿وَنَسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ظاہرہ انہ اراد الحرائر<sup>(۶)</sup> ”یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے جسم کو چھپائے اور اپنی پاکیزگی کا اظہار کرے تاکہ منافقین اس کے بارے میں کسی قسم کے لالچ میں مبتلا نہ ہوں۔ اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی کے لیے اپنے چہرے اور بالوں کا ڈھانپنا لازمی نہیں ہے، کیونکہ ”نساء المؤمنین“ کے ظاہر سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مراد یہاں آزاد عورتیں ہیں۔“

(ii) امام شرنبلالیؒ لکھتے ہیں:

(وجميع بدن المرأة) أى جسدها (إلا وجهها) ومنع الشابة من كشفه

لخوف الفتنة لا لأنه عورة<sup>(۷)</sup>

”اور عورت کا تمام جسم سوائے اس کے چہرے کے ستر میں داخل ہے۔ فتنے کے خوف سے نوجوان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا گیا نہ کہ اس (چہرے) کے ستر میں داخل ہونے کی وجہ سے۔“

(iii) خاتمة المحققين امام ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

(وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل

لخوف الفتنة<sup>(۸)</sup>

”نوجوان عورت کو مردوں کے درمیان چہرہ کھلا رکھنے سے منع کیا جائے گا، اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے، بلکہ فتنے کے ڈر سے ایسا کیا جائے گا۔“

(iv) علامہ ابن نجیمؒ متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في

زماننا للفتنة<sup>(۹)</sup>

”ہمارے مشائخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نوجوان عورت کو ہمارے زمانے میں فتنے کے ڈر سے مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔“

(v) امام علاؤ الدین الحصکفیؒ فرماتے ہیں:

ولذا تمنع من كشف وجهها بين الرجال للفتنة<sup>(۱۰)</sup>

”اسی لیے عورت کو مردوں کے درمیان فتنے کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔“

(vi) امام عبدالرحمن الکلیبلیؒ لکھتے ہیں:

وفي المنتقى تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدي الى الفتنة وفي  
زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد وعن عائشة عنها جميع

بدن الحرة عورة إلا إحدى عينيها<sup>(۱۱)</sup>

”منتقی میں ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ یہ فعل فتنے کا سبب ہے اور ہمارے زمانے میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکنا واجب بلکہ فرض ہے، کیونکہ فساد بہت بڑھ گیا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عورت کا تمام جسم ستر ہے سوائے اس کی ایک آنکھ کے۔“

خلاصہ بحث یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین حنفیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے، یعنی اگر لذت اور شہوت نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے، لیکن اگر فتنے کا خوف ہو تو چہرے کا پردہ واجب ہے۔ گویا کہ حنفیہ شرعاً پردے کو واجب قرار نہیں دیتے بلکہ سداً للذریعة واجب قرار دیتے ہیں۔ معاصرین علمائے احناف میں بھی تقریباً سب ہی موجودہ زمانے میں فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کے وجوب کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں برعظیم پاک و ہند میں حنفیہ کے دو بڑے گروہ پائے جاتے ہیں: علمائے دیوبند اور علمائے بریلوی۔ علمائے دیوبند میں سے مفتی شفیع صاحب دارالعلوم کراچی اور شیخ الحدیث ادریس کاندھلوی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کی آراء ہم ان کی تفاسیر کی روشنی میں مضمون کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح بریلوی مکتب فکر کے چوٹی کے عالم پیر کرم شاہ صاحب کی رائے بھی ہم نے نقل کر دی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ برعظیم پاک و ہند کے علمائے حنفیہ فی زمانہ فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کا فتویٰ جاری کرتے ہیں۔

## فصل دوم

### مالکیہ کا مذہب

مفتدین و متاخرین علماء مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے، لیکن وجوب کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے لہذا اس پر چہرے کا پردہ شرعاً تو واجب نہیں ہے لیکن فتنے کی موجودگی میں واجب ہوگا، جبکہ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے لہذا اس کا پردہ شرعاً واجب ہے۔

(۱) چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے

بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کا بھی یہی موقف ہے لیکن مالکیہ فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

(i) امام مالک نے اپنی کتاب ”موطا“ میں ایک حدیث نقل کی ہے:

عن مالك عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر أنها قالت: كُنَّا نَخْمِرُ وُجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ (۱۲)

اس حدیث کی شرح میں مشہور مالکی عالم امام زرقانی فرماتے ہیں:

لأنه يجوز للمرأة المحرمة ستر وجهها بقصد الستر عن أعين الناس بل يجب إن علمت أو ظنت الفتنة بها أو ينظر لها بقصد اللذة (۱۳)  
 ”حالات احرام میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے بچا سکے، اور اگر اسے فتنے کا علم یا گمان ہو یا شہوت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھے جانے کا گمان ہو تو اس پر چہرے کا پردہ واجب ہو جاتا ہے۔“

(ii) شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی لکھتے ہیں:

(و) عورة المرأة (مع رجل أجنبي) منها أي ليس بمحرم لها جميع البدن (غير الوجه والكفين) وأما هي فليس بعورة وإن وجب عليها

سترهما لخوف فتنة<sup>(۱۴)</sup>

”اور عورت کا ستر اجنبی مرد کے سامنے جو محرم نہیں ہے، پورا جسم ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے اور یہ دونوں عورت کا ستر نہیں ہیں، لیکن عورت کے لیے ان کو فتنے کے خوف سے چھپانا واجب ہے۔“

(iii) امام محمد بن احمد الدسوقی المالکیؒ فرماتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) أي وأما هما فغير عورة يجوز النظر إليهما ولا فرق بين ظاهر الكفين وباطنهما بشرط أن لا يخشى بالنظر لذلك فتنة وأن يكون النظر بغير قصد لذة وإلا حرام النظر إليهما وهل يجب عليها حينئذ ستر وجهها ويديها وهو الذي لابن مرزوق قائلا أنه مشهور المذهب أو لا يجب عليها ذلك وإنما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض<sup>(۱۵)</sup>

” (سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ستر میں داخل نہیں ہیں اور ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے۔ ہاتھوں کے ظاہر اور باطن (باہر اور اندر والے حصے) میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ دیکھنا بغیر لذت کے ہو۔ اگر یہ دو شرطیں نہ ہوں گی تو یہ دیکھنا حرام ہوگا۔ لیکن کیا ان دو شرائط کی عدم موجودگی میں عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا واجب ہوگا؟ یا اس عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب نہ ہوگا، بلکہ مرد کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھے؟ ابن مرزوق کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا چھپانا واجب ہے اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ دوسرا موقف ابو عبد اللہ مذاق کے مطابق قاضی عیاض کا ہے کہ عورت کے لیے ایسی صورت میں پردہ واجب نہ ہوگا بلکہ مرد پر یہ فرض ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے۔“

(iv) شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکیؒ لکھتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) أي فيجوز النظر لهما لا فرق بين ظاهرهما وباطنهما بغير قصد لذة ولا وجدانها وإلا حرام وهل يجب عليها حينئذ ستر وجهها ويديها وهو الذي لابن مرزوق قائلا أنه مشهور

المذہب أولاً يجب عليها ذلك وإنما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض<sup>(۱۶)</sup>

” (سوائے ہاتھوں اور چہرے کے) مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور ہاتھوں کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن یہ دیکھنا بغیر کسی لذت کے ہو، اگر کسی لذت کے ساتھ ہوگا تو حرام ہوگا۔ تو کیا ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ واجب ہوگا یا نہیں؟ ابن مرزوق نے کہا ایسی صورت میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں اور چہرے کا پردہ واجب ہوگا اور اس کے بارے میں کہا کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ جبکہ ابو عبد اللہ المواق المالکی کے قول کے مطابق قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ عورت پر ایسی صورت میں پردہ واجب نہ ہوگا، بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے۔“

(۷) علامہ احمد بن احمد الختار الشافعی المالکی لکھتے ہیں:

وحرة مع أجنبي غير الوجه والكفين غير أنه قد يفتى المنصف بأن المرأة الفاتنة قد يجب عليها ستر وجهها لفساد أهل اليوم<sup>(۱۷)</sup>

” اور آزاد عورت کا اجنبی مرد کے سامنے ستر چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ہے، لیکن انصاف پسند مفتی آج کل کے زمانے میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے فتنہ پیدا کرنے والی عورت کے بارے میں یہ فتویٰ دے گا کہ اس کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا واجب ہے۔“

(۶) خطیب شربینی لکھتے ہیں:

والكفان ليسا عورة فيجوز لها كشفهما للأجنبي وله نظرهما إن لم تخش الفتنة فإن خيفت الفتنة فقال ابن مرزوق مشهور المذهب وجوب سترهما وقال عياض لا يجب سترهما ويجب غض البصر عن الرؤية<sup>(۱۸)</sup>

” اور دونوں ہتھیلیاں ستر میں داخل نہیں ہیں۔ عورت کے لیے اجنبی مرد کے سامنے ہاتھوں کا کھولنا جائز ہے اور مرد کے لیے ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو ابن مرزوق کا کہنا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو بھی ڈھانپنا جائے گا اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے جبکہ قاضی عیاض کا کہنا یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو ڈھانپنا واجب نہیں بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ غض بصر سے کام لے۔“

## ب) چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے

بعض مالکیہ عورت کے چہرے کو بھی اس کے ستر میں داخل کرتے ہیں اور اس کو ڈھانپنا واجب قرار دیتے ہیں۔

(i) امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ امام ابن تیمیہ میں ”وَلَا يُدِينُ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقیل يجوز النظر لغير شهوة إلى وجهها ویدیها وهو مذهب أبي حنيفة والشافعي وقول في مذهب أحمد وقيل لا يجوز وهو ظاهر مذهب أحمد فإن كل شيء منها عورة حتى ظفرها وهو قول مالك (۱۹)

”ایک رائے یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک قول ایسا ہی مروی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ جائز نہیں اور امام احمدؒ کا مشہور مذہب یہی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک عورت کی ہر چیز ستر میں داخل ہے، یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی اور یہی رائے امام مالک کی بھی ہے۔“

(ii) امام قرطبیؒ ”فَأَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

في هذه الآية دليل على أن الله تعالى أذن في مسألتهم من وراء حجاب في حاجة تعرض أو مسألة يستفتين بها ويدخل في ذلك جميع النساء بالمعنى وبما تضمنت أصول الشريعة من أن المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك إلا لحاجة كالشهادة عليها أو داء يكون ببدنها (۲۰)

”یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حجاب کے پیچھے سے کسی ضرورت یا مسئلے کے تحت سوال کرنے کی اجازت دی۔ اور یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کو معنوی طور پر شامل ہے، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ عورت تمام کی تمام ستر ہے یہاں تک کہ اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے۔ جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اس لیے عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر کسی ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔ ضرورت سے مراد عورت کے خلاف گواہی ہے یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہے۔“

(iii) امام ابن العربیؒ ”فَاسْتَلَوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمرأة كلها عورة بدنها وصوتها فلا يجوز كشف ذلك إلا لضرورة

أو لحاجة كالشهادة عليها أو داء يكون بدنها (۲۱)

”اور عورت تمام کی تمام ستر ہے، اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے لہذا عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، ہاں ضرورت یا حاجت کے پیش نظر وہ ایسا کر سکتی ہے، مثلاً اگر عورت کے خلاف گواہی دینا مقصود ہو یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو وغیرہ (تو وہ اپنے جسم کے کسی حصے کو اجنبی مرد کے سامنے کھول سکتی ہے)۔“

(iv) محمد الامین بن محمد المختار الشنظلیؒ، اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن أدلة القرآنية على احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتى وجهها قوله تعالى ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ فقد قال غير واحد من أهل العلم أن معنى يدنين عليهن من جلابيبهن، أنهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن (۲۲)

”عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے سوائے قاضی عیاض کے، جو چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دیتے۔ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، فتنے کی وجہ سے عورت کو چہرے کے چھپانے کا حکم دیا جائے گا، جبکہ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور ستر ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے۔

## فصل سوم

### شافعیہ کا مذہب

چہرے کے پردے کے بارے میں شافعیہ کا مسلک تقریباً وہی ہے جو مالکیہ کا ہے۔ بعض شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے، امام شافعی سے بھی یہی قول مروی ہے، لیکن وہ فتنے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم قرار دیتے ہیں۔ البتہ جمہور شافعیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے اور چہرے کے چھپانے کا فتنے کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ عورت ہر حال میں اپنا چہرہ اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھے گی۔

### چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے

بعض شوافع عورت کے چہرے کو ستر میں شمار نہیں کرتے لیکن فتنے کی وجہ سے چہرے کے پردے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

(۱) امام تقی الدین الحسینی الشافعی فرماتے ہیں:

ویکروہ أن یصلی فی ثوب فیہ صورة وتمثیل والمرأة متعقبہ إلا أن تکون فی مسجد وهناك أجنب لا یحترزون عن النظر فإن خیف من النظر إليها یجر إلى الفساد حرم علیها رفع النقاب وهذا کثیر فی مواضع الزیارة کبیت المقدس (۲۳)

”ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں تصاویر ہوں، مکروہ ہے۔ اسی طرح عورت کا نقاب پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، سوائے اس کے کہ عورت کسی مسجد میں ہو اور وہاں کچھ اجنبی بھی ہوں جو بد نظری سے احتیاط نہ کرتے ہوں۔ اگر ایسے حالات میں عورت کی طرف دیکھنے سے اس بات کا اندیشہ موجود ہو کہ فساد پھیلے گا تو عورت کے لیے نماز کی حالت میں بھی نقاب اتارنا حرام ہوگا۔ اور ایسا ماحول عام طور پر زیارت کے مقامات مثلاً بیت المقدس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔“

(۲) امام شافعیؒ حالت احرام میں عورت کے چہرے کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ویكون للمرأة إذا كانت بارزة ترید الستر من الناس تدنی جلبابها أو بعض خمارها أو غیر ذلك من ثیابها من فوق رأسها وتجافيه عن وجهها حتى تغطي وجهها متحافياً كالستر علی وجهها ولا يكون لها أن تنتقب أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال تدلی علیها من جلبابها ولا تضرب به ..... أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج عن ابن طاؤس عن أبيه قال تسدل المرأة المحرمة ثوبها علی وجهها ولا تنتقب (۲۴)

”اور جب عورت (حالت احرام میں) باہر ہوگی اور لوگوں سے پردہ کرنا چاہے گی تو اپنی چادر یا اس کا بعض حصہ یا اس کے علاوہ اپنے کپڑوں کا کوئی حصہ اپنے سر پر ڈال دے گی اور اسے اپنے چہرے سے الگ رکھے گی اور اپنے چہرے کو اس طرح ڈھانپنے گی کہ کپڑا جسم سے الگ رہے جیسا کہ چہرے کے آگے کوئی پردہ ڈال دیا جائے۔ اور اس کے لیے نقاب کرنا جائز نہیں ہے۔ (اس کے بعد اس موقف کے ثبوت کے لیے امام شافعی نے دو روایات بیان کی ہیں) ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی وہ ابن جریج سے وہ عطاء سے وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ عورت اپنے اوپر اپنی چادر کو لٹکالے گی اور اس کو لپیٹے گی نہیں ..... ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی وہ ابن جریج سے وہ ابن طاؤس سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حالت احرام میں عورت اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکائے گی اور نقاب نہیں پہنے گی۔“

(۳) الشیخ عبدالحمید الشروانی ”میت عورت کے کفن کی بحث کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیجب علی المرأة ما یستر بدنہا إلا وجهها وكفیها حره كانت أو أمة ووجوب سترهما فی الحیاة لیس لكونهما عورة بل لكون النظر إليهما یوقع فی الفتنه غالباً (۲۵)

”عورت کے (کفن کے لیے) اتنا کپڑا ہونا ضروری ہے جو اس کے جسم کو چھپالے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے چاہے وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ اور زندگی میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ یہ عورت کا ستر ہیں بلکہ اس لیے ان کو ڈھانپنا واجب ہے کہ اکثر اوقات ان کی طرف نظر فتنے کا باعث بنتی ہے۔“

(۴) الشیخ احمد بن قاسم العبادیؒ میت عورت کے کفن کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیجب ما ستر من الأنثی ولو رقیقة ما عدا الوجه والكفین ووجوب

سترهما فی الحیاة لیس لکونهما عورة بل لخوف الفتنة غالباً (۲۶)

”عورت کے لیے اتنا کپڑا ضروری ہے جو اس کے جسم کو ڈھانپ دے سوائے چہرے

اور دونوں ہاتھوں کے چاہے وہ عورت لونڈی ہی کیوں نہ ہو۔ اور زندگی میں چہرے اور

دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس لیے واجب نہیں کہ یہ ستر ہے بلکہ یہ اس لیے واجب ہے کہ

اکثر اوقات اس سے فتنے کا ڈر رہتا ہے۔“

### چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے

جمہور شوافع کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے لہذا عورت کے لیے اجنبی

مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔

(۱) علامہ عبدالرحمن محمود مضائیؒ فرماتے ہیں:

لها أربع عورات فی الصلاة جمیع بدنھا سوی الوجه والكفین الی

الکوعین وبالنسبة للرجال الأجانب جمیع بدنھا (۲۷)

”عورت کے چار ستر ہیں۔ نماز میں اس کا تمام جسم ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں

ہاتھوں کے اور اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔“

(۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ”فتح الباری“ میں کئی جگہ چہرے کے پردے کا اثبات کیا ہے اور

چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر بخاری کی ایک روایت کی شرح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

وفیه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب (۲۸)

”یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنا

واجب ہے۔“

ایک اور جگہ ایک روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاختمن ای غطین وجوههن (۲۹)

”فاختمن کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔“

(۳) امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

لسنا نقول أن وجه الرجال فی حقھا عورة كوجه المرأة فی حقھ (۳۰)

”ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ بھی عورت کے لیے اسی طرح ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے۔“

(۴) امام محمد نووی بن عمر التتاریؒ لکھتے ہیں:

والحرّة لها أربع عورات ..... ورابعها جميع بدنها حتى قلامه ظفرها  
وهي عورتها عند الرجال الأجانب فيحرم على الرجل الأجنبي النظر  
إلى شيء من ذلك ويجب على المرأة ستر ذلك عنه (۳۱)

”اور آزاد عورت کے لیے چار ستر ہیں..... چوتھی قسم یہ ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن کے تراشے بھی۔ یہ عورت کا وہ ستر ہے جو اجنبی مردوں کے سامنے ہے۔ اجنبی مرد کے لیے عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا حرام ہے اور عورت کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ اپنے سارے جسم کو ڈھانپ کر رکھے۔“

(۵) الشیخ سلیمان الجبیریؒ لکھتے ہیں:

(وعورة الحرّة) أى فى الصلاة أما عورتها خارج الصلاة بالنسبة لنظر  
الأجنبي إليها فهى جميع بدنها حتى الوجه والكفين ولو عند أمن الفتنة  
ولو رقيقة فيحرم على الأجنبي أن ينظر إلى شيء من بدنها ولو قلامه  
ظفر منفصلا منها (۳۲)

”اور آزاد عورت کا نماز میں ستر۔ نماز سے باہر اجنبی مرد کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ چہرہ اور دونوں ہاتھ بھی اس میں شامل ہیں (عورت اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے گی) چاہے فتنے کا ڈر نہ بھی ہو۔ یا کسی آزاد عورت کو غلام بنا لیا گیا ہو (پھر بھی اس کا ستر یہی ہے) پس اجنبی کے لیے حرام ہے کہ وہ اس کے بدن کے کسی حصے کو دیکھے چاہے یہ ایسے ناخن کا تراشہ ہی کیوں نہ ہو جو جسم سے جدا ہو گیا ہو۔“

خلاصہ کلام یہ کہ شافعیہ کا موقف مالکیہ سے ملتا جلتا ہے۔ بعض شافعیہ عورت کے چہرے کو ستر میں داخل کرتے ہیں اور نصاباً چہرے کے پردے کے قائل ہیں، جبکہ بعض شافعیہ عورت کے چہرے کو ستر میں داخل نہیں کرتے لیکن سداً للذریعة یعنی فتنے کے خوف سے چہرے کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں۔

## فصل چہارم

### حنابلہ کا مذہب

متقدمین و متاخرین حنابلہ کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ امام احمد سے اگرچہ اس بارے دو اقوال مروی ہیں ایک یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور دوسرا یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، البتہ فقہ حنبلی سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر ائمہ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کو امام احمد کی طرف منسوب کیا ہے۔ دوسرے قول کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے کہ امام احمد کا یہ قول عورت کے اس ستر کے بارے ہے جو وہ نماز میں اختیار کرے گی۔

### نماز سے باہر عورت کا ستر

(۱) امام احمد نماز سے باہر عورت کے سارے جسم کو ستر میں شمار کرتے ہیں۔ امام ابو بکر الخلالؒ فرماتے ہیں:

(۱) أخبرني منصور بن الوليد: أن جعفر بن محمد حدثهم قال سمعت أبا عبد الله يقول كل شيء من المرأة عورة حتى ظفرها (۳۳)

”مجھے منصور بن ولید نے خبر دی کہ جعفر بن محمد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا آپ کہتے ہیں کہ عورت کی ہر چیز ستر ہے، یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔“

(۲) أخبرني حرب بن إسماعيل قال قيل لأحمد الرجل يكون في السوق يبيع ويشترى فتأثبه المرأة تشتري منه فيرى كفها ونحو ذلك فكره ذلك وقال كل شيء من المرأة عورة قيل له فالوجه؟ قال إذا كانت شابة تشتبه فإني أكره ذلك وإن كانت عجوز أو جرت (۳۴)

”مجھے اسماعیل بن حرب نے خبر دی کہ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ آدمی بعض اوقات بازار میں ہوتا ہے، خرید و فروخت کرتا ہے، اس کے پاس عورت بھی آتی ہے جو اس سے مختلف چیزیں خریدتی ہے، وہ مرد اس کی ہتھیلی اور اس طرح جسم کے دوسرے اعضاء بھی دیکھتا ہے۔ امام احمد نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا کہ عورت کا سارا جسم ستر میں داخل

ہے۔ آپ سے دوبارہ سوال ہوا کہ چہرے کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب عورت نوجوان ہو اور اسے دیکھ کر شہوت کے جذبات پیدا ہوتے ہوں تو میں اسے بھی ناپسند کرتا ہوں (کہ وہ چہرہ کھلا رکھے) اور اگر عورت بوڑھی ہے تو میرے نزدیک جائز ہے۔“

(ح) امام ابن تیمیہ ”وَلَا يُبَدِّينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقیل يجوز النظر لغير شهوة إلى وجهها ویدیها وهو مذهب أبي حنيفة والشافعی وقول فی مذهب أحمد وقيل لا يجوز وهو ظاهر مذهب

أحمد فإن كل شیء منها عورة حتى ظفرها وهو قول مالك (۳۵)

”ایک قول تو یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ امام احمد سے بھی ایسا ایک قول مروی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔ یہی امام احمد کا مشہور مسلک ہے کیونکہ عورت کا سارا جسم ستر ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی۔ امام مالک کی بھی رائے یہی ہے۔“

(۲) علامہ ابن جوزی آیہ مبارکہ ”وَلَا يُبَدِّينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد نص عليه أحمد فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شیء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر إلى شیء من الأجنيات لغير عذر فإن كان لعذر مثل أن يريد أن يتزوجها أو يشهد عليها فإنه ينظر في الحالين إلى وجهها خاصة فأما النظر إليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة

ولا لغيرها وسواء في ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدن (۳۶)

”امام احمد نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں اور عورت کا سارا جسم ستر ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر یہ عذر کے ساتھ ہو مثلاً شادی یا گواہی کی غرض سے دیکھنا تو ایسی صورت میں صرف عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ لیکن بغیر عذر کے عورت کے چہرے کو شہوت یا بغیر شہوت کے دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس مسئلے میں چہرہ، دونوں ہاتھ اور جسم کے باقی اعضاء سب کا ایک ہی حکم ہے۔“

۳) امام بہوتیؒ فرماتے ہیں:

(والوجه) من الحرة البالغة (عورة خارجها) أى الصلاة (باعتبار النظر كبقية بدنها) (۳۷)

”اور بالغ آزاد عورت کا چہرہ بھی نماز سے باہر دیکھنے کے اعتبار سے ستر میں داخل ہے جیسا کہ اس کے باقی سارے بدن کا حکم ہے۔“

(۴) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

﴿قُلْ لَا زُورَ لَكُمْ فِي ظَنَنِكُمْ وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْوَاءَ ظَنِّهِ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

دلیل علی أن الحجاب إنما أمر به الحرائر دون الإماماء (۳۸)

”آیت ﴿قُلْ لَا زُورَ لَكُمْ فِي ظَنَنِكُمْ وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْوَاءَ ظَنِّهِ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم آزاد عورتوں کے لیے تھا، جبکہ لونڈیوں کے لیے یہ حکم نہ تھا۔“

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وثبت في الصحيح أن المرأة المحرمة تنهى عن الانتقاب والقفازين وهذا مما يدل على أن النقاب والقفازين كانا معروفين في النساء اللاتي لم يحرمن وذلك يقتضى ستر وجوههن وأيديهن (۳۹)

”اور صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب پہننے اور دستاں پہننے سے منع کیا گیا ہے اور یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ نقاب اور دستاں پہننا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ان عورتوں میں معروف تھا جو حالت احرام میں نہ ہوتی تھیں اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپ کر رکھیں۔“

ایک اور جگہ ”يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد حكى أبو عبيدة وغيره أنها تدنى من فوق رأسها فلا تظهر إلا بعينها ومن جنسه النقاب فكن النساء ينتقبن وفي الصحيح أن المحرمة لا تنتقب ولا تلبس القفازين فإذا كن مأمورات بالجلباب لنلا يعرفن وهو ستر الوجه أوستر الوجه بالنقاب كان الوجه واليدان من الزينة التي أمرت ألا تظهرها للأجانب (۴۰)

”ابو عبیدہ وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ عورت اپنے جلاب (چادر) کو اپنے سر سے لٹکائے گی اور اپنی ایک آنکھ کے علاوہ اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے گی اور اس کی جنس میں نقاب بھی شامل ہے۔ آپ کے زمانے میں عورتیں نقاب کرتی تھیں، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ حالت احرام میں عورت نقاب نہ کرے اور نہ ہی دستاں پہنے جیسا کہ عورتوں کو جلاب کا حکم اس لیے دیا گیا کہ وہ پہچانی نہ جائیں تو اس سے مراد چہرے کا چھپانا ہے، یعنی نقاب سے چہرے کا چھپانا، یہی وجہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ اس زینت میں شامل ہیں کہ جس کو اجنبی مردوں کے سامنے عورت کو چھپانے کا حکم دیا گیا۔“

البتہ یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔

(۵) صالح بن فوزانؒ لکھتے ہیں:

والمراة كلها عورة لقوله صلى الله عليه وسلم والمرأة عورة رواه الترمذی ..... هذه النصوص وما جاء بمعناها من الكتاب والسنة وهي كثيرة شهيرة تدل على أن المرأة كلها عورة أمام الرجال الأجانب لا يجوز أن يظهر من بدنها شيء بحضرتهم في الصلاة وغيرها أما إذا صلت في مكان خال من الرجال الأجانب فإنها تكشف وجهها في الصلاة فهو ليس بعورة في الصلاة<sup>(۴)</sup>

”اور عورت کا سارا جسم ستر ہے اس کی دلیل ترمذی کی روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے..... یہ اور اسی طرح کی دوسری نصوص سے جو کثرت سے قرآن و سنت میں وارد ہوئی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ نماز کی حالت ہو یا غیر نماز کی، دونوں صورتوں میں عورت کے جسم کا کوئی حصہ مردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورت کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہی ہو جہاں اجنبی مرد نہ ہوں تو وہ نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے، کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ ستر میں شامل نہیں ہے۔“

### نماز میں عورت کا ستر

حنابلہ کے نزدیک نماز میں چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے۔ جمہور حنابلہ نے امام احمد کے چہرے کے ستر میں داخل نہ ہونے والے قول کی یہی تشریح کی ہے کہ امام احمد نے اپنے

اس قول میں اس ستر کو بیان کیا ہے جو عورت نماز کی حالت میں اختیار کرے گی۔  
(۱) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

و(كل الحرة) البالغة (عورة إلا وجهها) فليس عورة في الصلاة (۴۲)  
”اور ہر بالغ آزاد عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر میں داخل ہے۔ چہرہ نماز کی حالت میں عورت کا ستر نہیں ہے۔“  
(۲) علامہ ابن حنیبلؒ لکھتے ہیں:

(والحرة) البالغة (كلها عورة) حتى ظفرها نص عليه ذكر ابن هبيرة أنه المشهور ..... (إلا الوجه) لا خلاف في المذهب أنه يجوز للمرأة الحرة كشف وجهها في الصلاة ذكره في المغني وغيره وقد أطلق أحمد القول بأن جميعها عورة وهو محمول على ما عدا الوجه أو على غير الصلاة (۴۳)

”آزاد عورت تمام کی تمام ستر میں داخل ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ابن ہبیرہ نے اس رائے کو مشہور کہا ہے..... سوائے چہرے کے۔ اور امام احمد کے مذہب میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت کے لیے نماز کی حالت میں اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے جیسا کہ مغنی وغیرہ میں موجود ہے۔ اور امام احمد سے مطلقاً یہ قول بھی روایت کیا گیا ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ اس قول سے مراد یا تو چہرے کے علاوہ سارا جسم ہے یا پھر یہاں نماز سے باہر کی حالت کا ذکر ہو رہا ہے۔“

(۳) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

قد ثبت بالنص والإجماع أنه ليس عليها في الصلاة أن تلبس الجلباب الذي يسترها إذا كانت في بيتها وإنما ذلك إذا خرجت وحينئذ فتصلي في بيتها وإن لوى وجهها ويدها وقدمها كما كن يمشين أولاً قبل الأمر بإدناء الجلابيب عليهن فليست العورة في الصلاة مرتبطة بعورة النظر (۴۴)

”نص صریح اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نماز میں عورت کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت گھر میں جلباب اس طرح اوڑھے کہ اپنے آپ کو چھپالے۔ جلباب کا حکم تو اُس وقت ہے جبکہ وہ گھر سے باہر نکلے گی۔ پس وہ گھر ہی میں نماز پڑھے

گی چاہے اس کا چہرہ دونوں ہاتھ یا پاؤں ظاہر کیوں نہ ہوں، بیسا کہ عورتیں اپنے اوپر جلباب کے لٹکانے کے حکم کے نزول سے پہلے (گھر سے باہر) چلتی تھیں۔ پس نماز کا ستر اور نظر کا ستر ایک نہیں ہے۔“

(۴) الشیخ مرعی بن یوسف المقدسی الحنبلیؒ لکھتے ہیں:

والحررة البالغة کلها عورة فی الصلاة إلا وجهها (۴۵)

”اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے۔“

(۵) علامہ ابن ضویانی حنبلیؒ لکھتے ہیں:

والحررة البالغة کلها عورة فی الصلاة إلا وجهها لما تقدم ولحدیث

المرأة عورة رواه الترمذی (۴۶)

”اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو

چکا ہے۔ اور اس کی دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے۔“

(۶) سلیمان بن عبداللہ البانی الخلیلؒ اور خالد بن علی المشیققؒ لکھتے ہیں:

فالعورة فی الصلاة علی المشهور من مذهب الحنابلة تقسم إلى ثلاثة

أقسام: مغلظة ومخففة ومتوسطة ..... والمغلظة عورة الحررة البالغة

فکلها عورة إلا وجهها فانه لیس عورة فی الصلاة وإن کان عورة فی

النظر (۴۷)

”حنابلہ کے مشہور مذہب کے مطابق نماز میں ستر کی تین قسمیں ہیں: مغلظہ، مخففة اور

متوسطہ..... مغلظہ آزاد بالغ عورت کا ستر ہے۔ پس اس کا ستر سارا جسم ہے سوائے

چہرے کے، کیونکہ عورت کا چہرہ نماز میں ستر نہیں ہے اگرچہ دیکھنے کے اعتبار سے

ستر ہے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ امام احمدؒ سے عورت کے ستر کے بارے دور وایات مروی ہیں۔ ایک یہ

ہے کہ عورت کا چہرہ حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ عورت کا چہرہ

ستر میں داخل نہیں ہے۔ دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ پہلا قول عورت کے اس ستر کے

بارے میں ہے جو وہ اجنبی مرد کے سامنے اختیار کرے گی، جبکہ دوسرا قول نماز میں عورت کے

ستر کے بارے میں ہے۔ حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا اقوال سے ظاہر ہو رہا

ہے۔ دَورِ حاضر کے سعودی علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

## فصل پنجم

### مسلمان علماء کا اتفاق

چہرے کے پردے کے بارے فقہاء کے حوالے سے ہم نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اجنبی یا نامحرم کے سامنے چہرے کا پردہ فتنے کی وجہ سے واجب ہوگا (یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں) اور بعض کے نزدیک فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہو گا۔ ان دونوں نتائج کو اگر ملایا جائے تو ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک سوائے قاضی عیاض کے فتنے کی موجودگی میں چہرے کا پردہ لازم ہے۔ یہی وہ نتیجہ ہے جسے بعض جلیل القدر علماء نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند علماء کی عبارات ہم نقل کیے دیتے ہیں:

(۱) علامہ شمس الحق عظیم آبادی آیت ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ اور ”حدیث اسماء“ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

أما عند خوف الفتنة فظاهر إطلاق الآية والحديث عدم اشتراط الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء أن يخرجن سافرات لا سيما عند كثرة الفساق قاله ابن ارسلان<sup>(۴۸)</sup> ”جہاں تک فتنے کے ڈر کا تعلق ہے تو ظاہر آیت اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی شرط نہ لگائی جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کے اطلاق کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نھنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے جیسا کہ ابن ارسلان نے کہا ہے۔“

(۲) شیخ خلیل احمد سہارنپوری آیت ”إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ اور ”حدیث اسماء“ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد أن المرأة إذا بلغت لايحوز لها أن تظهر للأجانب إلا ما تحتاج إلى إظهار للحاجة إلى معاملة أو شهادة إلا الوجه والكفين وهذا

عند أمن الفتنة وأما عند الخوف من الفتنة فلا ويدل على تقييده  
بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء أن يخرجن سفارات  
الوجوه لا سيما عند كثرة الفساد وظهوره<sup>(٤٩)</sup>

”حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصے کو سوائے کسی معاملے میں ضرورت پڑنے یا گواہی دینے کے ظاہر کرے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو، جہاں فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو وہاں یہ اجازت نہیں ہے۔ اور اس حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فتنہ و فساد بڑھ گیا ہو۔“

(۳) امام شوکانی ”حدیث اسماء“ کی تشریح میں ابن ارسلان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أما عند خوف الفتنة فظاهر إطلاق الآية والحديث عدم اشتراط  
الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء  
أن يخرجن سفارات الوجوه لا سيما عند كثرة الفساد<sup>(۵۰)</sup>

”جہاں تک فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو آیت اور حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مطلق ہیں اور ان کو ضرورت کی شرط کے ساتھ مقید نہ کیا جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے۔“

(۴) ابن حجر عسقلانی ”شرح بخاری میں ابن المنذر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

أجمعوا على أن المرأة تلبس المخيط كله، والخفاف، وأن لها أن  
تغطي رأسها، وتستر شعرها إلا وجهها فتسدل عليه الثوب سدلا  
خفيفاً تستتر به عن نظر الرجال<sup>(۵۱)</sup>

”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت (حالات احرام میں) تمام کپڑے سلعے ہوئے پہننے گی اور موزے بھی پہننے گی اور اپنے سر کو ڈھانپنے گی اور بالوں کو چھپائے گی سوائے چہرے کے، چہرے پر ہلکا سا کپڑا لگا لے گی تاکہ مردوں کی نظروں سے اس کے

ذریعے بچ سکے۔“

(۵) ابن قدامہ حنبلیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فأما إذا احتاجت إلى ستر وجهها لممرور الرجال قريباً منها فإنها تسدل

الثوب من فوق رأسها على وجهها ولا نعلم فيه خلافاً (۵۲)

”پس جب عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی

ضرورت محسوس کرے گی تو اپنے سر سے کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لے گی اور ہمارے علم کی

حد تک اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔“

(۶) ابن قدامہ المقدسیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فإن احتاجت إلى ستر وجهها لممرور الرجال قريباً منها فإنها تسدل

الثوب فوق رأسها على وجهها. روى ذلك عن عثمان وعائشة وبه قال

عطاء ومالك والثوري والشافعي وإسحاق ومحمد بن الحسن ولا

نعلم فيه خلافاً (۵۳)

”اگر عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی

ضرورت محسوس کرے گی تو اپنا کپڑا سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لے گی۔ یہ حضرت عثمان

اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور عطاء، امام مالک، ثوری، امام شافعی، اسحاق اور امام

محمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

پس ثابت ہوا کہ ضرورت کے تحت یا فتنے کی موجودگی میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو

چھپانا واجب ہے۔ اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

## حواشی

(۱) کنز الدقائق: ص ۲۸، ابوالبرکات عبداللہ بن أحمد بن محمود النسفی، ایچ ایم سعید

کمپنی، کراچی

(۲) الہدایۃ: ۴۳/۱، برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، المكتبة الاسلامیة

(۳) بدائع الصنائع: ۱۲۱/۵، امام کاسانی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ: ۵۸/۱، جماعة من علماء الہند، مكتبة ساجدیة، کوئٹہ

(۵) أحكام القرآن: ۳۱۵/۳، ابوبکر الحصاص، دارالکتب العربی، بیروت

(۶) أيضاً: ۲۷۲/۳

(۷) مرقا الفلاح فی شرح متن نور الإیضاح: ص ۱۳۱، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی،

- مکتبہ کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی
- (۸) رد المحتار علی در المختار: ۷۲/۲، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدين الدمشقی، دار احیاء التراث العربی
- (۹) البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۲۸۴/۱، زین الدین ابن نجیم الحنفی، دار المعرفة، بیروت
- (۱۰) الدر المنتقى فی شرح المتقى: ۱۲۱/۱، علاؤالدین محمد بن علی بن محمد العینی الحکنی، دار الکتب العلمیة، بیروت
- (۱۱) مجمع الأنهر، ۲۲۱/۱، عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان الکلبیولی، دار الکتب العلمیة
- (۱۲) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما يعمل الرجل مادام حياً فإذا مات فقد انقضى
- (۱۳) شرح مؤطا إمام مالک: ۲۱/۳، أبو عبدالله محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، مکتبة البابی الحلبي، مصر
- (۱۴) حاشیه الصاوی علی الشرح الصغیر: ۴۰۰/۱-۴۰۱، شیخ أحمد بن محمد الصاوی المالکی، مکتبة عیسی البابی الحلبي، مصر
- (۱۵) حاشیه الدسوقی علی الشرح الکبیر: ۳۴۵/۱، محمد بن احمد الدسوقی المالکی، دار الکتب العلمیة، بیروت
- (۱۶) حاشیه الصاوی علی الشرح الصغیر: ۴۰/۱، شیخ أحمد بن محمد الصاوی المالکی، مطبعة عیسی البابی الحلبي
- (۱۷) مواهب الحلیل من أدلة الخلیل: ۱۴۸/۱، احمد بن محمد المختار الشنقیطی
- (۱۸) مغنی المحتاج: ۲۸۵/۱، شمس الدین محمد بن الخطیب الشریینی، دارالمعرفة، بیروت
- (۱۹) مجموع الفتاوی: ۱۰۹/۲۲-۱۱۰
- (۲۰) الجامع لأحكام القرآن: ۲۲۷/۱۴، امام محمد بن احمد القرطبی، إحياء التراث العربی، بیروت
- (۲۱) أحكام القرآن: ۱۵۷۹/۳، ابن العربی، دار المعرفة، بیروت
- (۲۲) أضواء البیان: ۵۸۶/۶، علامه شنقیطی
- (۲۳) كفاية الأخيار فی حل غاية الاختصار: ۱۸۱/۱، امام تقی الدین الحسینی، ادارة إحياء التراث الإسلامی، دولة قطر
- (۲۴) كتاب الأم: ۱۲۷/۲، امام شافعی، دار الشعب
- (۲۵) حاشیه الشروانی علی تحفة المحتاج: ۱۱۵/۳، الشیخ عبدالحمید الشروانی
- (۲۶) حاشیه ابن قاسم العبادی علی تحفة المحتاج: ۱۱۵/۳، الشیخ احمد بن قاسم العبادی
- (۲۷) النفحات الصمدیة علی مذهب الإمام الشافعی: ۹۷/۱، علامة عبدالرحمن محمود مضای العلونی، مطبعة المدنی، مصر
- (۲۸) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل

۲۹) فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرهن علی حیوبهن

۳۰) إحياء العلوم: ۴۹/۲، امام غزالی، مطبع عیسی البابی

۳۱) نهاية الزین شرح قرۃ العین: ۸۰/۱، امام محمد بن عمر نووی الجاوی

۳۲) تحفة الحبيب علی شرح الخطیب: ۳۸۸/۱، الشیخ سلیمان البحریمی

۳۳) أحكام النساء: ص ۶، امام أحمد بن حنبل

۳۴) أيضاً: ص ۵

۳۵) مجموع الفتاوی: ۱۰۹/۲۲-۱۱۰، شیخ الاسلام ابن تیمیہ

۳۶) زاد المسیر: ۳۱/۶-۳۲، المكتب الاسلامی، دولة قطر

۳۷) كشف القناع: ۳۰۹/۱، امام منصور بن یونس البهوتی، مطبعة الحكومة، مكة

۳۸) مجموع الفتاوی: ۴۴۸/۱۵

۳۹) أيضاً: ۳۷۱/۱۵-۳۷۲

۴۰) أيضاً: ۱۱۱-۱۱۰/۲۲

۴۱) الملخص الفقہی: ۴۲/۱-۴۳، الشیخ صالح بن فوزان

۴۲) الروض المربع: ۶۵/۱، منصور بن ادريس البهوتی

۴۳) المبدع: ۳۶۲/۱-۳۶۳، ابن مفلح الحنبلی، المكتب الإسلامي

۴۴) مجموع الفتاوی: ۱۱۵/۲۲

۴۵) دليل الطالب لنيل المطالب: ص ۸، الشیخ مرعی بن یوسف المقدسی الحنبلی

۴۶) منار السبیل فی شرح الدلیل: ۴۸/۱، ابن ضویان حنبلی

۴۷) الشرح الممتع علی زاد المقنع: ۷۶/۲، الدكتور سلیمان بن عبداللہ ابالخیل والدكتور

خالد بن علی المشیقع

۴۸) عون المعبود: ۱۰۹/۱۱، دارالکتب العلمیة، بیروت

۴۹) بذل المجهود: ۴۳۱/۱۶، شیخ خلیل أحمد سهارنپوری، دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۰) نیل الأوطار: ۶-۲۴۵، امام شوکانی

۵۱) فتح الباری: ۴۰۶/۳

۵۲) المغنی: ۳۰۵/۳، ابن قدامة

۵۳) الشرح الكبير: ۳۲۳/۳-۳۲۴، ابن قدامة المقدسی

## باب پنجم

چہرے کا پردہ اور تواتر عملی



## فصل اول

### تواتر عملی

چہرے کا پردہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور سے لے کر ہم تک (یعنی عصر حاضر تک) تواتر عملی کے ساتھ بھی ثابت ہے۔ ہمارے زیر نظر مضمون میں جا بجا قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین اور فقہاء و مفسرین کی آراء موجود ہیں کہ ہر دور میں امت مسلمہ میں چہرے کا پردہ رائج رہا ہے۔ احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چہرے کا پردہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں تھا جبکہ آثار صحابہ و تابعین اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے دور میں بھی عورتیں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔ گویا خیر القرون میں چہرے کا پردہ دلائل کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے تقریباً ہر صدی کے حوالے سے بعض مفسرین اور فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دور میں بھی چہرے کا پردہ رائج تھا۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص اس بات پر مصر ہو کہ چہرے کا پردہ تواتر عملی سے ثابت نہیں ہے تو اس کے لیے ہم چند جلیل القدر ائمہ کی آراء نقل کر دیتے ہیں جنہوں نے صریحاً یہ لکھا ہے کہ چہرے کا پردہ تواتر عملی سے ثابت ہے۔

۱) **امام غزالیؒ کی رائے:** امام غزالیؒ عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لسنا نقول أن وجه الرجل في حقها عورة كوجه المرأة في حقه بل هو كوجه الأمرد في حق الرجل فيحرم النظر عند خوف الفتنة فقط وإن لم تكن فتنة فلا، إذ لم تنزل الرجال على ممر الزمان مكشوفى الوجوه والنساء يخرجن منتقبات فلو استوا لأمر الرجال بالتتقب أو منعن من الخروج<sup>(۱)</sup>

”ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے، بلکہ مرد کا چہرہ (عورت کے لیے) ایسا ہی ہے جیسا کہ نابالغ بچے کا چہرہ مرد کے لیے ہے۔ یعنی اگر فتنے کا اندیشہ ہوگا تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہوگا اور اگر فتنہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیشہ سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ مرد ہر زمانے میں کھلے

چہرے کے ساتھ باہر نکلنے ہیں، جبکہ عورتیں نقاب پہن کر باہر نکلتی ہیں۔ اگر مرد بھی اس مسئلے میں عورتوں کے برابر ہوتے تو ان کو نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا یا عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔“

**۲) ابن حجر عسقلانی کی رائے:** ابن حجر عسقلانیؒ بھی عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويقوى الجواز استمرار العمل على جواز خروج النساء إلى المساجد والأسواق والأسفار منتقبات لئلا يراهن الرجال ولم يؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا يراهم النساء فدل على تغاير الحكم بين الطائفتين<sup>(۲)</sup> ”اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے جواز کو اس دلیل سے بھی تقویت ملتی ہے کہ شروع سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے، جبکہ مردوں کو کبھی بھی نقاب کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں نہیں نہ دیکھ سکیں۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد اور عورتوں کا حکم اس مسئلے میں مختلف ہے۔“

**۳) امام شوکانی کی رائے:** امام شوکانیؒ عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے مسئلے کے تحت ابن حجرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ويؤيد الجواز استمرار العمل على جواز خروج النساء إلى المساجد والأسواق والأسفار منتقبات لئلا يراهن الرجال ولم يؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا يراهم النساء فدل على مغايرة الحكم بين الطائفتين وبهذا احتج الغزالي<sup>(۳)</sup>

”ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ عورت کا مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اس مسئلے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تواتر عملی سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے تاکہ مرد ان کو نہ دیکھ سکیں، جبکہ مردوں کو کبھی بھی نقاب پہننے کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں ان کو نہ دیکھ سکیں۔ پس یہ تواتر عملی اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں گروہوں کا حکم مختلف ہے۔ اسی سے امام غزالیؒ نے بھی دلیل پکڑی ہے۔“

پس تواتر عملی سے یہ ثابت ہوا کہ ہر دور میں مسلمان عورتیں نقاب پہن کر گھر سے باہر نکلتی

تھیں، جیسا کہ آج کل کے دور میں بھی مذہبی گھرانوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں چونکہ اکثر عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتیں لہذا تواتر عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے، ان کی خدمت میں ہماری مودبانہ گزارش یہی ہے کہ صرف دعوؤں سے تواتر عملی ثابت نہیں ہوتا، سب سے پہلے وہ کسی نص صریح سے صرف اتنا تو ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں۔ جب ایک عمل کی ابتدا ہی ثابت نہ ہو تو انتہا کو دیکھتے ہوئے کیسے یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہ کرنا تواتر عملی سے ثابت ہے؟ رہیں وہ احادیث جن سے احتمال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں، تو ان پر ہم مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ آج کل کے بگڑے ہوئے اور بے عمل معاشروں سے تواتر عملی کی دلیل پکڑنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج کے دور تک ہر زمانے میں عملاً کسی مسئلے کو ثابت نہ کر دیا جائے۔

### خلاصہ کلام

چہرے کے پردے کے حوالے سے ہم نے پانچ قسم کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلی قسم قرآنی دلائل پر مشتمل ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے چار مقامات ایسے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ دو مقامات سورۃ النور میں ہیں اور دو مقامات سورۃ الاحزاب میں ہیں۔ دوسری قسم کے دلائل میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا گیا ہے جو دراصل مذکورہ بالا قرآنی آیات کے مفہوم کو متعین کر رہی ہیں۔ اس عنوان کے تحت ہم نے ایسی احادیث کو بیان کیا ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کے علاوہ حجاب کے بارے میں صحابیات کے طرز عمل کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ ان آیات سے انہوں نے کیا سمجھا تھا۔ علاوہ ازیں ہم نے اسی بحث کے تحت ان اشکالات کا بھی جامع و مانع جواب دیا ہے جو بعض احادیث کے حوالے سے پیدا کیے جاتے ہیں۔

تیسری قسم کے دلائل میں اقوال صحابہؓ و تابعین کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ اور تابعین نے پردے کے بارے میں قرآنی آیات کا کیا مفہوم سمجھا ہے۔

چوتھی قسم کے دلائل میں ہم نے مذاہب اربعہ کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کیا ہے جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک چہرے کا پردہ شرعاً واجب ہے اور بعض

کے نزدیک سداً للذریعة واجب ہے۔ آخری اور پانچویں قسم کے دلائل میں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ چہرے کا پردہ تواتر عملی سے بھی ثابت ہے۔

ان پانچ قسم کے دلائل کی روشنی میں ہم نے مثبت انداز میں اپنا ایک موقف بیان کر دیا ہے۔ ہمارا مضمون یہاں پر ختم ہو رہا ہے۔ اگلے باب میں ہم ان اعتراضات اور اشکالات کا شرعی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیں گے جو ہمیں اس مضمون کی اشاعت کے دوران موصول ہوئے۔

## حواشی

(۱) إحياء العلوم: كتاب النكاح، فصل سوم ”آداب المعاشرت“

(۲) فتح الباری: ۳۳۷/۹

(۳) نیل الأوطار: ۲۴۹/۶

## باب ششم

چہرے کا پردہ اور  
چند شبہات کا جواب



## فصل اول

### پہلا شبہ

چہرے کے پردے کے بارے ہمارا مضمون ”چہرے کا پردہ: واجب مستحب یا بدعت؟“ کے عنوان سے مکمل ہو چکا ہے۔ چہرے کے پردے کے حوالے سے قرآن میں وارد صریح اور قطعی نصوص کے بارے منکرین حجاب جو شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں ان صفحات میں ہم ان کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ لیں گے۔ ماہنامہ ”اشراق“ کے مدیر جاوید احمد غامدی صاحب کی ”قانون معاشرت“ کے نام سے ایک سی ڈی ہاتھ لگی جو چہرے کے پردے کے حوالے سے ان کے پانچ عدد لیکچرز پر مشتمل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لیکچرز میں حقائق کے برخلاف سطحی اور غیر معیاری قسم کے مواد کو علم و تحقیق کے نام سے جس وثوق سے پیش کیا گیا ہے یہ انداز دستان شبلی کے کسی نمائندہ کو زیب نہیں دیتا۔ تقاریر پر نقد و جرح اگر ہمارے نزدیک روا ہوتی تو ہم غامدی صاحب کے ان لیکچرز میں موجود خلاف واقعہ باتوں پر ایک پوری کتاب لکھ دیتے۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تقاریر و بیانات میں انسان تحریر کی نسبت زیادہ غیر محتاط ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ سامعین طبقہ جہلاء سے تعلق رکھتے ہوں۔ غامدی صاحب اپنی تحریر میں محتاط ہیں اور علمی انداز میں گفتگو کرتے ہیں تو کم از کم حوالے تو نقل کر ہی دیتے ہیں جو ایک اچھی روش ہے۔ ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے انہیں صرف اتنی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تحریر کی طرح ان کے بیانات اور تقاریر میں بھی ربع صدی کے مطالعے کی کچھ نہ کچھ جھلک تو نظر آنی چاہیے۔ ثابت شدہ حقائق کے خلاف بغیر کسی ریفرنس کے دعوے کرنا قرآن کے کسی طالب علم کے شایان شان نہیں ہے۔ ذیل میں ہم غامدی صاحب کے لیکچرز کا تفصیلی، تحقیقی و تجزیاتی جائزہ لینے کی بجائے اس نتیجے پر بحث کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے پانچ گھنٹے کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد نکالا۔

### شبہ

غامدی صاحب نے اپنے پانچ گھنٹے کے لیکچرز کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ اُمت مسلمہ میں چہرے کے پردے کے بارے تین قسم کے نقطہ ہائے نظر رائج رہے ہیں۔ ایک یہ کہ محرم

رشتہ داروں کے علاوہ باقی ہر ایک سے عورت پردہ کرے گی اور اس کے لیے اجنبی افراد سے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ یہ موقف اُمت مسلمہ میں مولانا مودودی نے پیش کیا۔ دوسرا موقف سلف صالحین کا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے، لازم نہیں ہے۔ تمام سلف صالحین بشمول ابن تیمیہ اور احناف کے سب کا موقف یہی ہے۔ اگر پچھلوں میں چہرے کے پردے کے وجود کا کوئی قائل ہے بھی تو وہ کچھ غیر معروف لوگ ہیں۔ تیسرا موقف میرا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ چہرے کا پردہ بہتر بھی نہیں ہے۔

### جواب شبہ

جہلاء کے مجمع میں تو علم و فضل کے ایسے موتی بکھیرے جاسکتے ہیں، لیکن استدلال و تحقیق کی دنیا میں غامدی صاحب کے اس بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے مولانا مودودی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمان عورتوں کے لیے اجنبیوں سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر غامدی صاحب ایک نظر اس سلسلۃ الذهب (غامدی عن اصلاحی عن فراہی عن شبلی عن سرسید) کی طرف بھی کر لیتے جس سے 'بقول ان کے' انہوں نے اپنا یہ دین حاصل کیا ہے تو ان پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی کہ دبستان شبلی کا ہر ایک امام عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو اسی طرح واجب قرار دے رہا ہے جس طرح مولانا مودودی، بلکہ مولانا مودودی سے بھی قدرے بڑھ کر۔ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی صاحب آیت جلاباب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہی جلاباب ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقعے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقعے کو اس زمانے کے دلدادگان تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیں تو دیں لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی بر خود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسولؐ سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں۔“

اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے استاذ امام حمید الدین فراہی حجاب کے مسئلے پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حجاب کے مسئلہ میں تفاسیر اور فقہ میں پوری توضیح موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ میری رائے میں نظم قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط

نہی پیدا ہوئی ہے۔ ایسی قدیم غلطیوں کا کیا علاج کیا جائے۔ کون سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری۔ فقہاء اور مفسرین کا گروہ ہم زبان ہے مگر صحابہ اور تابعین زیادہ واقف تھے۔ انہوں نے ٹھیک سمجھا ہے مگر متاخرین حضرات نے ان کا کلام بھی نہیں سمجھا۔ بہر حال الحق أحق أن يتبع۔ میں اس مسئلے پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے اور قرآن نے یہی حجاب واجب کیا ہے جو شرفاء میں مروج ہے بلکہ اس سے قدرے زائد۔ ذرا مجھے طاقت آئے تو مفصل مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں۔“ (۱)

اسی طرح مولانا حمید الدین فراہی صاحب کے رہنما اور استاد جناب مولانا شبلی نعمانی چہرے کے پردے کے وجوب پر مولوی امیر علی کے خلاف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”پردے کے متعلق تمام دنیا میں مسلمانوں کا جو طریق عمل رہا ہے وہ یہ تھا کہ کبھی کسی زمانہ میں عورتیں بغیر برقع اور نقاب کے باہر نہیں نکلتی تھیں اور نامحرموں سے ہمیشہ منہ چھپاتی تھیں یہاں تک کہ یہ امر معاشرت کا سب سے مقدم مسئلہ بن گیا تھا۔“ (۲)

اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا شبلی کے راہنما اور دیرینہ ساتھی جناب سرسید احمد خان صاحب کے بارے میں منقول مختلف واقعات میں ان کے حوالے سے ہوا ہے۔ دبستان شبلی کا ہر ہر امام اس بات پر زور دے رہا ہے کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے جبکہ غامدی صاحب کا اصرار یہ ہے کہ میرے یہ تمام ائمہ غلط تھے اور میری رائے درست ہے اور وہ یہ کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ تو کجا سر ڈھانپنا بھی لازم نہیں ہے۔ المورد کی ویب سائٹ پر ارباب اشراق کے فتاویٰ جات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب المورد کا کوئی اسکالر یہ دعویٰ لے کر کھڑا ہو کہ حجاب کے مسئلے میں استاذ امام جاوید احمد صاحب کو غلطی لگی ہے قرآن (سورۃ النور) میں تو صرف سینے اور شرم گاہوں کے ڈھانپنے کا تذکرہ ہے اس کے علاوہ جسم کا چھپانا عورت کے لیے لازم نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك!

جہاں تک غامدی صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ سلف صالحین کا موقف یہ تھا کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے اور مولانا مودودی نے سب سے پہلے اس کو لازم قرار دیا ہے یہ قطعاً غلط بلکہ سلف صالحین کی آراء سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین سب چہرے کے پردے کے لزوم کے قائل تھے جیسا کہ مولانا حمید الدین فراہی نے لکھا ہے جبکہ فقہاء میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب

قرار دیتے ہیں؛ جبکہ بعض دوسرے فقہاء عورت کے چہرے کو اس کے ستر میں شمار کرتے ہیں اور نص سے چہرے کے پردے کا اثبات کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر طبقہ میں امام احمد، ایک رائے کے مطابق امام مالک، امام غزالی، امام قرطبی، امام ابن العربی، امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، امام ابن کثیر، امام امیر صنعانی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بیضاوی، علامہ ابن الجوزی وغیر ہم جیسے جلیل القدر ائمہ نے صریحاً عورت کے لیے چہرے کے پردے کو نصاً واجب قرار دیا ہے۔ ان حضرات کی آراء کو ہم سابقہ صفحات میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ کیا یہ تمام جلیل القدر ائمہ غامدی صاحب کے نزدیک غیر معروف علماء ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ان کے نزدیک معروف علماء کون ہیں؟ ان کے اپنے ائمہ ثلاثہ جن کا موقف ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں؟

غامدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک موقف خود ان کا ہے اور وہ یہ کہ چہرے کا پردہ لازم تو کیا بہتر بھی نہیں ہے۔ غامدی صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ چہرے کا پردہ تو کجا، سر پر دوپٹا اوڑھنا میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک تہذیبی روایت ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ غامدی صاحب کا یہ موقف ایسا ہے کہ جس کو پیش کرنے کا شرف اُمتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غامدی صاحب کو حاصل ہوا ہے۔ غامدی صاحب کے اس موقف کی بنیاد وہ کہانی ہے جس پر انہوں نے اپنے لیکچرز کے دوران اپنا پورا ایک گھنٹہ ضائع کیا ہے۔ عصر حاضر کے تقریباً سب منکرینِ حجاب اس کہانی کو کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون میں ایک مسلمان عورت آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی، وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں، اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں فساق کی کثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لیے راستوں پر بیٹھے ہوتے۔ گویا منکرینِ حجاب کے کہنے کے مطابق آج کل کے معاشرے خیر القرون کے معاشروں کی نسبت زیادہ مہذب اور پاکیزہ ہیں۔ ان کے نزدیک آج عورت کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے یا آج اس کو اتنا نہیں ستایا جاتا جتنا کہ خیر القرون میں ستایا جاتا تھا، اس لیے خیر القرون کے ”فاسق معاشروں“ کے لیے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد) تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی، آج کل کے ”پاکیزہ معاشروں“ میں حجاب کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دور میں دو چار واقعات ایسے ضرور ہوئے ہیں، لیکن منکرینِ حجاب ان واقعات کا

حوالہ دے کر ایک ایسی منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہی تاثر ملتا ہے کہ آج کا ماحول اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور بہتر ہے، لہذا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تو عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی، آج نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے بھی سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں حکم حجاب کو اڑانے کے لیے یہی کہانی تراشی ہے۔ ہم غامدی صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جب جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا، کیا کسی آزاد مسلمان عورت کو کسی فاسق کی طرف سے ستانے یا تکلیف پہنچانے کا کوئی سوال پیدا ہوتا تھا؟ گویا جس کہانی کو آپ حکم حجاب کی بنیاد بنا رہے ہیں وہ کہانی تو فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد صحابیات نے اپنے جلاب اتارے نہیں بلکہ جلاب اوڑھنے کے حکم پر اسی پابندی کے ساتھ عمل کرتی رہیں جس پابندی سے وہ فتح مکہ سے پہلے کرتی رہی تھیں۔ بعینہ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا۔ وہ عام حالات تو کجا، خاص حالات (کہ جن میں ایک مسلمان عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز ہے، مثلاً حالت احرام) میں بھی اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا قول ہے:

كُنَّا نَغْطِي وَجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَكُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي الْاِحْرَامِ (۳)  
 ”ہم اس سے پہلے حالت احرام میں اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپتی تھیں اور کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔“

اسی طرح فاطمہ بنت منذرؓ (ایک تابعیہ) کا قول ہے کہ:

كُنَّا نَخْمُرُ وَجُوهَنَا وَنَحْنُ مَحْرَمَاتُ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ (۴)  
 ”ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے ساتھ ہوتی تھیں۔“

غامدی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابیات اور تابعیات کو تو، جن کو یہ حکم دیا گیا، یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ ایک وقتی اور تدبیری حکم ہے، جبکہ چودہ سو سال بعد غامدی صاحب پر یہ نکتہ منکشف ہوا کہ یہ حکم عارضی تھا۔ متقدمین احناف کے بارے میں غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وہ چہرے کے پردے کے عدم وجود کے قائل تھے۔ فقہائے احناف کا موقف ہم تفصیلاً اپنے مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔

## فصل دوم

### دوسرا شبہ

غامدی صاحب نے کہا ہے کہ آیت مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۗ﴾ میں (چہرے کے پردے کا) جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک وقتی تدبیر اور عارضی حکم ہے جیسا کہ قرآن کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے۔

### جواب شبہ

ہمارا خیال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی ان سے زیادہ قرآن کے سیاق و سباق سے واقف ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں، جس میں غامدی صاحب کے اس شبہ کا رد ہے کہ:

”ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ ۗ“ اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو اشرار کے شر سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اول تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کا عدم ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جن حالات میں یہ حکم دیا گیا تھا کیا کوئی ذی ہوش یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات کل کی نسبت ہزار درجہ زیادہ خراب ہیں، البتہ حیا اور عفت کے وہ تصورات معدوم ہو گئے جن کی تعلیم قرآن نے دی تھی۔“ (۵)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کہ جنہوں نے بقول غامدی صاحب اُن کو قرآن کے سیاق و سباق اور نظم قرآن کی تعلیم دی وہ ﴿ذَلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ ۗ﴾ کو بنیاد بنا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو عارضی اور تدبیری حکم سمجھنا غلط ہے۔ اس کے لیے دلیل کے طور پر انہوں نے ایک اصول بیان کیا جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غامدی صاحب نے اپنے استاد امام کی شان میں یہ دعویٰ کر دیا کہ ان سے بھی اس مسئلے میں غلطی ہوئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے یہ اصول بیان کیا کہ ”احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں وہ محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کا عدم ہو جائیں گے۔“ یہاں

استاذ امام اپنے تلمیذ رشید جاوید احمد غامدی صاحب کو جو اصول سمجھانا چاہتے ہیں اسے اصولیین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" کہ قرآن و سنت کی تشریح و تفسیر کرتے وقت اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا نہ کہ سبب نزول کا۔

## فصل سوم

### تیسرا شبہ

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے چہرے کے پردے پر ہمارے مضمون کے جواب میں آیۂ جلباب کی تفسیر میں مروی ابن سیرین کے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ اس اثر پر عصر حاضر کے سب سے بڑے محدث نے بحث کی ہے اور ”جلباب المرأة المسلمة“ میں اس کی قلعی کھول دی ہے۔

### جواب شبہ

جس کثرت سے ہمارے ناقدین علامہ البانی کی تقلید میں بغیر کسی تحقیق کے ان کے حوالے نقل کرتے چلے گئے ہیں اس کے بارے میں ہمارا ان کو مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر واقعتاً کوئی تحقیقی اور علمی نوعیت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو علامہ البانی کی کتاب ”الرد المفحم“ کا ترجمہ ہی کر دیں۔ ان کو چاہیے کہ ہر مسئلے میں علامہ البانی کی تحقیق پر اعتماد کی بجائے خود بھی کچھ محنت کر لیا کریں۔

علامہ البانی نے ابو عبیدہ السلمانی کے اثر کے بارے میں جو بحث کی ہے ہمارے نزدیک ان کی وہ بحث اور اس کے نتائج صحیح نہیں ہیں۔ علامہ البانی نے اس اثر پر درج ذیل اعتراضات وارد کیے ہیں:

### علامہ البانی کا پہلا اعتراض

علامہ البانی اس روایت کے بارے میں ”الرد المفحم“ میں لکھتے ہیں:

وبیان ضعفه من وجوه، أنه مقطوع موقوف فلا حجة فيه لأن عبدة

السلمانی تابعی اتفاقاً<sup>(۶)</sup>

”اس روایت کے ضعف کی مختلف وجوہات ہیں؛ جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ روایت مقطوع موقوف ہے اس لیے حجت نہیں ہے، کیونکہ عبیدہ السلمانی کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تابعی تھے۔“

### جواب اعتراض

عبیدہ السلمانی کے حوالے سے جن مفسرین یا علماء نے اس اثر کو نقل کیا ہے وہ اسے

مقطوع ہی کہتے ہیں۔ مقطوع روایت وہ ہوتی ہے کہ جس میں کسی قول یا فعل کی نسبت کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے کے کسی راوی کی طرف ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبیدہ السلمانیؓ تابعی ہیں اور اس اثر کی سند عبیدہ السلمانیؓ تک ”صحیح“ ہے۔ اس لیے ہم نے اس روایت کو آثار صحابہ و تابعین کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی نے قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا ہے یا ان سے فیض پانے والے تابعین اور تبع تابعین نے اس آیت مبارکہ کا کیا معنی بیان کیا ہے۔ لہذا علامہ البانیؒ کا اعتراض اس وقت بجا ہے جب اس روایت کو مرفوع بیان کیا جائے جبکہ مفسرین نے اسے مقطوع ہی بیان کیا ہے تو پھر علامہ البانیؒ کا اعتراض بے جا ہے لہذا یہ روایت ”مقطوع“ صحیح ہے۔

### علامہ البانیؒ کا دوسرا اعتراض

علامہ البانیؒ اس اثر کے بارے دوسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے:

أنهم اضطربوا في ضبط العين المكشوفة فيه فقيل ”اليسرى“ كما رأيت وقيل ”اليمنى“ وهو رواية الطبري وقيل ”إحدى عينيه“ وهي رواية أخرى له ومثلها في ”أحكام القرآن“ للخصاص وغيرهما ذكره ابن تيمية في الفتاوى..... لا يظهر إلا عيونهن لأجل رؤية الطريق<sup>(۷)</sup>

”اس روایت کو بیان کرنے والوں کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کون سی آنکھ کھلی رہے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں آنکھ کھلی رکھے گی، جیسا کہ آپ اس روایت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دائیں آنکھ اور یہ طبری کی روایت ہے اور طبری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کھلی رکھے گی۔ ایسی ہی روایت بھاص نے بھی احکام القرآن میں بیان کی ہے۔ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں جو روایت بیان کی ہے..... اس میں ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھے گی تاکہ راستے کو دیکھ سکے۔“

### جواب اعتراض

حدیث مضطرب کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الطحانؒ لکھتے ہیں:

أنه لا يسمى الحديث مضطرباً إلا إذا تحقق فيه شرطان وهما: (۱)

اختلاف روایات الحدیث بحیث لا یمكن الجمع بینہا (۲) تساوی الروایات فی القوۃ بحیث لا یمكن ترجیح روایۃ علی أخرى أما إذا ترجحت إحدى الروایات علی الأخری أو أمکن الجمع بینہا بشكل مقبول فان صفة الاضطراب تزول عن الحدیث<sup>(۸)</sup>

”کسی بھی حدیث کو اس وقت تک مضطرب نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں۔ ایک تو یہ کہ باہم متعارض روایات کا اختلاف ایسا ہو کہ ان کے درمیان کسی صورت میں بھی جمع ممکن نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ یہ روایات قوت میں اس طرح مساوی ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ لیکن جب معاملہ ایسا ہو کہ ان باہم متعارض روایات میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو یا ان کے درمیان جمع کی کوئی مقبول صورت نکل سکتی ہو تو اس حدیث سے اضطراب کی علت ختم ہو جاتی ہے۔“

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس اثر کو بیان کرنے میں مختلف راویوں نے جو اختلاف کیا ہے اس میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔

جمع کی صورت تو یہ ہے کہ اس اثر کو بیان کرنے میں راویوں کا جو اختلاف ہے اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نفس مسئلہ ممکن حد تک چہرے کو چھپانا ہے۔ اب چہرے کو چھپانے سے ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ عورت راستہ کیسے دیکھے گی۔ تو اس کے لیے بعض راویوں نے دائیں آنکھ، بعض نے بائیں اور بعض نے دونوں کا تذکرہ کر دیا۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ مختلف اوقات میں ابن سیرین سے مختلف اقوال منقول ہوں، کیونکہ ان اقوال میں جو تعارض ہے وہ تضاد کا تعارض نہیں ہے۔ نفس مسئلہ میں سب راوی متفق ہیں کہ چہرے کو چھپانا چاہیے، اختلاف اس میں ہے کہ عورت راستہ دیکھنے کے لیے دائیں آنکھ کھولے گی یا بائیں یا دونوں۔ ہماری نظر میں ان تینوں صورتوں کی گنجائش موجود ہے، اور تینوں اقوال میں سے کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر نفس مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

ترجیح کی صورت یہ ہے کہ ہم نے جو روایت بیان کی وہ روایت مسلسل ہے اور کسی روایت کا مسلسل ہونا راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور راویوں کے ضبط کی زیادتی وجوہات ترجیح میں سے ایک وجہ ترجیح ہے جس کی بنیاد پر کسی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح

دی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمود الطحانؒ روایت مسلسل کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من فوائده اشتماله على زيادة الضبط من الرواة<sup>(۹)</sup>

”اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔“

لہذا ثابت ہوا کہ ابو عبیدہ السلمانیؒ سے مروی مختلف روایات میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔ جب جمع اور ترجیح ممکن ہو تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے علامہ البانیؒ کا اعتراض صحیح نہیں۔

### علامہ البانیؒ کا تیسرا اعتراض

علامہ البانیؒ، ابن سیرینؒ کی اس روایت پر تیسرا اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخالفة لتفسير ابن عباس للآية كما تقدم بيانه فما خالفه مطرح

بلاشك<sup>(۱۰)</sup>

”یہ قول ابن عباسؒ کی تفسیر کے مخالف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول بھی

ابن عباس کے قول کے مخالف ہو گا وہ مردود ہے (ابن عباس کے قول سے علامہ البانی

کی مراد یہ قول ہے: أن يشددن جلابيهن على جباههن)۔“

### جواب اعتراض

علامہ البانیؒ کا یہ اعتراض بھی بوجہ درست نہیں ہے:

(۱) ابن عباسؒ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور علامہ البانیؒ نے خود اس کا اقرار کیا

ہے۔ علامہ البانیؒ، ابن جریرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وقال آخرون بل أمرن أن يشددن جلابيهن على جباههن“ وهذا

وإن كان إسناده ضعيفاً فإنه أرجح من الأول لأموور<sup>(۱۱)</sup>

”بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی چادریں اپنی

پیشانی پر اچھی طرح باندھ لیں۔ اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن یہ ابن عباس

کے دوسرے قول سے چند امور کی وجہ سے راجح ہے۔“

(ب) خود ابن عباسؒ سے ”آیہ جلاب“ کی تفسیر میں جو اقوال مروی ہیں ان میں اختلاف ہے

اس لیے ابن عباس کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے جب کہ خود اس قول میں (علامہ البانیؒ کے

بقول) تعارض موجود ہو؟ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کے دونوں اقوال نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

(۱) حدثني علي قال حدثنا أبو صالح قال حدثني معاوية عن علي عن ابن عباس قوله ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يعطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة (۱۲)

”مجھ سے علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوصالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے معاویہ نے بیان کیا، وہ علی سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہرے کو اپنے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر ڈھانپ لیں اور اپنی ایک آنکھ کھلی رکھیں۔“

(۲) حدثني محمد بن سعد قال حدثني أبي قال حدثني عمي قال حدثني ابي عن ابيه عن ابن عباس قوله ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ..... وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ قال كانت الحرة تلبس لباس الأمة فأمر (الله) نساء المؤمنين أن يدنين عليهن من جلابيبهن) وإدناء الجلباب أن تقنع وتشد على جبينها (۱۳)

”مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ سے لے کر ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ تک کے بارے میں ابن عباس نے کہا کہ آزاد عورتیں لونڈیوں جیسا لباس پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اپنے جلباب لٹکا لیا کریں۔ جلباب کو لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ عورت چادر کو چہرے پر لپیٹ لے اور اس کو اچھی طرح اپنی پیشانی پر باندھ لے۔“

علامہ البانی نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا قول پہلے قول

کی نسبت زیادہ ضعیف ہے جس میں سوائے پہلے اور آخری راوی کے، درمیان میں کسی راوی کے نام تک کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے مختلف اقوال مروی ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حجت ہونا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ (ج) حقیقت یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے یہ دونوں اثر باہم متعارض نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ ابن عباسؓ کا پہلا قول بھی چہرہ چھپانے کے بارے میں ہے اور دوسرا قول بھی چہرہ چھپانے ہی کے بارے میں ہے۔ ”تَفَنَعَ“ کے لغوی مفہوم میں چہرہ چھپانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ زختری نے لکھا ہے:

أن ترخى المرأة بعض جلبابها على وجهها، تتفنع، حتى تتميز من الأمة (۱۴)  
 ”عورت اپنے جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکانے لگی، یعنی گھونگھٹ نکال لے گی، تاکہ آزاد عورت کی لوٹڈی سے تمیز ہو سکے۔“

اسی طرح عبیدہ السلمانیؓ کے اثر میں ہے:

قال ابن عون: بردائه فتفنع به، فغطى أنفه وعينه اليسرى وأخرج عينه اليمنى وأدنى رداءه من فوق حتى جعله قريباً من حاجبه أو على الحاجب (۱۵)  
 ”ابن عون نے اپنی چادر لی اور اس کا نقاب بنا لیا، اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھانپ دی جبکہ دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو سر سے نیچے کیا، یہاں تک کہ اس کو ابرو تک کیا یا ابرو کو بھی چھپا لیا۔“

ابن حجر عسقلانیؒ، صحیح بخاری کی ایک روایت ”أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله (مُقَنَّعٌ) بفتح القاف والنون المشددة وهو كناية عن تغطية وجهه  
 بآلة الحرب

”مُقَنَّعٌ“ قاف کی فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے اپنا چہرہ آلات حرب سے ڈھانپ رکھا تھا۔“

لہذا ثابت ہوا کہ ابن عباسؓ کے دونوں قول ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ معنی چہرے کو چھپانا ہے۔ جب ابن عباسؓ کے قول کا یہ معنی متعین ہو گیا تو ابن عباسؓ کے قول اور ابن سیرین کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ لہذا علامہ البانیؒ کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ ابن سیرین کا قول ابن عباسؓ کے قول کے مخالف ہے۔ اس اثر پر علامہ البانیؒ کے تمام اعتراضات کا ہم نے مدلل جواب دے دیا۔

## فصل چہارم

### چوتھا شبہ

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے ہمارے مضمون پر یہ اعتراض بھی وارد کیا ہے کہ ہم نے آیہ جلاب کے بیان میں تو مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن سورۃ النور کی آیت ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل نہیں کیے۔ ہمارے ممدوح ناقد نے اپنے مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیہ جلاب اور سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال میں تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مفسرین نے آیت جلاب اور سورۃ النور کی آیت کو مختلف اعتبارات سے جمع کیا ہے، جس کی چند ایک مثالیں ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔

### پہلی جمع

بعض مفسرین نے چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کرتے ہوئے آیت جلاب سے مراد چہرے کے پردے کا وجوب لیا ہے اور ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے کپڑے، انگلیں، سرمہ، خضاب وغیرہ کی زینت (یعنی ایسی زینت کہ جس کا ظہور چہرہ چھپانے کے منافی نہ ہو) مراد لی ہے۔ مثلاً:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے لپے ہیں۔ جیسے:

عن عبد الله بن مسعود ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ قال لا خلخال ولا

شلف ولا قرط ولا قلادة ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الشيا ب (۱۶)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی پازیب بالیاں اور ہار وغیرہ ظاہر نہ کریں اور ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد کپڑے ہیں۔“

(۲) تفسیر بیضاوی: امام بیضاویؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الأشياء كالشيا ب والخاتم فإن سترها حرجاً وقيل المراد بالزينة مواضعها على حذف المضاف أو ما يعم المحاسن الخلقية والتزينية والمستثنى هو الوجه والكفان لأنها ليست بعورة والأظهر إن

هذا في الصلاة لا في النظر فإن كل بدن الحرة عورة لا يحل لغير الزوج والمحرم النظر إلى شيء منها إلا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة (۱۷)

”﴿الْأَمَّا ظَهْرُ مِنْهَا﴾ سے وہ کچھ مراد ہے جو مختلف اشیاء کے استعمال کے وقت ظاہر ہو جائے، مثلاً کپڑے اور انگٹھی، کیونکہ ان کو چھپانے میں بہت زیادہ تنگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں اور یہاں پر مضاف محذوف ہے یا زینت سے مراد عام زینت ہے جس میں پیدائشی محاسن اور میک اپ دونوں شامل ہیں اور استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں، کیونکہ یہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ یہ قول نماز کے ستر کے بارے میں ہے نہ کہ نظر کے ستر کے بارے میں، کیونکہ آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے، شوہر کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھے سوائے ضرورت کے، مثلاً علاج معالجے کے لیے یا گواہی لینے کے لیے۔“

(۳) تفسیر زاد المسیر: علامہ ابن جوزی ﴿الْأَمَّا ظَهْرُ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيه سبعة أقوال أحدها أنها ثياب رواه أبو الأحوص عن ابن مسعود وفي لفظ آخر قال هو الرداء ..... والقول الأول أشبه وقد نص عليه أحمد فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شيء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر إلى شيء من الأجنيات لغير عذر فإن كان لعذر مثل أن يريد أن يتزوجها أو يشهد عليها فإنه ينظر في الحالين إلى وجهها خاصة فأما النظر إليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء في ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدن (۱۸)

”﴿الْأَمَّا ظَهْرُ مِنْهَا﴾ کے بارے میں سات اقوال مروی ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ یہ قول ابوالاحوص نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔ ابن مسعود کے اس قول کی بعض دوسری روایات میں چادر کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں..... پہلا قول صحیح ہے اور امام احمد سے اسی کی صراحت ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں، کیونکہ عورت کا سارا جسم حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی اس کے ستر میں داخل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے دیکھے، مثلاً اس سے نکاح کرنے کے لیے یا اس کے بارے

میں گواہی دینے کے لیے، تو ایسی صورت میں بھی صرف اس کے چہرے کو ہی دیکھے گا۔ بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔ اور اس مسئلے پر چہرہ دونوں ہاتھ اور باقی جسم سب کا ایک ہی حکم ہے۔“

(۴) رَوَاعِ الْبَيَانِ فِي أَحْكَامِ الْقُرْآنِ: علامہ صابونی ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وجميع هذه النصوص تفيد حرمة النظر إلى الأجنبية ولا شك أن الوجه فيما لا يجوز النظر إليه فهو إذا عورة (۱۹)

”ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔“

(۵) تفسیر ابن کثیر: امام ابن کثیر ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أى لا يظهرن شيئا من الزينة للأجانب إلا ما لا يمكن إخفاءه قال ابن مسعود كالرداء والثياب ..... وقال ابن عباس وجهها وكفيها والخاتم وهذا يحتمل أن يكون تفسيراً للزينة التي نهين عن إبدائها كما قال ابن مسعود الزينة زينتان فزينة لا يراها إلا الزوج، الخاتم والسوار وزينة يراها الأجانب وهي الظاهر من الثياب (۲۰)

”اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اس کے کہ جس کو چھپانا ممکن ہو۔ ابن مسعود نے کہا کہ اس سے مراد چادر یا کپڑے ہیں..... جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا چہرہ، دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ ابن عباس کے اس قول میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباس نے زینت کی جو تعریف کی ہے وہ (زینت ظاہرہ کی بجائے) اس زینت کے بارے میں ہے کہ جس کو ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔ جیسا کہ ابن مسعود کا قول ہے کہ زینت دو قسم کی ہے: ایک وہ کہ جس کو دیکھنا سوائے شوہر کے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے، وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں اور ایک زینت وہ ہے کہ جس کی طرف دیکھنا اجنبی مردوں کے لیے جائز ہے اور اس سے مراد کپڑوں کی ظاہری زینت ہے۔“

(۶) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ بانی پٹی ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الأشياء كالثياب والخاتم فان في سترها حرجاً .....  
 فاستثناء الوجه والكفين من عورة الحرة ليس إلا لأجل الصلاة ويدل  
 على عدم جواز بدء المرأة وجهها قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ  
 لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (٢١)  
 ”(الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا) سے مراد یہ ہے کہ مختلف اشیاء کو استعمال کرتے وقت کپڑے یا  
 انگٹھی ظاہر ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کے چھپانے میں تنگی و مشقت ہے..... استثناء سے جو  
 آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں اس سے مراد نماز میں عورت کا ستر  
 ہے بس (عام حالات میں) عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔  
 اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ  
 الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾۔“

۷) تفسیر کلام المنان المعروف بتفسیر سعدی: علامہ عبد الرحمن بن ناصر السعدیؒ (الْأَمَّا  
 ظَهَرَ مِنْهَا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أى الثياب الظاهرة التى جرت العادة بلبسها إذا لم يكن فى ذلك ما  
 يدعو إلى الفتنة (٢٢)

”(الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا) سے مراد وہ ظاہری کپڑے ہیں کہ جن کو عام طور پر پہنا جاتا ہے  
 جب تک کہ ان کپڑوں میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو فتنے کا باعث ہو (یعنی کپڑے بھی سادہ  
 ہونے چاہئیں)۔“

۸) أيسر التفاسير: شيخ ابو بكر جابر الجوزائري (الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
 فما لا يمكنها ستره وإخفاءه كالكفين عند تناول شيء أو إعطائه أو  
 العينين تنظر بهما وإن كان فى اليد خاتم وحناء وفى العينين كحل  
 وكتياب الظاهرة من خمار على الرأس وعباءة تستر الجسم فهذا  
 معفو عنه إذا لا يمكنها ستره (٢٣)

”اس سے مراد وہ زینت ہے کہ جس کا ستر اور چھپانا ناممکن ہو، مثلاً دونوں ہاتھ، کیونکہ  
 عورتیں کسی چیز کو لیتے وقت یا دیتے وقت ان کو استعمال کرتی ہیں یا اس سے مراد  
 دونوں آنکھیں ہیں کہ عورت ان سے رستہ دیکھتی ہے۔ ہاتھوں کی زینت سے  
 مراد انگٹھی اور مہندی ہے اور آنکھوں کی زینت سرمہ ہے۔ اسی طرح ظاہری کپڑے

مثلاً سر پر اوڑھی ہوئی چادر اور وہ چادر جو سارے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے، بھی اس میں شامل ہیں، یہ وہ زینت ہے کہ جس کے ظاہر ہونے پر کوئی پکڑ نہیں، کیونکہ اس کو چھپانا ناممکن ہے۔“

(۹) اَضْوَاءُ الْبَيَانِ: علامہ شفقینویؒ «الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا» کی تفسیر میں مروی دو اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أظهر القولين المذكورين عندى قول ابن مسعود أن الزينة الظاهرة هي ما لا يستلزم النظر إليها رؤية شيء من بدن المرأة الأجنبية وإنما قلنا هذا القول هو الأظهر لأنه هو أحوط الأقوال وأبعدها عن أسباب الفتنة وأظهرها لقلوب الرجال والنساء ولا يخفى أن وجه المرأة هو أصل جمالها رؤيته من أعظم أسباب الافتتان بها (۲۴)

”میرے نزدیک ان دو اقوال میں سے صحیح قول ابن مسعود کا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا لازم نہ آتا ہو۔ ہم اس قول کو اس لیے بہتر قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے، اور اس قول کے اختیار کرنے میں فتنے کے اسباب سے زیادہ دُوری ہے اور اس کو اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کے دلوں کی طہارت کا سامان ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عورت کا چہرہ ہی دراصل اس کا اصل اور کُل حسن ہے، اور عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا عورتوں کے فتنے میں مبتلا کرنے والے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔“

(۱۰) البحر المحیط: علامہ ابو حیان الاندلسیؒ «الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا» کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستثنى ما ظهر من الزينة والزينة ما تتزين به المرأة من حلى أو كحل أو خضاب فما كان ظاهراً منها كالخاتم والفتحة والكحل والخضاب فلا بأس بإبدائه للأجانب (۲۵)

”زینت ظاہرہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور زینت سے مراد زیورات، سرمہ اور مہندی ہیں۔ پس جو زینت ظاہرہ ہو مثلاً انگوٹھی، پھلّ، سرمہ اور مہندی وغیرہ، اگر عورت اس کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

(۱۱) معانی القرآن: امام ابورکبیا یحییٰ بن زیاد الفراءؒ «الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا» کی تفسیر میں

لکھتے ہیں:

﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ مثل الكحل والخاتم والخضاب (۲۶)

”﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور مہندی ہے۔“

(۱۲) فتح البیان: علامہ قنویؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا يخفى عليك أن ظاهر النظم القرآني النهي عن إبداء الزينة إلا ما ظهر منها كالجلباب والخمار ونحوهما مما في الكف والقدمين من

الحلية ونحوهما (۲۷)

”اور یہ بات آپ پر مخفی نہیں ہے کہ قرآن کا نظم اور ظاہر اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ عورت کو اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے جو از خود ظاہر ہو جائے، مثلاً جلباب یا دوپٹہ وغیرہ۔ اسی طرح وہ زیورات جو کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں پہنتی ہیں وہ بھی زینت ظاہرہ میں داخل ہیں۔“

(۱۳) تفسیر المراغی: امام احمد مصطفیٰ المراغیؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أى ولا يظهرن شيئاً من الزينة للأجانب إلا ما لا يمكن إخفاءه مما جرت العادة بظهوره كالخاتم والكحل والخضاب (۲۸)

”اس سے مراد ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو اور جو عادتاً ظاہر ہو جائیں، جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور مہندی۔“

(۱۴) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں

لکھتے ہیں:

”أى الثياب الظاهرة التي لا تخفى من النقاب وغيره لقوله تعالى:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ أى يسترن وجوههن وصدورهن

بالنقاب وقت الذهاب وليس المراد بما ظهر الوجه واليدان لقوله

تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَيْدِيهِمْ﴾ (۲۹)

”﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ظاہری کپڑے مثلاً نقاب وغیرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

کے قول مبارک: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ عورتیں

گھر سے باہر نکلنے وقت اپنے چہروں اور سینوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا کریں۔ اور

﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ ”(اے نبی!) مومنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں۔“

(۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم: امام عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازیؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں جلیل القدر تابعین مجاہد اور سعید بن جبیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) عن ابن جبیر فی قول اللہ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾  
یعنی الوجه والكفين فزينة الوجه الكحل وزينة الكفين الخضاب ولا يحل أن يرى منها غريب غير ذلك (۳۰)

”حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سے مراد سرمہ ہے اور ہاتھوں کی زینت مہندی ہے۔ اور کسی اجنبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی زینت میں اس کے علاوہ کچھ دیکھے۔“

(۲) عن مجاهد ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ قال الثياب  
والخضاب والخاتم والكحل (۳۱)

”مجاہد سے روایت ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے، مہندی، انگوشی اور سرمہ ہے۔“  
علاوہ ازیں امام نووی الجاویؒ نے ”مواعظ لیبید“ میں علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ نے ”تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس“ میں، مولانا امین احسن اصلاحی نے ”تدبر القرآن“ میں، سید احمد حسن محدث دہلویؒ نے ”احسن التفسیر“ میں، مولانا مودودیؒ نے ”تفہیم القرآن“ میں اور مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ”احسن البیان“ میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔

## دوسری جمع

﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ بھی داخل ہیں، لیکن عورت ان کو قصداً کھلا نہیں رکھتی، بلکہ یا تو کسی حرکت کے تحت ان اعضاء کا کھل جانا مراد ہے یا پھر کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت عورت کا ان اعضاء کو کھولنا مراد ہے۔ یہ جمع درج ذیل مفسرین نے بیان کی ہے:

(۱) تفسیر ابن عطیہ: مشہور مفسر ابن عطیہؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ويظهر لي بحكم الفاظ الآية أن المرأة مأمورة بالابتداء وأن تجتهد في

الإخفاء لكل ما هو زينة ويقع الاستثناء في كل ما غلبها فظهر بحكم ضرورة حر كته فيما لا بدا منها وإصلاح شان فما ظهر على هذا الوجه فهو المعفى عنه (۳۲)

”آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آ جائے، مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔“

امام قرطبی نے بھی ابن عطیہ کی اس جمع کو ”حسن“ کہا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔  
(۲) روح المعانی: علامہ آلوسیؒ ﴿الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ويكون المعنى إن ما ظهر منها من غير إظهار كان كشفته الريح مثلاً فهن غير مؤاخذات به في دار الجزاء وفي حكم ذلك ما لزم إظهاره لنحو تحمل شهادة ومعالجة طيب (۳۳)

”﴿الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا معنی یہ ہوگا کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ بغیر اس کا اظہار کیے خود بخود کھل جائے، جیسے ہوا سے کھل جانا، ایسے معاملات میں آخرت میں عورت سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور اس کے مفہوم میں وہ حصہ بھی شامل ہے کہ جس کا اظہار لازماً ہو جاتا ہو، مثلاً گواہی لینے کے لیے اور ڈاکٹر کے علاج کے لیے (عورت کا اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا)۔“

(۳) نظم الدرر: امام بقائیؒ ﴿الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أى كان بحيث يظهر فيشق التحرز في إخفائه فبدا من غير قصد كالسوار والنخاتم والكحل فإنها لا بدلها من مزاوله حاجتها ببيدها ومن كشف وجهها في الشهادة ونحوها (۳۴)

”یعنی وہ چیز ظاہر ہو کہ جس کے چھپانے میں مشقت ہو اور بغیر ارادے کے ظاہر ہو، مثلاً کنگن، انگٹھی اور سرمہ وغیرہ، کیونکہ عورت کو مختلف اشیاء لینے دینے میں اپنا ہاتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح گواہی اور اس قسم کے دوسرے معاملات میں عورت کو اپنا چہرہ بھی کھولنا پڑتا ہے۔“

## تیسری جمع

بعض مفسرین نے سورۃ النور کی آیت ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ لیا ہے، لیکن اس اظہار زینت کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے جبکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

(۱) تفسیر جلالین: صاحب تفسیر جلالین ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ وهو الوجه والكفان فيجوز نظرة لأجنبي إن لم

يخف فتنة في أحد وجهين والثاني يحرم لانه مظنة الفتنة (۳۵)

”﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس لیے ایک اجنبی کے لیے ان کی

طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو۔ یہ تو ایک تفسیر ہے، دوسری تفسیر کے مطابق

عورت کے ان اعضاء کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے، کیونکہ عورت کے یہ اعضاء فتنے کا

محل ہیں۔“

(۲) التفسیر المنیر: ڈاکٹر و بہ الزحیمی ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والراجح فقهاً وشرعاً أن الوجه والكفين ليسا بعورة إذا لم تحصل

الفتنة فإن خيفت الفتنة وحصلت المضايقة وكثر الفساق وجب ستر

الوجه (۳۶)

”فقہ و شریعت کے اعتبار سے راجح قول یہی ہے کہ فتنے کی عدم موجودگی میں ہاتھ

اور چہرہ ستر میں داخل نہیں ہیں، لیکن اگر فتنے کا اندیشہ ہو اور عورتوں کو تنگ کیا جائے اور

فساق کی کثرت ہو جائے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا

واجب ہے۔“

(۳) البحر المدید: ابن عجمیہ الحسینی ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ إلا ما جرت العادة إظهارها وهو الوجه والكفان إلا

لخوف الفتنة (۳۷)

”﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد وہ کچھ ہے جس کا عورت کی طرف سے عادتاً اظہار ہوتا

ہو اور یہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔“

پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے بھی ”ضیاء القرآن“ میں اسی جمع کو اختیار کیا

ہے۔ علمائے احناف بھی اسی جمع کو اختیار کرتے ہوئے عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو

واجب قرار دیتے ہیں۔

## چوتھی جمع

بعض مفسرین نے ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورت کے ستر اور حجاب میں فرق ہے۔ ستر عورت کا وہ پردہ ہے جو وہ گھر میں اختیار کرے گی اور یہ پردہ سورۃ النور میں بیان ہوا ہے جبکہ حجاب عورت کا گھر سے باہر کا پردہ ہے اور حجاب کا بیان سورۃ الاحزاب میں ہے۔

(۱) ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزادؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”علماء نے ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں فقہی مویشگافیاں بھی کی ہیں اور لکھا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں، لہذا ان کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ زیر بحث آیت میں ستر کا بیان ہے، حجاب کا نہیں اور حجاب ستر سے زائد ایک چیز ہے جو غیر محرم مردوں اور عورتوں کے درمیان حائل کر دیا گیا، لہذا دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔“ (۳۸)

(۲) تذکیر القرآن: علامہ وحید الدین خانؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”خواتین کے سلسلے میں احکام دو پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک وہ جن کا عنوان ستر ہے اور دوسرے وہ جن کا عنوان حجاب ہے۔ ستر کا تعلق جسم کے پردے سے ہے یعنی عورت خواہ گھر کے اندر ہو یا گھر سے باہر اس کے لیے اپنے بدن کا کون سا حصہ کس کے سامنے اور کن حالات میں کھلا رکھنا اور کب کھلا رکھنا جائز ہے۔ حجاب کا تعلق باہر کے پردے سے ہے یعنی اس مسئلے سے شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان آیات میں بنیادی طور پر ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ حجاب کا مسئلہ آگے سورۃ الاحزاب میں ہے۔“ (۳۹)

مولانا مودودی نے بھی ”تفہیم القرآن“ میں اس جمع کو بیان کیا ہے۔

## پانچویں جمع

بعض مفسرین نے ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد تو ہاتھ اور چہرہ ہی ہے، لیکن اس زینت کو ایک عورت صرف اپنے ان محارم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے جن کا ذکر آگے آیت میں ہو رہا ہے، اجنبی افراد کے سامنے نہیں۔

معارف القرآن: مولانا نادریس کا ندھلویؒ ﴿الَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”زینت کے معنی آرائش اور زیبائش کے ہیں خواہ ظلتی اور قدرتی ہو جیسے چہرہ اور

دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں یا مصنوعی اور اختیاری ہو، جیسے پوشاک اور زیور، یہ سب چیزیں زینت ظاہرہ یعنی ﴿الْمَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں داخل ہیں جن کا اظہار سوائے محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں؛ جن کا ذکر آئندہ آیت میں آنے والا ہے۔“ (۴۰)

### چھٹی جمع

چھٹی جمع وہ ہے جو غامدی صاحب نے پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ سورۃ الاحزاب میں نازل شدہ حکم جلباب کو ایک وقتی اور تدبیری حکم مانا جائے۔ پروفیسر خورشید عالم صاحب نے بھی غامدی صاحب کی اس جمع کو اختیار کیا ہے۔ اس جمع کی بنیاد وہ ”کہانی“ ہے جس کو غامدی صاحب نے قانون معاشرت سے متعلقہ اپنے لیکچرز میں بیان کیا ہے؛ جس کا جواب ہم صفحات گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

## فصل پنجم

### پانچواں شبہ

شما ہی ”منہاج“ (جولائی تا دسمبر ۲۰۰۵ء) میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر صاحب کا طویل مقالہ حجاب کے موضوع پر شائع ہوا۔ اس کا تفصیلی جواب ہماری طرف سے ”منہاج“ (جنوری تا جون ۲۰۰۶ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے میں پروفیسر صاحب نے آیت حجاب کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں ”ذالك أدنى أن يعرفن فلا يؤذین“ کا حکم حجاب کا سبب ہے اور سبب کے بارے میں اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب سبب ہوگا تو حکم ہوگا اور جب سبب نہیں ہوگا تو حکم بھی نہیں ہوگا اس لیے آپ کے زمانے میں تو یہ سبب موجود تھا اس لیے حجاب کا حکم بھی تھا، آج یہ سبب موجود نہیں ہے اس لیے حجاب کا حکم بھی نہیں ہوگا۔

### سبب اور حکمت کا فرق

پروفیسر صاحب نے ”ذالك أدنى أن يعرفن فلا يؤذین“ کو سبب بنایا ہے حالانکہ اصولیین کی اصطلاح میں اسے ”حکمت“ یا ”مصلحت“ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان ”حکمت“ کے بیان میں لکھتے ہیں:

وإنما شرعت لمصلحة العباد في العاجل والآجل وهذا المصلحة المقصودة أما جلب منافع لهم، وأما دفع أضرار ومفاسد ورفع حرج عنهم... فالقرآن الكريم غالباً ما يقرون بحكمه الحكمة الباعثة على تشريعه من جلب نفع أو دفع ضرر فحكمة الحكم هي المصلحة من جلب نفع أو دفع ضرر أراد الشارع تحقيقها بتشريع ذلك الحكم إلا أن الملاحظ: أن الشريعة، غالباً، لا تربط الحكم بحكمته وجوداً وهدماً... وقد تكون الحكمة أمراً غير منضبط، أي يختلف باختلاف الناس وتقديرهم، ولا يمكن بناء الحكم عليه لأنه يؤدي إلى الاضطراب والفوضى في الأحكام فلا يستقيم أمر التكليف ولا يطرد ولا ينضبط وتكثر الادعاءات للتحلل من الأحكام<sup>(۴۱)</sup>

”حقیقت یہ ہے کہ احکام شرعیہ بندوں کی مصلحت کے لیے دیے گئے ہیں خواہ ان کا فائدہ فوراً ہو یعنی دنیا میں یا کچھ دیر بعد یعنی آخرت میں۔ اس مصلحت سے مقصود، یا تو بندوں کے لیے منفعت کا حصول ہے یا ان سے نقصانات، مفسد اور تنگی کو دور کرنا ہے... قرآن مجید اکثر اوقات اپنے حکم کے ساتھ اس حکمت کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس حکم کی تشریح کے لیے محرک ہو یعنی حصول منفعت یا دفع مضرت... پس حکمت سے مراد وہ مصلحت ہے جو حصول منفعت یا دفع مضرت کی صورت میں ہوتی ہے جس کو شارع اس حکم کی تشریح کے ساتھ وجود میں لانا چاہتے ہیں۔ تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شریعت نے حکم کو اس کی حکمت کے ساتھ اکثر احکام میں وجود یا عدم کے اعتبار سے براہ راست مربوط نہیں کیا ہے... اور بعض اوقات حکمت غیر منضبط ہوتی ہے یعنی لوگوں کے اختلاف اور ان کے اندازوں میں تبدیلی سے یہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت حکم کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ ایسی صورت میں حکمت کو حکم کی بنیاد بنانا انتشار اور بد نظمی کا باعث بنتا ہے۔ اس صورت میں مکلف ہونے کا حکم ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور نہ ہی اس میں عمومیت آسکتی ہے اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جاسکتا ہے اور احکام سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہت سے دعوے ہو سکتے ہیں۔“

ہماری مذکورہ بالا اس بحث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(۱) حکمت سے مراد جلب منفعت اور دفع ضرر ہے۔ اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ”ذٰلک اٰدنیٰ اَنْ یّعرفن فلا یؤذین“ میں دفع ضرر کی بات ہو رہی ہے اس لیے یہ حکمت ہے نہ کہ سبب۔

(۲) ’حکمت‘ غیر منضبط ہوتی ہے، یعنی اگر اس کی بنیاد پر حکم جاری کیا جائے تو وہ حکم مختلف اشخاص کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہے گا جبکہ ”سبب“ کے بارے میں اصولیین نے لکھا ہے کہ سبب ایک منضبط وصف ہوتا ہے یعنی اس پر اگر کسی حکم کی بنیاد رکھی جائے تو وہ حکم سب کے لیے ایک ہی ہوگا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ”ذٰلک اٰدنیٰ اَنْ یّعرفن فلا یؤذین“ ایک غیر منضبط وصف ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم بعض مکلفین کے حق میں باقی رہتا ہے جبکہ بعض مکلفین کے حق میں باقی نہیں رہتا۔ اس لیے یہ ”سبب“ نہیں، حکمت ہے۔

(۳) حکم کی بنیاد حکمت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ علت پر رکھی جاتی ہے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض اوقات حکمت ہی علت بن جاتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حکمت ایک منضبط وصف ہو۔ حکمت اور علت میں اصل فرق انضباط کا ہے۔ حکمت اگر منضبط ہو جائے تو وہ علت بن جاتی ہے۔

(۴) اگر حکمت ایک غیر منضبط وصف ہو تو اس پر احکام کی بنیاد رکھنے کا مطلب ہے احکام سے

راہ فرار اختیار کرنا اور شرعی احکامات کو اڑانا، جیسا کہ پروفیسر صاحب نے مذکورہ مسئلے میں حکمت کو بنیاد بنا کر حکم حجاب کا انکار ہے۔ یہ واضح رہے کہ بعض استثنائی مسائل میں حکمت کو بھی علت بنایا جاسکتا ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ کا موقف ہے لیکن اس کی حدود و قیود اور اصول و ضوابط ہیں کہ جن میں بہت تفصیل ہے جس کا یہ مقام متحمل نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کی طرف اشارہ کرنے کے بعد آگے چلتے ہیں۔

(۵) اضافی طور پر یہ بات ہمارے علم میں ہونی چاہیے کہ اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہو تو اس سبب کو "علت" کہتے ہیں اور اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس (سبب) کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک نہ کر سکتی ہو تو اس سبب کو صرف "سبب" کہتے ہیں۔ مثلاً سفر روزہ افطار کرنے کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن ہے اس لیے یہ سبب علت ہے جبکہ سورج کا غروب ہونا مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے اس لیے اسے صرف سبب کہیں گے۔ سبب اور علت میں اصل فرق مناسبت کا ادراک کا ہے۔ بفرض محال "ذک اذنی ان یعرفن فلا یؤذین" کو اگر پروفیسر صاحب کے کہنے کے مطابق سبب مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ سبب نہیں کہلائے گا کیونکہ عقل اس کے درمیان اور حکم حجاب کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہے ایسی صورت میں اس کو علت کہیں گے نہ کہ سبب۔

خلاصہ کلام یہ کہ "ذک اذنی ان یعرفن فلا یؤذین" حکم حجاب کی حکمت یا مصلحت ہے جس سے شارع کا مقصد دفع ضرر ہے۔ اس حکمت کے غیر منضبط ہونے کی وجہ سے اس کو نہ تو علت بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی سبب، کیونکہ علت اور سبب دونوں ہی منضبط و صف ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وہب الزحیلیؒ نے بھی "ذک اذنی ان یعرفن فلا یؤذین" کو حکمت قرار دیا ہے وہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الحکمة من أمر الحرائر بالنستر ألا یختلطن بالإماء فإذا عرفن لم یقابلن بأذنی معارضة مراعاة لرتبة الحرية فنقطع الأطماع عنهن<sup>(۴۲)</sup>

"آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔ جب آزاد عورتوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آزاد ہیں تو پھر انہیں کسی قسم کی معمولی سی تکلیف بھی نہ دی جائے گی تاکہ آزاد عورتوں کے مقام کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ہر قسم کی غلط امیدیں ختم ہو جائیں۔"

## فصل ششم

### چھٹا شبہ

عام طور پر عوام الناس اور بعض اسکالر کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کے لیے چہرے کا پردہ ضروری ہے تو پھر قرآن میں ”غض بصر“ کا جو حکم آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر ہم قرآن کی اس آیت کو اس کے سیاق و سباق میں سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔ ”غض بصر“ کا حکم سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں بیان ہوا ہے جبکہ سورۃ النور کی چار آیات (۳۱ تا ۳۷) کا موضوع ایک ہی ہے۔ ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر داخل ہونے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ان آیات کا آغاز یوں ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا  
وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۳۱﴾ فَإِنْ لَمْ  
تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا  
فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ  
أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا  
تَكْتُمُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ  
ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ  
مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا  
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۗ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ  
أَبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي  
إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ  
غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ  
النِّسَاءِ ۗ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ ۗ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۗ وَتَوْبُوا إِلَىٰ

اللَّهِ جَمِيعًا آيَةُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿٢٨﴾ (النور)

”اے وہ لوگو! جو ایمان لے کر آئے تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ طلب کر لو اور اہل خانہ پر سلامتی نہ بھیج لو یہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے تو بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے جایا کرو یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم ان غیر رہائشی گھروں میں (بغیر اجازت کے) داخل ہو کہ جن میں تمہارے لیے نفع ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (اے نبی!) آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیں وہ اپنی نظروں کو دبا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ (اے نبی!) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زبردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔“

ان آیات میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہونے کے درج ذیل آداب سکھائے گئے ہیں:

- (۱) بلا اجازت اور سلام کیے بغیر نہیں داخل ہونا چاہیے جیسا کہ آیت ۲۷ میں بیان ہوا ہے۔
- (۲) اگر اہل خانہ گھر پر موجود نہ ہوں تو گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۳) اگر اہل خانہ مصروف ہوں یا کسی اور وجہ سے فوراً ملاقات نہ کر سکتے ہوں اور ملاقاتی سے معذرت کر لیں تو ملاقاتی کو ان کی معذرت قبول کرنی چاہیے اور ملاقات پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۴) وہ گھر جو کہ ذاتی رہائش کی جگہیں نہ ہو مثلاً ہوٹل، سرائے وغیرہ وہاں بغیر اجازت داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ آیت ۲۹ میں بیان ہوا ہے۔ یہ آیت درمیان میں ایک جملہ معترضہ ہے کیونکہ سابقہ آیات میں ان گھروں میں داخل ہونے کے آداب بتائے جا رہے ہیں جو رہائشی ہوں اور اس سلسلے میں سب سے پہلی تعلیم یہ دی گئی کہ بغیر اجازت کسی رہائشی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جس پر مخاطب کے ذہن میں خود بخود ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر غیر رہائشی گھروں کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب آیت ۲۹ میں دیا گیا ہے۔

۵) کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہوتے وقت مسلمان مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں، جیسا کہ آیت ۳۰ میں بیان ہوا ہے کیونکہ گھر کی خواتین کو گھر کے کام کاج کرنے ہیں یا مہمان نوازی کرنی ہے یا بچوں کی دیکھ بھال کے لیے حرکت کرنی ہے تو ان اور ان جیسے تمام دوسرے کاموں کے دوران خواتین کے لیے عموماً اپنے چہرے اور سر وغیرہ کی زینت چھپانا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے ایک طرف تو خواتین کو یہ حکم دیا کہ اس مشقت کے باوجود اپنی زینت کو چھپانے کی انتہائی کوشش کریں اور اس کوشش کے باوجود بھی اگر ان کے چہرے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ کام کاج کے دوران کسی حرکت کی وجہ سے کھل جاتا ہے تو اس کی رخصت ہے، جیسا کہ آیت ۳۱ میں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھر میں موجود نامحرم مردوں کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہ کو آوارہ اور کھلا نہ چھوڑیں بلکہ دبا کر رکھیں تاکہ خواتین کے چہرے وغیرہ کا ستر اگر کسی حرکت کی وجہ سے کھل بھی جائے تو اس پر نظر نہ پڑے اور اگر ایک آدھ دفعہ اتفاقاً کوئی ایسی نگاہ پڑ بھی جائے تو فوراً لوٹا لے جیسا کہ حضرت علیؓ وغیرہ کی احادیث میں آیا ہے۔ یہ اس آیت اور اس کے مفہوم کی احادیث کا اصل محل و مقام ہے۔

علاوہ ازیں کسی مسلم معاشرے میں غیر مسلم خواتین بھی ہوتی ہیں جو اپنے چہرے کو نہیں چھپاتیں، اسی طرح ایک مسلمان معاشرے میں کئی ایسے مقامات ہیں کہ جہاں عورت کو ضرورت کے تحت اپنا چہرہ یا بعض دوسرے اعضاء کھولنے پڑتے ہیں مثلاً کسی ہسپتال میں ڈاکٹر کے سامنے یا کسی عدالت میں قاضی کے سامنے گواہی کے لیے یا کسی جنگ کے دوران میدان جنگ میں۔

اسی طرح ایک باپردہ خاتون کو بیسیوں ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ جن میں اس کے چہرے یا بعض دوسرے اعضاء کا ستر بغیر کسی ارادے کے جسم کی کسی حرکت کی وجہ سے یا ہوا کی حرکت سے یا گود میں اٹھائے ہوئے بچے کو سنبھالتے ہوئے کھل جاتا ہے تو یہ تمام مقامات بھی 'غض بھر' اور اس مفہوم کی احادیث کے حکم میں شامل ہیں۔

## حواشی

- (۱) ماہنامہ اشراق، مئی ۱۹۹۲ء، ص ۶۰
- (۲) چہرے کا پردہ: ص ۶۷، مرتبہ انجینئر نوید احمد، انجمن خدام القرآن سندھ
- (۳) المستدرک علی الصحیحین: ۱/۴۵۴
- (۴) موطا امام مالک، کتاب الحج، باب وإنما يعمل الرجل مادام حياً
- (۵) تدبیر قرآن: ۲۷۰/۶، فاران فاؤنڈیشن، لاہور
- (۶) الرد المفحم: ص ۲۸
- (۷) أيضاً: ص ۲۹
- (۸) تیسیر المصطلح الحدیث: ص ۱۱۱-۱۱۲، ڈاکٹر محمود الطحان
- (۹) أيضاً: ص ۱۸۷
- (۱۰) الرد المفحم: ص ۲۹
- (۱۱) أيضاً: ص ۲۶
- (۱۲) تفسیر طبری: سورة الاحزاب: ۵۹
- (۱۳) أيضاً
- (۱۴) تفسیر کشاف: الاحزاب: ۵۹
- (۱۵) تفسیر طبری: سورة الاحزاب: ۵۹
- (۱۶) المستدرک علی الصحیحین: ۲/۳۹۷
- (۱۷) تفسیر بیضاوی: ۲/۹۸، مطبعة مصطفى البابی الحلبي
- (۱۸) زاد المسیر: ۳۱/۶-۳۲
- (۱۹) روائع البیان فی احکام القرآن: ۲/۱۵۶، علامہ صابونی
- (۲۰) مختصر تفسیر ابن کثیر: ۲/۶۰۰، دار القرآن الکریم، بیروت
- (۲۱) التفسیر المظہری: ۶/۴۹۵-۴۹۶، بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ
- (۲۲) تفسیر سعدی: ۱۵/۴۱، الرياض
- (۲۳) شیخ ابوبکر الجزائری: ص ۲۳۴، جلد۱، سعودی عرب
- (۲۴) أضواء البیان: ۶/۲۰۰
- (۲۵) البحر المحیط: ۶/۴۴۷

- (۲۶) معانی القرآن: ۲۴۹/۲، دار السرور
- (۲۷) فتح البیان: ۲۰۵/۹
- (۲۸) تفسیر المراغی: ۹۹/۱۶، دار إحياء التراث العربی، بیروت
- (۲۹) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: ص ۴۶۷، دار السلام، ریاض
- (۳۰) تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۵۷۵/۳
- (۳۱) أيضاً
- (۳۲) المحرر الوجیز: ۴۸۸/۱۰-۴۸۹
- (۳۳) روح المعانی: ۱۴۱/۱۸
- (۳۴) نظم الدرر: ۲۵۹/۱۳
- (۳۵) تفسیر جلالین: ص ۳۵۴، تاج کمپنی لمیٹڈ
- (۳۶) التفسیر المنیر: ۲۱۷/۱۸، دار الفکر، دمشق
- (۳۷) البحر المدید: ۶۹/۵، دار الکتب العلمیة، بیروت
- (۳۸) ترجمان القرآن: ۲۰/۳، اسلامی اکادمی، لاہور
- (۳۹) تذکیر القرآن: ۱۹۲/۲، فضلی سنز، کراچی
- (۴۰) معارف القرآن: ۱۱۸/۵، مکتبہ عثمانیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور
- (۴۱) الوجیز فی أصول الفقه: ص ۲۰۲-۲۰۳، الدكتور عبدالمکریم زیدان
- (۴۲) التفسیر المنیر: ۱۱۰/۲۲، دار الفکر، دمشق

## فصل ہفتم

### ساتواں شبہ

#### پروفیسر خورشید عالم، علامہ البانیؒ اور چہرے کا پردہ

ماہنامہ ”اشراق“ مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں پروفیسر خورشید عالم صاحب کا مضمون ”چہرے کا پردہ: احادیث و آثار کی روشنی میں“ شائع ہوا۔ ایک زمانے میں جبکہ پروفیسر صاحب چہرے کے پردے کے موضوع پر ماہنامہ ”اشراق“ میں لکھ رہے تھے، ہم نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر واقعتاً وہ اس موضوع پر کوئی سنجیدہ اور علمی کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ علامہ البانیؒ کی کتابوں ”حلباب المرأة المسلمة“ اور ”الرد المفحم“ کا ترجمہ کر دیں۔ بہر حال اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کے بعد پروفیسر صاحب کو اس کا احساس پیدا ہو ہی گیا ہے تو یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ پروفیسر صاحب کے ”اشراق“ میں شائع شدہ حالیہ مضمون میں علامہ البانیؒ کی ان دو کتابوں میں بیان شدہ احادیث اور آثار کا ترجمہ اور تشریح شائع کی گئی ہے۔

پروفیسر صاحب حقیقت کو چھپانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اپنے حالیہ مضمون میں انہوں نے علامہ البانیؒ کے صحیح موقف پر پردہ ڈالنے کے لیے زبان و بیان کی تمام صلاحیتیں کھپا دی ہیں۔ پروفیسر صاحب جب ماہنامہ ”اشراق“ میں چہرے کے پردے پر مضامین لکھ رہے تھے یا بعد میں انہوں نے ان مضامین کو ایک کتابی شکل میں شائع کیا یا حال ہی میں انہوں نے ایک نیا مضمون اس موضوع پر لکھا، ان کی اس ساری تحقیق کا مرکز و محور علامہ البانیؒ اور ان کے دلائل ہیں لیکن مجال ہے کہ اپنے سلسلہ مضامین یا کتاب یا اپنے حالیہ مضمون میں انہوں نے علامہ البانیؒ کے موقف کو صحیح طور پر نقل کیا ہو۔ پروفیسر صاحب خود بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مسئلے میں علامہ البانیؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے لیکن علامہ البانیؒ کے وہ دلائل تو دھڑ ادھر نقل کر دیتے ہیں جو چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے بارے میں ہیں جبکہ چہرے کے پردے کے استحباب کے بارے میں علامہ البانیؒ کے بیان کردہ دلائل یا موقف کو وہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

ہم نے پروفیسر صاحب کو اپنی تحریروں میں بعض دفعہ متوجہ بھی کیا لیکن انہوں نے اس کے باوجود کتمان حقیقت کے اپنے اس مشن کو جاری رکھا۔ ذیل میں ہم پروفیسر صاحب کے حالیہ مضمون کا بھانڈا پھوڑ رہے ہیں جس میں انہوں نے علامہ البانیؒ کا ایسا موقف بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ درحقیقت ان کا نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے حالیہ مضمون کا خلاصہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علامہ البانی کی رائے کے مطابق چہرے اور ہاتھوں کو نہ عادتاً چھپایا جاسکتا ہے نہ

عبادتاً۔“ (ماہنامہ ”اشراق“ مارچ ۲۰۰۹: ص ۶۷)

اب علامہ البانیؒ کی اس مسئلے پر عبارتیں ملحوظ فرمائیں:

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:

”نَلَقْتُ نَظْرَ النِّسَاءِ الْمُؤْمِنَاتِ إِلَى أَنْ كَشَفَ الْوَجْهَ وَإِنْ كَانَ جَانِزًا

فَسْتَرَهُ أَفْضَلُ.“ (حجاب المرأة المسلمة: ص ۵)

”ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے لیکن اس

کا ڈھانپنا افضل ہے۔“

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”فَمَنْ حَجَبَ ذَلِكَ أَى الْوَجْهَ وَالْكَفَيْنِ أَيْضًا مِنْهُنَّ، فَذَلِكَ مَا نَسْتَحِبُّهُ

وَنَدْعُو إِلَيْهِ۔“ (حجاب المرأة المسلمة: ص ۸)

”جس نے ان دونوں یعنی چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں

اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔“

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”وَيَقَابِلُ هَؤُلَاءِ طَائِفَةٌ أُخْرَى يَرُونَ أَنْ سْتَرَهُ بَدْعَةٌ وَتَنْطَعُ فِي الدِّينِ“

كما قد بلغنا عن بعض من يتمسك بما ثبت في السنة في بعض

البلاد اللبنانية، فإلى هؤلاء الاخوان وغيرهم نسوق الكلمة التالية

ليعلم أن ستر الوجه والكفين له أصل في السنة، وقد كان معهودا

فی زہنہنا <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup>.... (حجاب المرأة المسلمة: ص ۲۷)

”اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے۔ جیسا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض علاقوں کے رہنے والے حاملین سنت نے بھی ایسی بات کہی ہے۔ ہم اپنے ان بھائیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانپتی تھیں.....“

اس کے بعد علامہ البانی نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق ”حجاب المرأة المسلمة“ کے صفحات ۴۷ تا ۵۳ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

علامہ البانی کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان درج ذیل ہے:

”الرد المفحوم، علی من خالف العلماء وتشدد وتعصب، وألزم المرأة

بستر و جہہا و کفہا و أوجب ولم یقتنع بقولہم أنه سنة و مستحب“

”اس شخص کا منہ توڑ جواب جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی

مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا

اور اس نے علماء کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا

سنت اور مستحب ہے۔“

پس معلوم ہوا کہ علامہ البانی کا آخری موقف بھی یہ تھا کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے نہ کہ واجب؛ جبکہ پروفیسر صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تو مسلمان عورتوں کے چہروں کے پردے اتروانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ پروفیسر صاحب اس موضوع پر اپنی حالیہ کتاب کا انتساب اپنی والدہ کی طرف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انتساب اپنی والدہ مرحوم کے نام جنہوں نے گاؤں میں اور پھر شہر میں کھلے

چہرے کے ساتھ انتہائی پاکیزہ زندگی گزاری۔“ (چہرے کا پردہ: واجب یا غیر

واجب، پروفیسر خورشید عالم دار التذکیر)  
دوسری طرف علامہ البانی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

” فینما ما يجب على المرأة وما يحسن بها، من التزم الواجب فيها ونعمت، من أخذ بالاحسن فهو أفضل وهذا هو الذي التزمته عمليا مع زوجي، وأرجو الله تعالى أن يوفقني لمثله مع بناتي حين يبلغن۔“ (حجاب المرأة المسلمة: ص ۷)

”پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا مستحسن ہے۔ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر ہے اور جس نے احسن (یعنی چہرے کے پردہ) کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی توفیق دے جب وہ جوان ہو جائیں۔“

کیا اس تقابلی مطالعے کے بعد بھی کوئی پروفیسر صاحب کے اس دعوے پر یقین رکھ سکتا ہے کہ چہرے کے پردے کے بارے میں ان کا موقف بھی وہی ہے جو علامہ البانی کا ہے۔ علامہ البانی تو مسلمان عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کے داعی ہیں جبکہ پروفیسر صاحب مسلمان عورتوں کے نقاب اتروانے کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں۔

پروفیسر صاحب کو ابھی تک ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہوگی کہ وہ اپنے کسی مضمون میں یہ لکھ سکیں کہ وہ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اپنے ہر مضمون میں بار بار کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ غیر واجب ہے۔ غیر واجب کا مطلب کیا ہے؟ غیر واجب یا تو مستحب ہوگا یا مباح ہوگا یا مکروہ ہوگا یا حرام بھی ہو سکتا ہے۔ اگر پروفیسر صاحب کی غیر واجب سے مراد مستحب ہے تو اس کو اپنے کسی مضمون میں لکھ کیوں نہیں دیتے؟ اپنی کتاب کا عنوان یہ کیوں نہیں رکھتے ”چہرے کا پردہ: واجب یا مستحب۔“ پروفیسر صاحب درحقیقت علامہ البانی جیسے سلف کے موقف کو اپنے بدعتی موقف کے ساتھ خلط ملط کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصود کے حوالے کے لیے وہ غیر واجب جیسی مبہم اصطلاحات کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔

علامہ البانیؒ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں اور مستحب کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے۔ مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں، اب سنن کے مستحب ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے۔ پروفیسر صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کا موقف علامہ البانیؒ والا ہی ہے لیکن وہ اس موقف کے داعی نہیں بنتے۔ جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایک تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں دوسرا وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ پروفیسر صاحب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

”هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبا غير حتم.“ (أصول

الفقه الاسلامی، الدكتور: ۷۶/۱، مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

”مندوب یا مستحب سے مراد وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلف سے مطالبہ کیا

ہو لیکن اسے لازم قرار نہ دیا۔“

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہوا، یعنی اگر اسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے میں تین موقف موجود ہیں۔ بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ شرعاً واجب ہے جبکہ بعض فقہاء اس کو شرعاً مستحب قرار دیتے ہیں اور سدا للذریعۃ واجب قرار دیتے ہیں، جبکہ بہت ہی کم تعداد ایسے علماء کی ہے جو اس کو نہ شرعاً واجب سمجھتے ہیں اور نہ سدا للذریعۃ بلکہ ہر حال میں مستحب قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی روشنی میں قوی اور راجح ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء و فقہاء کو بھی ”عند اللہ ما جور“ سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد

کر کے قرآن و سنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے۔ لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت کہا گیا ہو اور جو نام نہاد سکارلز چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے ”أضله الله على علم“ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

علمائے اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔ علماء کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں، یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں۔ جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق ہے تو تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کم از کم چہرے کا پردہ مستحب ہے، اسوائے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔

مذہب اربعہ کے متبعین، جمہور علماء متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ عصر حاضر میں علامہ البانی نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانی کے دور کے اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانی ہی کے بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ جہاں تک علامہ البانی کی بات ہے تو ہم ان کو اس حدیث ((إذا حکم الحاكم ثم أصاب فله أجران وإذا حکم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر)) کے مصداق کے طور پر معذور اور عند اللہ مأجور سمجھتے ہیں، لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانی یا دیگر علمائے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی اندھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علمائے سلف اور علامہ البانی کے نزدیک چہرے کا پردہ مستحب ہے۔

☆☆☆

# تبصرہ جات



ہفت روزہ ’ندائے خلافت‘ لاہور

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بعض اہل علم کو اپنی علمی قدر و منزلت کا اس قدر زعم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے مسلمات کو اپنی تحقیق کا تختہ مشق بنا کر یک طرفہ نتائج قارئین کے سامنے لاتے ہیں اور قارئین کو ورطہ حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے ہیں، حالانکہ دین کے معاملے میں تو یہ چیز ہر وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کتاب و سنت کا فہم رکھنے اور ان سے مسائل اخذ کرنے میں قرون اولیٰ کے اہل علم یقیناً صاحب الرائے تھے۔ اگر یہ حقیقت تسلیم نہ کی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ آج سے پہلے قرآن و سنت کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اس معاملے میں دیدہ دلیری کا یہ حال ہے کہ کوئی عالم دین اٹھتا ہے تو سود اور شراب کی حرمت کو چیلنج کر دیتا ہے۔ کوئی دوسرا محمد فاضل منظر عام پر آ کر موسیقی کو روح کی غذا اور مخلوط معاشرت کو جائز قرار دیتا ہے۔

عورت کے ستر و حجاب کے سلسلہ میں چہرے کا پردہ بھی اسی ستم ظریفی کا نشانہ بنایا گیا، اور متجددین نے اسے بھی غیر ضروری قرار دیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل نوجوان نے ایسے لوگوں کا محاکمہ نہایت موثر انداز میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ عورت کے چہرے کا پردہ مسلمات شرعیہ میں سے ہے۔ علاوہ ازیں فطرت سلیمہ بھی اس بات سے ابا کرتی ہے کہ عورت بڑی سی چادر کے ساتھ سارا جسم تو ڈھانپ لے مگر اُس کا چہرہ کھلا رہے جو کہ نسوانی حسن کا اولین مرکز ہے۔ اپنے دعوے کی تصدیق و تصویب کے لیے مصنف نے کتاب کو ایک تمہید اور چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں:

باب اول: چہرے کا پردہ: آیات قرآنی کی روشنی میں

باب دوم: چہرے کا پردہ: احادیث مبارکہ کی روشنی میں

باب سوم: چہرے کا پردہ: آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں

باب چہارم: چہرے کا پردہ: مذاہب اربعہ کی روشنی میں

باب پنجم: چہرے کا پردہ اور تو اتر عملی

باب ششم: چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب

اگرچہ زیر بحث عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اتنی مدلل، مفصل، جامع کتاب شاید ہی

اس سے پہلے منظر عام پر آئی ہو، کیونکہ اس کتاب میں وہ سارے دلائل یکجا کر دیئے گئے ہیں جو دوسری کتابوں میں متفرق طور پر لکھے گئے ہیں اور ان تمام شبہات کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معروف عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اس کا مقدمہ تحریر کیا ہے اور کتاب کی تعریف کی ہے۔ کتاب معنوی حسن سے تو مالا مال ہے ہی، اچھے سفید کاغذ اور خوبصورت ٹائٹل نے کتاب کو ظاہری طور پر بھی دیدہ زیب بنا دیا ہے۔

☆☆☆

ہفت روزہ ”اعتصام“ لاہور

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

مستورات کے چہرے کے پردہ علماء میں مختلف فیہ رہا ہے۔ علماء کا ایک گروہ چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اسے مستحب خیال کرتا ہے اور یہ بحث اس حد تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ جو عورت کے چہرے کے پردے کو مستحب خیال کرتے ہیں وہ چہرے کو کھلا رکھنے کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود چہرے کو ڈھانپنا افضل سمجھتے ہیں۔ تاہم بعض متجددین چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں اور ان کے استشہاد و استنباط کی زیادہ تر بنیاد چہرے کے پردے کو مستحب قرار دینے والوں کے ہی دلائل ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا تھا کہ چہرے کے پردے کو مستحب کہنے والوں کے دلائل کا بھرپور تجزیہ کیا جائے اور ان کے دلائل کا علمی انداز میں جائزہ لے کر ان کے دلائل کے ضعف و سقم کو آشکار کیا جائے۔

اس کام کا بیڑا جناب حافظ محمد زبیر صاحب نے اٹھایا اور چہرے کے پردے کے وجوب کو محکم دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، مذاہب اربعہ کی آراء اور امت کے تواریخ پر قائم کی ہے۔ اپنوں اور غیروں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دے کر ان کے فکرو استدلال کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

چہرے کے پردے کے وجوب کے موضوع پر یہ نہایت عمدہ کاوش ہے اور ہمیں یقین ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس بارے میں کسی قسم کے شکوک و شبہات باقی نہیں رہیں گے۔

☆☆☆

ماہنامہ ”القاسم“ نوشہرہ

تبصرہ نگار: مولانا عبدالقیوم حقانی

ایام جاہلیت میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل ملک عرب میں پردے کا رواج بالکل نہ تھا، جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں ہے اور یہی بے پردگی معاشرے کے بگاڑ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اصلاح معاشرہ اور سوسائٹی کو بگاڑ سے بچانے کے لیے خاص احکام ذکر فرمائے اور ازواج مطہرات، اُمہات المؤمنین اور عام مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُرْآنَ فِي يُوسُفَٰنَ وَلَا تَبْرَجْنَ تَبْرَجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

”اور کئی رہو بیچ اپنے گھروں کے اور مت بناؤ کرو بناؤ پہلی جاہلیت کا“

اور

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَلْأَزْوَاجِ كَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيبِهِنَّ كَذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

(الاحزاب: ۵۹)

”اے نبی! کہہ دیں اپنی بی بیوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی بی بیوں کے واسطے کہ

نزدیک کر لیں اوپر اپنے بڑی چادریں اپنی، یہ بہت نزدیک ہے اس سے پہچانی جاویں،

پس نہ ایذا دی جائیں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔“

انہی قرآنی آیات اور نبوی تعلیمات کی وجہ سے پردہ فرض ہے۔

آج کل مستشرقین اور مغرب سے متاثرہ آزاد خیال لوگ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ ضروری نہیں بلکہ بہتر بھی نہیں۔ انہی لوگوں کے اس باطل نظریہ کو حافظ محمد زبیر، ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال فقہیہ سے رد کر کے ثابت کیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے کیونکہ سارا فساد تو چہرہ دیکھنے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی موضوع پر حافظ صاحب کی یہ کتاب بہت ہی مدلل، محقق اور ایک اچھی اور عمدہ کاوش ہے۔ حافظ صاحب نے کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے: باب اول ”چہرے کا پردہ: آیات قرآنی کی روشنی میں“ باب دوم ”چہرے کا پردہ: احادیث مبارکہ کی روشنی میں“ باب سوم ”چہرے کا پردہ: آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں“ باب چہارم ”چہرے کا پردہ: مذاہب

اربعہ کی روشنی میں، ”باب پنجم“ چہرے کا پردہ اور تو اتر عملی جبکہ باب ششم ”چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب“ ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر لا جواب ہے۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت علمی سوغات مکتبہ رحمۃ اللعالمین، نذیر پارک، غازی روڈ لاہور سے ۱۵۰ روپے میں طلب کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

ماہنامہ ”الصیانا“ لاہور

تبصرہ نگار: مولانا حافظ زاہد علی

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عورت دنیا کی مظلوم ترین چیز تھی۔ رشتہ ازدواج کے بنیادی مقصد کو لوگوں نے بھلا دیا تھا اور سکون و آسودگی سے لوگوں کے دل خالی ہو چکے تھے۔ عورت ہر جگہ مردوں کے ظلم و جور کا شکار بنی ہوئی تھی۔ مرد عورت کے لیے مرد نہیں بلکہ جنگل کا ایک درندہ بنا ہوا تھا۔ چوپاؤں اور گھر کے دوسرے سامان کی طرح عورتیں خریدی اور فروخت کی جاتی تھیں بلکہ عورتوں کو بدکاری کا پیشہ تک اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

اسلام نے آکر عورت کو ہر روپ میں عزت و افتخار سے نوازا۔ عورت ماں ہو، بیوی ہو، بہن ہو یا بیٹی ہو، ہر حالت میں اسلام نے اسے عزت و احترام سے نوازا۔

آج کل تحریک آزادی نسواں میں عورت پر بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ فطرت نے جو ذمہ داریاں عورت پر ڈالی ہیں ان کے علاوہ مردوں نے اپنی الگ ذمہ داریاں ان پر ڈال دی ہیں جنہیں عورتیں اپنی حماقت کی وجہ سے اپنی آزادی سمجھ کر قبول کر بیٹھی ہیں۔

مردوزن کے بارے میں اسلام کے نظریہ کے برعکس آزادی نسواں کے علم برداروں نے عورت کی وہ مٹی پلیدی کی کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئی:

I wish I had stayed home.

”کاش میں اپنے گھر ہی میں رہتی۔“

اللہ رب العزت نے بلا ریب عورت کو گھر اور چار دیواری کی زینت بنایا ہے۔ شوہر اور اس کے گھر، اولاد پر امین بنایا مگر آج کی یورپی تہذیب اور اس تہذیب سے متاثرہ نام نہاد سکالروں نے اسلام کے مسلمہ شرعی مسئلہ حجاب کو محل نزاع بنا دیا اور مسلمان خواتین کو چوراہوں پر زیب و زینت کا سامان بنا دیا۔ اس سے اسلامی معاشرہ تہہ و بالا ہو کر رہ گیا ہے۔ ضرورت

محسوس کی جا رہی تھی کہ اسلام کے اہم ’مسئلہ حجاب‘ پر ایک مدلل اور محقق کتاب تحریر کی جائے تاکہ مسلم خواتین پر دے کی اہمیت کو سمجھیں اسے اختیار کریں اور اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں۔ الحمد للہ حافظ محمد زبیر صاحب کی زیر تبصرہ کتاب نے اس کمی کو بہت حد تک دور کر دیا ہے اور اس میں نام نہاد سکالروں کے قرآن و سنت سے متصادم نظریات کو انتہائی قوی دلائل سے رد کیا ہے۔ ان میں علامہ ناصر الدین البانی مرحوم جن کی احادیث مبارکہ پر تخریج و تنقیح پر علمائے عرب و عجم میں انتہائی تحفظات رہے ہیں اور علماء نے علامہ صاحب کی زندگی میں اور بعد میں بھی ان کی تحقیق و افکار کے رد پر کتب تحریر کی ہیں اور ایسے ہی پروفیسر خورشید عالم اور علامہ جاوید احمد غامدی (جنہوں نے اپنے پیش رو اور اپنے مربی اور اساتذہ کی تعلیمات کے برعکس موقف اختیار کیا) پر بھی احسن انداز سے مدلل اور مفصل رد کیا ہے۔

آخر میں حافظ محمد زبیر صاحب کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب چونکہ منکرین حجاب کے رد میں لکھی گئی ہے جو ایک مناظرانہ اور محققانہ انداز شکل اختیار کر گئی ہے جس سے ایک عام مسلمان کا فائدہ اٹھانا قدرے مشکل ہے اس لیے ان علمی مباحث کو نکال کر قرآن و سنت کے دلائل سے مزین شرعی حجاب پر کتاب کریں تاکہ اس کا استفادہ عام اور تام ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حافظ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ہماری مسلم خواتین اور حجاب کے منکر سکالروں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

☆☆☆

ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور

تبصرہ نگار: نائلہ صفدر

اسلام نے اپنے متبعین کو جو طرز فکر اور انداز زندگی عطا فرمایا ہے وہ جداگانہ اور ہر پہلو سے ممتاز ہے۔ اسلام نے نکریم انسانیت کا درس دے کر انسان کا مقام بلند کیا اور اسے معاشی، معاشرتی، قانونی اور سیاسی حقوق کا تحفظ دے کر معاشرے میں باعزت مقام دلایا اور اس طرح ایک صالح معاشرے کی تشکیل کو ممکن بنا دیا۔ اسی معاشرے کا ایک لازمی جز و عورت ہے جسے اسلام نے ظلمت سے نور، نشیب سے فراز اور ذلت سے عزت عطا فرما کر قابل قدر احسان کیا۔ اسلام کے عطا کردہ منفرد مقام اور تحفظ حقوق کی بدولت عورت امن و سلامتی اور سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوئی۔ اسی حکیمانہ نظام میں عورت کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔

عورت فطرتاً با حیا ہے اور اسلام میں ستر و حجاب کے احکامات عورت کے اسی فطری حیا کا حصہ ہیں۔ اسلامی قوانین تقاضا ہائے فطرت کے عین مطابق ہیں اگرچہ انسان مادی حجابات اور محدود عقل سے ان غیر محدود مصالح کا ادراک نہیں کر سکتا۔

معاشرے کے استحکام کا انحصار اس کی بنیادی اکائی ”خاندان“ کی مضبوطی پر ہے اور پاکیزگی کو تعلقات کی خوبصورتی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عورت کا پردہ اسی پاکیزگی کا محافظ ہے۔ پردہ بلا اختلاف ہر عورت کی فطری ضرورت اور اسلام کا حکم ہے جبکہ چہرے کے پردے کے متعلق علماء و فقہاء کا اختلاف موجود ہے۔ اسی اختلاف کے پیش نظر مؤلف کتاب لہذا نے صرف پردے پر نہیں بلکہ خصوصاً چہرے کے پردے پر تحقیق کی ہے۔ مؤلف نے حسن ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب ”چہرے کا پردہ: آیات قرآنیہ کی روشنی میں“ کو چار فصلوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلی فصل میں آیت جلاب سورۃ الاحزاب: ۵۹ کے ضمن میں ۳۸ مفسرین کی آراء بیان کرنے کے بعد چہرہ چھپانے کا وجوب ثابت کیا ہے۔ دوسری فصل آیت زینت میں سورۃ النور: ۳۱، تیسری فصل، آیت حجاب میں سورۃ الاحزاب: ۵۳-۵۵ اور چوتھی فصل آیت قواعد میں سورۃ النور: ۶۰ سے استشہاد کیا ہے۔ دسرے باب میں احادیث مبارکہ سے دلائل دے کر قرآنی آیات کا مفہوم متعین کیا ہے اور احادیث کے حوالے سے پیدا کردہ اشکالات کا جامع جواب دیا ہے۔ تیسرے باب میں صحابہ و تابعین کے حوالے سے قرآنی آیات کی توضیح کی ہے جبکہ چوتھے باب میں مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کا موقف بیان کیا ہے کہ بعض کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے، بعض کے نزدیک مستحب اور سد الذریعہ۔ پانچویں باب میں چہرے کا پردہ تو اتر عملی سے ثابت کیا گیا ہے اور چھٹی فصل میں چہرے کے پردے کے متعلق شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف نے اپنے موقف کی تائید میں مضبوط فکر، سنجیدگی اور تحقیقی رویہ اختیار کرتے ہوئے مدلل انداز اپنایا ہے۔ بنیادی کتب کے حوالہ جات نے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ایسے اجتہادی موضوعات میں اختلاف علمی کی گنجائش بہر طور موجود رہتی ہے لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے مجموعی طور پر یہ کتاب ایک بہترین کاوش ہے۔



## ماہنامہ ”مکالمہ بین المذاہب“ لاہور

چودہ صدیوں سے مسلم علماء اس معاملے میں متفق ہیں کہ مسلم خواتین غیر محرم مردوں سے پردہ کریں گی اور یہ پردہ کرنا واجب ہے۔ اس پر قرآنی نصوص، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور صحابیات رضوان اللہ علیہن کا تعامل گواہ ہے۔ امت نے ان بنیادوں پر یہی کچھ سمجھا ہے اور امت میں اسی پر صدیوں سے عمل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو حسن و جمال اور جاذبیت و کشش کی جس نعمت سے نوازا ہے وہ خاندان کی وحدت اور گھریلو زندگی کی بہار کا سبب ہے۔ اس نعمت بے بہا کی حفاظت اور خاتون کی حرمت کو قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں حجاب یعنی پردے کا حکم دیا ہے۔ اس کی حکمتوں، مصلحتوں اور فوائد کا مضمون تو بہت وسیع ہے اور اس پر ہزاروں صفحات لکھے جاسکتے ہیں لیکن پردے کے شرعی حکم کے سلسلے میں اجمال بھی یہ ہے اور تفصیل بھی یہ کہ عورت کا پورا وجود اور جسم کا ہر حصہ غیر محرم مردوں سے مستور ہے۔ یہ واجب ہے اور اسی بنیاد پر خواتین کو مستورات کا نام دیا گیا ہے، لیکن یہ حکم مسلمان خواتین کے لیے ہے۔ جو خاتون مسلمان رہنے میں مطمئن نہ ہو یا اسے مستورات کی جنس سے نکل کر مردوں یا خنثی شکل کی جنس میں جانے کا شوق ہو، وہ جو جی چاہے کرے لیکن اسے یاد رکھنا چاہیے کہ جو نام نہاد دانشور اس کے اس جذبے کے لیے احکام و نصوص میں تاویلات، من مانی تعبیرات کا کھیل کھیل رہے ہیں وہ کسی ابلسی تحریک کے نمائندے اور ترجمان تو ہو سکتے ہیں، اسلامی شریعت کے ترجمان نہیں ہو سکتے اور اس سارے کھیل کو جن لوگوں کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہے ان کے افکار اور مذہبی وابستگی سے اس سارے کھیل کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے اور وہ شریعت کی خلاف ورزی پر روز قیامت شرعی پردہ ترک کر دینے والی عورت کے کام نہیں آئیں گے۔

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے مسلم خواتین کے لیے صحابیات میں مروج حجاب کے وجوب پر علمی دلائل قائم کرنے کے ساتھ انتہائی خوبصورت انداز میں اس کے خلاف امت کو فکری انتشار میں مبتلا کرنے والے خیالات کی حیثیت بھی واضح کی ہے اور پوری کتاب پر علم، برہان، دلیل اور سنجیدہ الفاظ کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔ کتاب کے چھ ابواب ہیں اور چھٹے باب میں پردے کے وجوب پر کیے جانے والے شبہات کا جواب دیا ہے۔

کمپیوٹر کتابت کے ساتھ اچھے کاغذ پر کتاب کی طباعت سے مطالعہ کرنے والوں کے

ذوق کو تسکین ہوتی ہے۔

کتاب کا مقدمہ داعی تحریک احیاء خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم جب کہ پیش لفظ جناب حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی) نے تحریر کیا ہے۔

☆☆☆

ماہنامہ ”حکمت بالغہ“ جھنگ

تبصرہ نگار: مختار حسین فاروقی

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا ایک عکس جمیل ہر صحیح الفطرت انسان کے قلب و ذہن پر کندہ ہوتا ہے اور کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اس سے آنکھیں نہیں چراتا۔ مسلمانوں کے اجتماعی شعور میں ان تعلیمات کی ایک ایسی چھاپ اب بھی موجود ہے جو عصر حاضر کے مغربی فتنوں اور ثقافتی یلغار کے باوجود ابھی تک قائم ہے۔ ایک ایسا مسلمان جو کبھی مسجد نہیں جاتا، اس سے بھی پوچھ لیا جائے کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں تو وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سچ بولنا، حلال کمانا، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرنا، بدکاری و بے حیائی سے دور جانا، عورتوں کا برقع پہننا اور غیر مردوں سے میل ملاپ سے اجتناب کرنا جیسے معاملات گنوا دے گا۔ مگر..... دین دار لوگ جو مسجدوں سے ربط ضبط رکھتے ہیں اور قرآن و سنت پر نظر بھی وہ نامعلوم کیوں ان باتوں میں بحث و تمحیص کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنے وقت غیر محرموں کے سامنے چہرے کا پردہ بھی اسلام کی فطری تعلیمات کا حصہ ہے، جسے آج مغربی تہذیبی و ثقافتی یلغار کے باعث آزادی نسواں کے نام پر بعض دانشور حضرات موضوع بحث بنا کر متنازعہ بنانے کے درپے ہیں۔

برادر م حافظ زبیر صاحب نے زیر تبصرہ کتاب میں اس بنیادی بات کو موضوع بحث بنایا ہے اور واقع معلومات کو یکجا کر دیا ہے، جو موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ایک اثاثہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو خواتین و حضرات بھی دینی لحاظ سے سرگرم ہوں اور دل میں اس موضوع پر کوئی خلش رکھتے ہوں، ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

ہمارے نزدیک اس کتاب میں ایک تقریظ کے انداز میں ایک باب کا اضافہ کر دیا جائے کہ اسلام کی ہمہ گیر پاکیزہ تعلیمات کے Perspective میں عورت کے بارے میں گھر سے نکلنے وقت جو بعض احکام دے۔ یے گئے ہیں، ان کا اصل پس منظر کیا ہے؟ — تو کتاب کی

افادیت میں اضافہ ہو جائے گا اور ایک درمیانے درجے کا تعلیم یافتہ قاری بھی اس سے استفادہ کر سکے گا۔ کتاب سفید کاغذ پر اعلیٰ طباعت اور خوبصورت چار رنگہ ٹائٹل کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

☆☆☆

تقریظ

پروفیسر عبداللہ شاہین

نوع بشر کی تانیث اور صنف نازک کے لیے جو اصطلاحات عموماً مستعمل ہیں، جیسے ”عورۃ“ (جمع عورتیں) اور ”مستورۃ“ (جمع مستورات) ان کے لغوی معنی چھپائی جانے والی اور چھپائی گئی چیز کے ہیں۔ لہذا اصطلاحی اور لغوی اعتبار سے یہ ”صنف“ پردے میں رہنے والی جنس ہی ہے۔ اس حوالے سے عزیزم حافظ محمد زبیر نے بعنوان ”چہرے کا پردہ“ ایک جامع (Comprehensive)، پُر مغر (Intellectual) اور مدلل (Profound + well grounded) کتاب تالیف کی ہے۔ اس کی ترتیب میں وہ پہلے آیات قرآنی، پھر احادیث رسول ﷺ، بعد ازاں آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) و تابعین (رحمۃ اللہ علیہم) اور آخر میں آئمہ اربعہ (رحمہم اللہ) کی آرا لائے ہیں۔

پیش نظر رہے کہ ترتیب نزولی اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے مسئلہ حجاب کے بارے میں نازل شدہ مقدم آیت یعنی ”آیت حجاب“ کے اولین مخاطبین نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ تھیں، جن سے بڑھ کر کسی کے قلوب و اذہان پاکیزہ نہیں ہو سکتے۔ نیز یہ کہ ازواج النبیؐ صحابہؓ کی ایسی روحانی مائیں اور امہات المؤمنین تھیں جن سے صحابہ کرامؓ یا کسی بھی اُمّی کا نکاح ہی نہیں ہو سکتا۔ نہ نبی ﷺ کی زندگی میں، نہ وفات کے بعد اور نہ ہی طلاق کی صورت میں۔

اس پر مستزاد یہ کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل و نگاہ کی پاکیزگی کا عالم یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں موجود حضرت انسؓ بن مالک کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے از خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت عالیہ میں عرض کرتے تھے ”اگر آپؐ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں“ (حضرت عمرؓ کے اسی پاکیزہ جذبہ کی موافقت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کر دی اور یہی

اس کا شانِ نزول ہے)۔ اگر قرآن مجید سے صحابہ کرامؓ کی پاکیزگی قلب کا حال دریافت کریں تو گواہی یوں ملتی ہے:

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ

وَالْفُسُوقَ وَالْغَيْبَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِيدُونَ﴾ (الحجرات: ۷)

”ولیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے دلوں کی زینت بنا دیا اور

تمہارے دلوں میں کفر، فسق اور گناہ سے نفرت پیدا کر دی۔ یہی (صحابہ) ہیں جو

ہدایت یافتہ ہیں۔“

گویا قرآن مجید صحابہ کرامؓ کے دلی ایمان اور رشد و ہدایت کی پکی پکی گواہی دے رہا ہے۔ احادیث کو لے لیجیے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی اصحاب رسولؐ کی طہارت قلبی کا حال یوں معلوم ہوتا ہے: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ ..... ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ)) (مسند احمد) ”بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں جھانکا۔ پس حضرت محمد ﷺ کے دل کو تمام انسانوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ بارِ دیگر بندوں کے دلوں میں جھانکا۔ پس آپ ﷺ کے صحابہ کے دلوں کو تمام انسانوں کے دلوں سے بہتر پایا۔“ نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کو لیجیے تو ان کی پاک دامنی کی گواہیاں قرآنی آیات کی شکل میں موجود ہیں جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ جب اس تمام تر پاکیزگیِ قلوب کے باوجود ان سعید ارواح اور نفوسِ قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے باہم دگر پردے کا پابند بنا دیا اور من و راءِ حجاب گفتگو کا حکم دے دیا تو ایرا غیر اور ہما شما کیا چیز ہیں جو چہرے کے پردے کے سرے سے انکاری ہوں یا اُسے فتنہ و شہوت سے مشروط کریں۔ کیا حضور ﷺ کے صحابہؓ طہار اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو فتنے میں پڑنے یا نعوذ باللہ لذت و شہوت کا اندیشہ تھا!

واقعہ یہ ہے کہ منکرین حجاب متجددین اور نام نہاد دانشوروں، جن کو دانش چھو کر بھی نہیں گزری، کا حال تو یہ ہے کہ ع ”جلوۃ صبح کا اندھوں میں تو ہے جوش و خروش“ مگر ان بظاہر بینا لوگوں کو ”وہی رات نظر آتی ہے“۔ بات دراصل یہ ہے کہ فجوائے عبارت قرآنی ﴿فَابْتَهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل اندھے ہوتے ہیں۔ اسی کو اقبال نے کہا ہے۔

دلِ مینا بھی کر خدا سے طلب  
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں  
افسوس، صد افسوس کہ ع ”اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے“ اور بقول شاعر ملت  
اسلامیہ ع

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا مانند مسلمانان

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)





☆ ”اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔“ (معارف القرآن سورة الأعراب: 59: مولانا مفتی محمد شفیع)

☆ ”موجودہ زمانے کے بعض مترجمین اور مفسرین مغربی مذاق سے مغلوب ہو کر اس لفظ کا ترجمہ صرف ”لیپٹ لینا“ کرتے ہیں تاکہ کسی طرح چہرہ چھپانے کے حکم سے بچ نکلا جائے..... آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لیپٹ کر ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔“ (تفہیم القرآن: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

☆ ”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس (آیت ۵۹) میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔“ (ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزاد)

☆ ”قرآن نے اس ”جلباب“ سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں زحمت پیش نہ آئے۔ یہی ”جلباب“ ہے تو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔“ (تذکر القرآن: مولانا امین احسن اصلاحی)

☆ ”اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواج مطہرات، اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لیپٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔“ (ضیاء القرآن: مولانا پیر کرم شاہ الازہری)

☆ ”جلباب، جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آنا چاہیے۔“ (احسن البیان: مولانا صلاح الدین یوسف)